فتاویٰ امن پوری

Part 271-290

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر کوئی نماز میں ہنس پڑے، تو نماز ٹوٹے گی، وضو نہیں ٹوٹے گا۔

❁ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً وَلَا يُوجِبُ وُضُوءً، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي الصَّلَاةِ يَنْقُضُ الصَّلَاةَ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز کے علاوہ ہنسنا وضو کو نہیں توڑتا، نہ ہی وضو کو واجب کرتا ہے، اس بات پر بھی اجماع ہے کہ نماز میں ہنسنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔''

(الأوسط: 226/1)

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَرٰى عَلَى الَّذِي يَضْحَكُ فِي الصَّلَاةِ وُضُوءً.

''آپ رضی اللہ عنہ نماز میں ہنسنے والے پر وضو خیال نہیں کرتے تھے۔''

(سنن الدّارقطني: 650، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میرے بھائی نماز میں ہنس پڑے، ان کو عروہ رحمہ اللہ نے نماز دہرانے کا کہا،

وضو کرنے کا نہیں کہا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :387/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عطاء رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا، جو نماز میں ہنس پڑے:

إِنْ تُبَسَّمَ فَلَا يَنْصَرِفْ، وَإِنْ قَهْقَهَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ وُضُوءٌ.

’’اگر اس نے تبسم ظاہر کیا، تو نماز نہیں توڑے گا، لیکن اگر قہقہہ لگا کر ہنسا، تو نماز دہرائے گا، البتہ اس پر وضو نہیں ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :387/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَحِكْتُ وَأَنَا أُصَلِّي مَعَ أَبِي، فَأَمَرَنِي أَنْ أُعِيدَ الصَّلَاةَ.

’’میں اپنے والد صاحب کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ہنس پڑا، انہوں نے مجھے نماز دہرانے کا حکم دیا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :387/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَأْمُرُونَنَا وَنَحْنُ صِبْيَانٌ إِذَا ضَحِكْنا فِي الصَّلَاةِ أَنْ نُعِيدَ الصَّلَاةَ.

’’بچپن میں جب ہم نماز میں ہنس پڑتے، تو (علماء) ہمیں نماز دہرانے کا حکم دیتے تھے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :388/1، وسندہٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (مسائل احمد لابن ہانی:۱/ ۷)، امام شافعی رحمہ اللہ (الام:۱/ ۳۱) اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (مسائل احمد واسحاق:۱/ ۲۰) کا بھی یہی فتوی ہے۔

❁ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُعِيدُ الصَّلَاةَ وَلَا يُعِيدُ الْوُضُوءَ .

''نماز میں ہنسنے والا نماز دہرائے گا، وضو نہیں دہرائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :388/1)

یہ کہنا کہ نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، بے دلیل ہے۔ اسلاف امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الضِّحْكِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

''(نماز میں) ہنسنے سے وضو ٹوٹنے پر کوئی صحیح حدیث نہیں۔''

(مسائل صالح : 1142، مسائل أبي داود : 90)

❁ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُذْكَرْ فِي حَدِيثٍ مُّتَّصِلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعَادَةَ الْوُضُوءِ مِنْهُ، لَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَاتَّبَعْنَاهُ وَتَرَكْنَا الْخَوْضَ بِالْعُقُولِ وَالْمَقَايِيسِ فِيهِ، وَكُنَّا نَتَوَضَّأُ مِنْهُ كَمَا نَتَوَضَّأُ مِنْ لَحْمِ الْجَزُورِ اتِّبَاعًا لِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی متصل حدیث میں ذکر نہیں کہ ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اگر اس کا ثبوت ہوتا، تو ہم ضرور اس کا اتباع کرتے اور اپنی عقل اور قیاس آرائیوں کو ترک کر دیتے اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں ہنسنے پر وضو کرتے، جس طرح ہم اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرتے ہیں۔''

(مسائل الکوسج : 490)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

الْمُعْتَمَدُ أَنَّ الطَّهَارَةَ صَحِيحَةٌ وَنَوَاقِضُ الْوُضُوءِ مَحْصُورَةٌ فَمَنِ ادَّعٰى زِيَادَةً فَلْيُثْبِتْهَا وَلَمْ يَثْبُتْ فِي النَّقْضِ بِالضِّحْكِ شَيْءٌ أَصْلًا، وَأَمَّا مَا نَقَلُوهُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ وَرُفْقَتِهٖ وَعَنْ عِمْرَانَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا رَوَوْهُ فَكُلُّهَا ضَعِيفَةٌ وَاهِيَةٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْحَدِيثِ قَالُوا : وَلَمْ يَصِحَّ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ حَدِيثٌ وَقَدْ بَيَّنَ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهٗ وُجُوهَ ضَعْفِهَا بَيَانًا شَافِيًا فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْإِطَالَةِ بِتَفْصِيلِهٖ مَعَ الْاِتِّفَاقِ عَلٰى ضَعْفِهَا .

”درست بات یہی ہے کہ نماز میں ہنسنے سے وضو باقی رہتا ہے۔نواقض وضو مقرر ہیں، لہٰذا ان نواقض پر زیادتی کا دعویٰ کرے گا، وہ اسے (دلیل سے) ثابت کرے گا۔ ہنسنے سے وضوٹوٹنے کے بارے میں سرے سے کوئی دلیل ثابت نہیں۔ابوالعالیہ، ان کے ساتھیوں اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما وغیرہ سے جو روایات نقل کی گئی ہیں، سب کی سب باتفاق محدثین ضعیف وغیر ثابت ہیں۔ محدثین نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ نے ان روایات کا ضعف تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اس کے بعد یہاں تفصیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، نیز ان روایات کے ضعف ہونے پر (محدثین کا) اتفاق ہے۔“

(المَجموع : 61/2)

اختصار کے ساتھ دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے:

① سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور مسجد میں واقع ایک گڑھے میں گر گیا، اس کی نظر کمزور تھی، بہت سارے لوگ نماز میں ہنس پڑے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہنسا ہے، وہ وضو بھی دوبارہ کرے گا اور نماز بھی دہرائے گا۔

(نصب الرّاية :47/1)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① ہشام بن حسان ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ابوالعالیہ کا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہوسکا۔

❀ اس حدیث کو امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي :423/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ أَبِي الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيِّ رِيَاحٌ .

''ابوالعالیہ ریاحی (کی قہقہہ سے وضو ٹوٹنے) والی حدیث ''ہوا'' ہے۔''

(آداب الشّافعي لابن أبي حاتم، ص 170، الكامل لابن عدي : 234/4، كتاب المجروحين لابن حبان : 343/2، الخلافيات للبيهقي :410/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابواُمیہ محمد بن ابراہیم طرطوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(سنن الدّارقطني :298/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس حدیث کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی معلول وضعیف قرار دیا ہے۔

(سنن الدّارقطني :1/161-175)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متصل ہونے کو خطا قرار دیا ہے اور مرسل ہونے کو درست قرار دیا ہے۔

(الخلافیات :1/400)

❁ نیز اس کی تمام سندوں کو معلول وضعیف ثابت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ :1/423)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ أَبِي الْعَالِيَةِ، هُوَ الَّذِي رَوَاهُ مُرْسَلًا، وَكُلُّ مَنْ رَفَعَهٗ فَقَدْ غَلَطَ وَمَنْ أَرْسَلَهٗ عَنْ غَيْرِهٖ فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ إِلَيْهِ.

''یہ حدیث ابو العالیہ سے ہے، یہ مرسل ہے، جس نے اسے مرفوع بیان کیا ہے، اس نے غلطی کی ہے اور جس نے ابو العالیہ کے علاوہ کسی اور سے مرسل بیان کیا، تو وہ بھی ابو العالیہ ہی سے ہے۔''

(تنقیح التّحقیق لابن عبد الهادي :1/300، العِلل المتناهیة :1/368)

② ابو العالیہ ریاحی سے مروی ہے کہ ایک اندھا کنویں میں گر گیا، نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے، آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے کچھ لوگ ہنس پڑے، تو فرمایا: جو ہنسا ہے، وہ وضو بھی دوبارہ کرے اور نماز بھی دہرائے۔''

(مصنف عبد الرزاق :2/376)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

② ابو العالیہ کی مرسل ہے۔

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ أَبِي الْعَالِيَةِ مُرْسَلٌ، وَالْمُرْسَلُ لَا تَقُومُ بِهِ الْحُجَّةُ.

''ابو العالیہ کی حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔''

(الأوسط :228/1)

③ حسن بصری رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک نابینا آدمی قبلہ کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا، لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے، یہ نابینا ایک گڑھے میں گر گیا، کچھ لوگ ہنس پڑے، حتی کہ انہوں نے قہقہہ لگا دیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: جس نے قہقہہ لگایا ہے، وہ وضو اور نماز دونوں کو دہرائے۔''

(کتاب الآثار بروایة محمد : 33)

من گھڑت ہے۔

① حسن بصری رحمہ اللہ کی مرسل ہے اور مرسل ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

② صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی ''کذاب'' ہے۔

③ اس کا استاذ بالاتفاق ''ضعیف و متروک'' ہے، کسی ''ثقہ'' امام سے اس کا ''ثقہ'' ہونا باسندِ ''صحیح'' ثابت نہیں۔

④ معبد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک نابینا آدمی نماز کے ارادہ سے آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا، کچھ لوگ ہنس پڑے، حتی کہ انہوں نے قہقہہ لگا دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، جس نے قہقہہ لگایا ہے، وہ وضو

اور نماز دونوں کو دہرائے۔

(سنن الدّارقطني :166/1)

روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔

① یہ معبد کی مرسل ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''مرسل'' کہا ہے۔

علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے بھی ''مرسل'' قرار دیا ہے۔

(نَصب الرّاية :51/1)

② حسن بصری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

③ نعمان بن ثابت بالا جماع ''مجروح'' ہیں۔

⑤ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز میں قہقہہ لگایا، وہ وضو اور نماز دہرائے۔

(الكامل لابن عدي : 167/3)

روایت ''ضعیف'' ہے۔

① جمہور کے نزدیک عطاء کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② بقیہ بن ولید ''تدلیسِ تسویہ'' کرتے تھے، سماع مسلسل چاہیے۔

③ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس روایت میں محمد خزاعی، بقیہ کے مجہول اساتذہ میں سے ہے، اس سند میں محمد بن راشد عن الحسن بھی بیان کیا جاتا ہے اور حسن بصری سے بیان کرنے والا محمد بن راشد بھی مجہول ہے۔''

(الكامل : 166/3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (لسان المیزان: ۵/ ۱۶۳) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال

:۳/۵۴۴، المغنی: ۲/۲۹۷) نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِبْنُ رَاشِدٍ هٰذَا وَثَّقَهُ ابْنُ حَنْبَلٍ وَابْنُ مَعِينٍ .

''ابن راشد کی امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے توثیق کی ہے۔''

(الجوهر النّقي : 146/1)

یہ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ کا شدید وہم و اختلاط ہے۔ محمد الخزاعی ''مجہول'' کو محمد بن راشد مکحولی سمجھ لیا گیا۔ ایک ''ثقہ'' راوی کی ''توثیق'' ایک ''مجہول'' پر لگا دی گئی، ابن ترکمانی کی تقلید میں علامہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب کا اسے محمد بن راشد مکحولی کہہ کر اس روایت کو ''حسن'' قرار دینا درست نہیں، کیونکہ محمد بن راشد مکحولی کے اساتذہ میں کسی نے بھی حسن بصری کو ذکر نہیں کیا، نہ ہی حسن بصری کے شاگردوں میں ان کا نام موجود ہے، اس لیے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ کہنا درست ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الْحَسَنِ نُكْرَةٌ .

''حسن بصری رحمہ اللہ سے بیان کرنے والا محمد بن راشد مجہول ہے۔''

(المغني : 297/2، ميزان الاعتدال : 544/3)

ثابت ہوا کہ اس روایت میں محمد خزاعی سے مراد محمد بن راشد مکحولی نہیں، بلکہ کوئی مجہول ہے، جس کے حالات نہیں مل سکے۔ اس بات کی تصدیق کے لیے صرف محمد بن راشد مکحولی کا حسن بصری رحمہ اللہ سے سماع نہ ملنا ہی کافی تھا، محدثین کی تصریح مزید سونے پر سہاگہ ہے۔

⑥ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَهْقَهَ أَعَادَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ .

''جب کوئی (نماز میں) قہقہہ لگائے، وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔''

(الكامل لابن عدي : 3/167)

من گھڑت ہے۔

① عمرو بن عبید ''متروک و کذاب'' ہے۔

② عمر بن قیس مکی ''متروک'' ہے۔

③ حسن بصری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

④ عامر شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یہ قہقہہ فتنہ ہے، ایسا انسان وضو اور نماز کا اعادہ کرے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/388)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① اشعث بن سوار ''ضعیف'' ہے۔

② ابو خالد احمر کا عنعنہ ہے۔

⑧ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں ہنس پڑے، تو وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/388)

سند ضعیف ہے۔ مغیرہ کا تعین مطلوب ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، بے دلیل مؤقف ہے، ایک باوضو انسان کا وضو اس وقت ٹوٹے گا، جب سنت یا اجماع سے دلیل قائم ہو جائے گی۔

ہنسنا یا قہقہہ لگانا ان چیزوں میں سے نہیں، جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مثلاً چھوٹی یا بڑی قضائے حاجت، نیند، ریح وغیرہ، ان چیزوں کے نماز کے اندر واقع ہونے سے بھی

وضوٹوٹ جاتا ہے اور نماز کے باہر بھی، لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز کے اندر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان کے نزدیک نماز کے علاوہ ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہ عجیب منطق ہے!

جو کہتے ہیں کہ اگر حالتِ نماز میں ہوا خارج ہوگئی، تو وضوٹوٹ جائے گا، نمازی دوبارہ وضو کرے، جو نماز پڑھ چکا ہو، اس پر بنیاد کرتے ہوئے باقی ادا کرلے، اگر درمیان میں کلام نہیں کی تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر کلام کرلی تو نماز فاسد ہو جائے گی، ازسرِنو نماز ادا کرنا ضروری ہوگا، وہی کہتے ہیں کہ اگر دوران نماز ہنسی آ جائے تو وضو اور نماز دونوں کا اعادہ ضروری ہوگا، معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نماز میں ہنسنا ہوا خارج کرنے سے بھی بڑا کام ہے۔

علامہ عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''نابالغ کے قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اگرچہ نماز میں ہی ہو۔''

(علم الفقہ، ص96)

نیز لکھتے ہیں:

''جنازہ کی نماز اور تلاوت کے سجدہ میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا، بالغ ہو یا نابالغ۔''

(علم الفقہ، ص96)

جبکہ یہ فرق شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔

یاد رہے کہ وضو ایمان میں داخل ہے، یہ بات بھی واضح ہو کہ لکھنوی صاحب نے اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''ہر مسئلہ میں وہی قول لکھا جائے گا، جس پر فتویٰ ہے۔'' (علم الفقہ: ۱۵)

تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہی لوگ کہتے ہیں کہ اگر نماز کے آخر میں سلام پھیرنے

سے پہلے اتنی دیر بیٹھا، جتنی دیر میں تشہد پڑھا جا سکتا ہے، پھر جان بوجھ کر ہوا خارج کر دے یا قہقہہ لگا دے یا ہنس دے یا نماز کے منافی کوئی کام کر دے تو نماز مکمل ہو گئی، فیا للعجب!

اس سے بڑھ کر حیرانی اس بات پر ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں، ان کے نزدیک اگر نماز میں کسی پر تہمت لگائی یا فحش کلام کر دی، تو وضو نہیں ٹوٹے گا، مطلب صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک نماز میں ہنسنا کسی پر تہمت لگانے سے بھی بڑا جرم ہے۔

❁ اس پر ایک مناظرہ کی روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

''بویطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے فضل بن ربیع نے کہا: میں آپ کے اور (حسن بن زیاد) لولؤی (امام ابو حنیفہ کے شاگرد) کے مابین مناظرہ سننا چاہتا ہوں، میں نے کہا: وہ اس قابل نہیں، اس نے کہا کہ میں کرانا چاہتا ہوں، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ کب مناظرہ کرانا چاہتے ہیں؟ پھر اس (فضل بن ربیع) نے (مناظرے کے لیے) مجھے بلوا لیا، اسی اثنا میں ایک آدمی میرے پاس آیا، جو پہلے لولؤی کا معتقد تھا، بعد میں اس نے میرا مسلک اختیار کر لیا تھا، میں نے اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا، اس (فضل بن ربیع) نے لولؤی کو بھی بلایا، وہ آ گیا، ہمارا کھانا لایا گیا، ہم سب نے کھانا کھایا، لیکن لولؤی نے نہیں کھایا، جب ہم ہاتھ دھو رہے تھے، تو میرے ایک ساتھی نے لولؤی سے پوچھا کہ آپ ایسے انسان کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جو نماز میں کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے؟ اس نے کہا، اس کی نماز باطل ہے، اس نے پھر پوچھا

کہ اس کے وضو کا کیا بنے گا؟ لولؤی نے کہا کہ وہ برقرار رہے گا، اس نے لولؤی سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جو نماز میں ہنس پڑے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا وضو اور نماز دونوں باطل ہیں، اس نے کہا کہ میں نے لولؤی سے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک نماز میں پاک دامن عورت پر زنا و بدکاری کی تہمت لگانا، نماز میں ہنسنے کے مقابلہ میں چھوٹا جرم ہے (کہ وہاں صرف نماز ٹوٹی اور یہاں وضو اور نماز دونوں)؟ اس پر لولؤی نے جوتے پکڑے اور بھاگ گیا، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے فضل بن ربیع کو کہا کہ میں نے تو آپ کو پہلے بتایا تھا کہ یہ مناظرہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔''

(الكامل لابن عدي : 319/2، وسندهٌ حسنٌ)

الحاصل:

نماز میں ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ نِعْمَةً فَلْيُكْثِرْ مِنَ الْحَمْدِ لِلّٰهِ، وَمَنْ كَثُرَتْ هُمُومُهُ، فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، وَمَنْ أَبْطَأَ عَنْهُ رِزْقُهُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَمَنْ نَزَلَ مَعَ قَوْمٍ فَلَا يَصُومَنَّ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ، وَمَنْ دَخَلَ دَارَ قَوْمٍ فَلْيَجْلِسْ حَيْثُ أَمَرُوهُ، فَإِنَّ الْقَوْمَ أَعْلَمُ بِعَوْرَةِ دَارِهِمْ، وَإِنَّ مِنَ الذَّنْبِ الْمَسْخُوطِ بِهٖ عَلٰى صَاحِبِهٖ، الْحِقْدُ،

وَالْحَسَدُ، وَالْكَسَلُ فِي الْعِبَادَةِ، وَالضَّنْكُ فِي الْمَعِيشَةِ .

''جسے اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے، وہ بکثرت اللہ کی حمد بیان کرے، جسے بہت زیادہ غم اور پریشانیاں گھیر لیں، وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، جس کا رزق تنگ ہو جائے، وہ بکثرت ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھے۔ جو شخص کسی قوم میں مہمان ٹھہرے، وہ ان سے پوچھے بغیر روزہ نہ رکھے، جو کسی کے گھر میں داخل ہو، تو وہ وہیں بیٹھے، جہاں گھر والے کہیں، کیونکہ گھر والے اپنے گھر کے پردے کو بہتر جانتے ہیں۔ جن گناہوں کی پکڑ (دنیا میں ہی) ہوتی ہے، وہ یہ ہیں؛ ① کینہ و بغض ② حسد ③ عبادت میں سستی ④ معیشت میں تنگی۔''

(المُعجم الأوسط : 6555، المعجم الصّغير : 965، الدّعاء للطّبراني : 1793)

جواب: روایت باطل ہے۔

① یونس بن تمیم نے باطل اور منکر روایت بیان کی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِخَبَرٍ بَاطِلٍ ....

''اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے منسوب باطل روایت بیان کی ہے......''

(میزان الاعتدال : 478/4)

② ابو علاثہ محمد بن احمد بن عیاض فرائضی ''مجہول الحال'' ہے۔

③ یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''باطل'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 478/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

(لِسان المیزان : 571/8)

(سوال): کیا استغفار سے رزق میں کشادگی آتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، استغفار سے رزق میں آسودگی آتی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ﴾

(ھود : ۵۲)

''اے قوم! پروردگار سے بخشش مانگو، اس سے توبہ کرو، وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت بڑھائے گا، دیکھو مجرم بن کر روگردانی نہ کرو۔''

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ .

''جو استغفار کو لازم کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، ہر پریشانی کو دور کر دیتا ہے اور اسے اُن ذرائع سے رزق دیتا ہے، جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 248/1، سنن أبي داود : 1518، سنن ابن ماجه : 3819)

(جواب): سند ضعیف ہے۔

① ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتے ہیں، آخر سند تک سماع کی تصریح چاہیے!

② حکم بن مصعب کی توثیق ثابت نہیں۔

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''شیخ'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 128/3)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَنْفَرِدُ بِالْأَشْيَاءِ الَّتِي لَا يُنْكِرُ نَفْيَ صِحَّتِهَا مَنْ عَنٰى بِهٰذَا الشَّأْنِ لَا يَحِلُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ وَلَا الرِّوَايَةُ عَنْهُ إِلَّا عَلٰى سَبِيلِ الْاِعْتِبَارِ .

''یہ ایسی ایسی روایات بیان کرنے میں منفرد ہے کہ کوئی محدث جن کے عدم صحت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں، نیز اس سے روایت لینا بھی جائز نہیں، البتہ متابعات و شواہد میں لی جا سکتی ہے۔''

(كتاب المَجروحين :249/1)

نوٹ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات'' میں بھی ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' ہے، اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔

❁ اس روایت کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''بے اصل'' قرار دیا ہے۔

(كتاب المَجروحين :249/1)

سوال: استغفار کی فضیلت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: استغفار کی اہمیت و فضیلت پر کئی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾(غافر : ٥٥)

''صبر کیجئے! اللہ کا وعدہ سچا ہے، اپنے گناہوں کی معافی مانگئے، صبح وشام پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾(محمّد : ١٩)

''جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تم سب کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے خوب واقف ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(النّساء : ١٠٦)

''اللہ سے بخشش مانگئے، اللہ خوب بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(آل عمران : ١٣٥)

''(مومن) جب کوئی گناہ یا بُرائی کر بیٹھتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے

گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ یہ لوگ اپنے گناہوں پر مصر نہیں رہتے۔‘‘

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(النّساء : ۱۱۰)

’’جو بُرا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے، تو اللہ کو خوب بخشنے والا اور بڑا مہربان پائے گا۔‘‘

❁ نیز فرمایا:

﴿وَاَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ﴾(هود : ۳)

’’اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس سے توبہ کرو۔‘‘

❁ نیز فرمایا:

﴿اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾(نوح : ۱۰)

’’اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔‘‘

① سیدنا اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي، وَإِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ.

’’میرے دل پر پردہ سا آ جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔‘‘

(صحیح مسلم : 2702)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً .

''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر سے زائد مرتبہ اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 6307)

سوال: ''سید الاستغفار'' کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بہترین دُعائے استغفار یہ ہے، جو شام کے وقت اسے یقین کے ساتھ پڑھے اور فوت ہو جائے، تو جنتی ہے، صبح کو پڑھے اور اسی دن فوت ہو جائے، تو بھی جنتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اَنْتَ، اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ .

''اللہ! تُو میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تُو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں۔ تیری نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی معترف ہوں۔ مجھے معاف فرما، صرف تو ہی معاف کرسکتا ہے، ان برائیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، جن کا میں مرتکب ہوا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 6323)

سوال: کیا بیت الخلاء میں جانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: بیت الخلاء کی دعا ثابت ہے، مگر ''بسم اللہ'' پڑھنا ثابت نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے :

اَللّٰھُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ .

''اللہ! میں خبیث جنوں اور جننیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 142، صحيح مسلم : 375)

سوال: ایک شخص نے پیشاب کیا اور استنجاء کرنا بھول گیا، پھر وضو کرلیا، بعد میں یاد آیا، تو استنجاء کرلیا، کیا اس کا وضو باقی ہے؟

جواب: اس کا وضو نہیں، کیونکہ قضائے حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کرنا یا ڈھیلے استعمال کرنا واجب ہے، اس کے بغیر طہارت نہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کو چاہیے کہ استنجاء کرے اور دوبارہ وضو کرے کہ اس کا پہلا وضو صحیح نہیں۔

سوال: بغلوں کے بال مونڈنا جائز ہے یا انہیں اکھاڑنا چاہیے؟

جواب: بغلوں کے بال مونڈنا بھی جائز ہے، کیونکہ اصل مقصود بالوں کو صاف کرنا ہے، مونڈنے سے بھی صاف ہو جاتے ہیں، لہٰذا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا مسجد کے اندر مسواک کرنا جائز ہے؟

جواب: بلا کراہت جائز ہے، البتہ مسجد میں تھوک وغیرہ نہ پھینکے۔

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران مسواک کرنا کیسا ہے؟

جواب: خطبہ جمعہ کے دوران مسواک کرنا مناسب نہیں، خطبہ کے دوران مکمل توجہ امام کی طرف ہونی چاہیے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: تشہد میں وضو ٹوٹ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ ہمیشہ نماز کا اختتام سلام سے کرتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ .

”رسول اللہ ﷺ نماز کا اختتام سلام سے کرتے تھے۔“

(صحيح مسلم : 498)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَرٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهٖ، وَعَنْ يَسَارِهٖ، حَتّٰى أَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ .

”میں رسولِ کریم ﷺ کو دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا، یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتا۔“

(صحيح مسلم : 582)

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى أَخِيهِ مَنْ عَلٰى يَمِينِهٖ، وَشِمَالِهٖ .

”وہ (نمازی تشہد کے بعد) اپنے دائیں اور بائیں (نمازی) بھائی پر سلام کہے۔“

(صحیح مسلم :431)

❁ ان احادیث کے برخلاف بعض نے لکھا ہے:

إِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ، فَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ أَوْ تَكَلَّمَ أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ تَمَّتْ صَلَاتُهُ.

''اگر کسی (نمازی) کی تشہد کے بعد غیر دانستہ طور پر ہوا خارج ہو گئی، تو وضو کرے گا اور سلام پھیرے گا، اگر جان بوجھ کر ہوا خارج کر دی یا نماز کے منافی کوئی کام کر دیا، تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔''

(القدوري، باب الجماعة، ص 20، الهداية، باب الحدث في الصلاة :31/1)

❁ جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''جمہور کے نزدیک نماز سے خروج فقط السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے حاصل ہوتا ہے اور امام (ابوحنیفہ) صاحب کے نزدیک اگر کوئی شخص تشہدِ اخیر کے بعد قصداً حدث (جان بوجھ کر ہوا خارج) کر دے یا اور کوئی فعلِ منافی الصلوٰۃ کر دے، تو بھی نماز سے خارج ہو جائے گا۔''

(تقریر ترمذی، ص62)

بعض کہتے ہیں کہ اگر تشہد کے بعد سہواً ہوا خارج ہو جائے، تو وضو کرے گا، پھر اس پر بنیاد ڈال کر مکمل کرے گا، یعنی سلام کے ساتھ نماز سے خارج ہو گا، لیکن اگر جان بوجھ کر تشہد کے بعد ہوا خارج کر دی، تو سلام کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، نماز مکمل ہے۔

ہم اتنا کہیں گے کہ یہ فرق شریعت مطہرہ کی کسی دلیل میں مذکور نہیں۔ نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی سے سلام کے علاوہ نماز سے خارج ہونا قطعاً ثابت نہیں، یہ نماز کے ساتھ سنگین

مذاق ہے۔

احناف کے دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر1:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَحْدَثَ ـيَعْنِي الرَّجُلَ ـ وَقَدْ جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهٖ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُهٗ .

''آدمی آخری تشہد میں بیٹھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے، تو اس کی نماز ہو گئی۔''

(سنن أبي داوٗد : 617، سنن التّرمذي : 408، واللفظ لهٗ، سنن الدّارقطني :379/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 176/2، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :274/1)

روایت ضعیف، منقطع اور مضطرب ہے۔

اس حدیث کے بارے میں:

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى ضَعْفِهٖ لِأَنَّهٗ مُضْطَرِبٌ وَمُنْقَطِعٌ .

''حفاظ حدیث کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، کیونکہ یہ مضطرب اور منقطع ہے۔''

(خلاصة الأحكام :449/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِالْاِتِّفَاقِ .

''یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(المَجموع : 425/3)

❀ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْحُفَّاظُ .

''حفاظ حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(فتح الباري : 323/2)

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل : 232/5)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ، وَقَدِ اضْطَرَبُوا فِي إِسْنَادِهٖ .

''اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے، اس کی سند میں اضطراب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 408)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُقَالُ لِلْمُحْتَجِّ بِهٰذَا الْخَبَرِ : إِنَّهٗ خَبَرٌ مُضْطَرِبُ الْمَتْنِ وَالْإِسْنَادِ .

''جو اس حدیث سے حجت پکڑے، اسے کہا جائے گا: اس کے متن اور سند میں اضطراب ہے۔''

(الخلافيات للبيهقي : 225/3)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ .

”یہ حدیث ثابت نہیں۔“

(السّنن الکبریٰ : 176/2)

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ لِضَعْفِ إِسْنَادِهِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِي لَفْظِهِ .

”یہ حدیث ثابت نہیں، کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے الفاظ بیان کرنے میں رواۃ کا اختلاف (اضطراب) ہے۔“

(التّمهيد : 214/10)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَا هٰذَا الْحَدِيثُ يَصِحُّ أَصْلًا .

”یہ حدیث سرے سے ثابت ہی نہیں۔“

(الاستذکار : 524/1)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي بَعْضِ نَقَلَتِهِ وَقَدْ عَارَضَتْهُ الْأَحَادِيثُ الَّتِي فِيهَا إِيجَابُ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ .

”یہ حدیث ضعیف ہے، محدثین نے اس کے بعض رواۃ پر کلام کیا ہے، پھر وہ احادیث بھی اس کے معارض و مخالف ہیں، جو تشہد اور سلام کے وجوب پر دلالت کناں ہیں۔“

(مَعالم السّنن : 140/1)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”منکر“ کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 560/2)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُهُ مُنْكَرٌ جِدًّا .

''اسے مرفوع بیان کرنا سخت منکر ہے۔''

(فتح الباري : 218/5)

① عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔اسے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن سعید قطان، امام یحییٰ بن معین، امام ابوزرعہ، امام نسائی، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام بخاری (الضعفاء، ص ۷۰)، امام یعقوب بن شیبہ، امام دارقطنی، امام ساجی، امام ابن حبان، امام ابن عدی، امام جوزجانی، امام البزار، امام ابن خزیمہ، امام ابواحمد حاکم، امام ابن القطان فاسی (الوہم والایہام : ۲/ ۱۴۹)، حافظ ذہبی (تلخیص المستدرک: ۴/ ۳۱۹) وغیرہم رحمہم اللہ نے ''مجروح'' اور ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ .

''بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(خلاصة الأحكام : 449/1، المَجموع : 407/3)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَكْثَرُهُمْ يُضَعِّفُونَهُ .

''اکثر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(التّمهيد : 32/24، تفسير القُرطبي : 230/6)

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِ الْإِفْرِيقِيِّ .

''اکثر محدثین افریقی کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(تنقيح التّحقيق :345/1)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(تخريج أحاديث الإحياء :1901)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزَّوائد : 56/5، 65/8، 250/10)

❁ علامہ ابواسحاق ابن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِ .

''اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(المُبدِع : 87/2)

② عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی ضعیف ہے، اس کا متابع بکر بن سوادہ اگرچہ ثقہ ہے، مگر ان کا سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔ جہاں سماع کی تصریح ہے، وہاں نیچے سند ضعیف ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو .

''بکر بن سوادہ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔''

(المَجموع : 463/3)

تنبیہ ۱:

❁ علامہ محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''(اس) حدیثِ باب کو امام ترمذی نے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن درحقیقت وہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں، جہاں بعض حضرات نے ان کی تضعیف کی ہے، وہیں بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے، لہٰذا یہ حدیث کم از کم ''حسن'' ضرور ہے۔''

(درسِ ترمذی: 184/2)

❁ ایک جگہ کہتے ہیں:

''رشدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی واضح طور پر ضعیف ہیں۔''

(درسِ ترمذی: 260/1)

ایک ہی راوی کو ایک جگہ حسن الحدیث اور دوسری جگہ واضح ضعیف قرار دیا ہے۔

تنبیہ ۲:

❁ علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب نے نصب الرایہ (۶۳/۲) کے حوالے سے لکھا ہے کہ جعفر بن عون نے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کی متابعت کی ہے۔

(معارف السنن: 34/4، نیز دیکھیں احقاق الحق از کوثری: 34)

یہ روایت علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ کا وہم ہے، اگر چہ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے بھی ان کی تقلید میں یہی بات کہی ہے۔

(شرح سنن أبي داود للعيني : 3/139)

❀ جعفر بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ رَافِعٍ وَبَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ .

جعفر بن عون ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور عبدالرحمٰن بن رافع ۱۳۳ ہجری میں فوت ہوئے، بکر بن سوادہ ۱۲۸ ہجری میں اندلس میں فوت ہوئے، اب بتائیں کہ جعفر بن عون ''حدثنی'' کیسے کہہ سکتے ہیں، اس پر سہاگہ یہ کہ ان دونوں کو جعفر بن عون کے استاذوں میں ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ محدثین نے ان کو عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے، جو زیلعی رحمہ اللہ کی سند سے ساقط ہو گیا ہے، جبکہ جعفر بن عون کو عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی کے شاگردوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۴، ۳۷۴۸، مسند عبد بن حمید: ۳۵۰، سنن کبریٰ بیہقی: ۷/ ۳۰۸)

محدثین نے اس حدیث کو زوائد اسحاق بن راہویہ میں بھی ذکر نہیں کیا، ثابت ہوا کہ مسند اسحاق بن راہویہ کی سند سے عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی گر گیا ہے اور اس روایت کا دارو مدار اسی پر ہے، جو کہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ عبدالرحمٰن بن زیاد کی متابعت جعفر بن عون نے کی ہے، سراسر غلط ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ .

''عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم اس روایت کو بکر بن سوادہ اور عبدالرحمٰن بن رافع سے بیان کرنے میں منفرد ہے۔''

(أطراف الغرائب والأفراد : 3550)

امام بزار، امام بیہقی اور حافظ ابن عبد البر رحمہم اللہ نے صراحت کی ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم منفرد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں خود بخود ہوا خارج ہونے اور جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے کا فرق بالکل موجود نہیں ہے، جو کہ احناف کرتے ہیں۔

دلیل نمبر۲:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُّدِ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ وَقَالَ : مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا بَعْدَمَا يَفْرُغُ مِنَ التَّشَهُّدِ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهٗ .

''رسولِ کریم ﷺ تشہد سے فارغ ہوکر ہماری طرف متوجہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے: جو شخص تشہد سے فارغ ہونے کے بعد بے وضو ہو گیا، اس کی نماز مکمل ہو گئی۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 116/5)

روایت باطل ہے۔ اس روایت کو ابو مسعود زجاج موصلی نے موصول بیان کیا ہے، جبکہ دیگر رواۃ نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔ اس کا مرسل ہونا ہی راجح ہے۔

① ابو مسعود زجاج کے بارے میں امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(الجرح والتّعدیل : 227/5)

② صالح بن احمد کا تعین نہیں ہوا۔ اگر یہ ابن ابی مقاتل ہے، تو اس کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكٌ .

''یہ متروک ہے۔''

(سوالات الحاکم : 113)

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَسْرِقُ الْحَدِيثَ وَيُلْزِقُ الْأَحَادِيثَ .

''یہ حدیث میں سرقہ کرتا تھا اور مختلف احادیث کو آپس میں ملا دیتا تھا۔''

(الکامل : 73/4)

امام برقانی رحمہ اللہ نے ''ذاہب الحدیث'' کہا ہے۔

(لِسان المیزان لابن حجَر : 165/3)

③ اس میں غیر دانستہ طور پر ہوا خارج کرنے اور جان بوجھ کر وضو توڑنے کا فرق موجود نہیں۔

دلیل نمبر ۳:

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَضَى التَّشَهُّدَ

فِي الصَّلَاةِ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ التَّسْلِيمُ .

''سلام کے نازل ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ جب تشہد مکمل کرتے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 117/5، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 175/2)

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، عطاء رحمہ اللہ تابعی ہیں۔

معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (۳۸۸۲۔۳۸۸۳)'' والی سند بھی ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

نیز اس میں غیر دانستہ طور پر ہوا خارج کرنے اور جان بوجھ کر وضو توڑنے کا فرق موجود نہیں۔

دلیل نمبر ۴:

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ أَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ .

''نمازی تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر بے وضو ہو گیا، تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 173/2)

سند ضعیف ہے۔

① حکم بن عتیبہ کا عنعنہ ہے۔

② حکم بن عتیبہ کا عاصم بن ضمرہ سے سماع کا مسئلہ ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ رَوَى الْحَكَمُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضُمْرَةَ شَيْئًا .

''میں نہیں جانتا کہ حکم نے عاصم بن ضمرہ سے کچھ روایت کیا ہو۔''

(المَراسيل لابن أبي حاتم : 167)

③ عاصم بن ضمرہ منفرد ہو، تو حجت نہیں۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَدِيءَ الْحِفْظِ فَاحِشَ الْخَطَأِ .

''اس کا حافظہ بے کار ہے، یہ فحش غلطیاں کرتا ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 125/2)

③ اس میں جان بوجھ کر ہوا خارج کر دینے یا خود بخود ہو جانے کا فرق موجود نہیں۔

④ یہ صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 139/2)

۞ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(علل الحديث : 193/2)

دلیل نمبر ۵:

۞ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ فِي الرَّابِعَةِ، ثُمَّ أَحْدَثَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، فَلْيَقُمْ حَيْثُ شَاءَ .

”جب امام چوتھی رکعت میں بیٹھ جائے، پھر بے وضو ہو جائے، تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی، جیسے چاہے، اٹھ جائے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 489/2، سنن الدّارقطني :360/1)

سند ضعیف ہے۔

① ابو معاویہ ضریر کا عنعنہ ہے۔

② حجاج بن ارطاۃ ”ضعیف و مدلس“ ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰی أَنَّہٗ مُدَلِّسٌ، وَضَعَّفَہُ الْجُمْھُورُ، فَلَمْ یَحْتَجُّوا بِہٖ .

”یہ بالاتفاق مدلس ہے، جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اس سے حجت نہیں پکڑی۔“

(تهذيب الأسماء واللُّغات :153/1، المَجموع :274/1)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْجُمْھُورُ عَلٰی أَنَّہٗ لَا یُحْتَجُّ بِہٖ .

”جمہور کے نزدیک اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(ميزان الإعتدال : 296/4)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جُمْھُورُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی تَضْعِیفِ الْحَجَّاجِ .

”جمہور اہل علم حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف کہتے ہیں۔“

(البدر المُنير : 68/6)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ.

''اکثر محدثین ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(التّلخيص الحَبير: 226/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(عُمدة القاري: 250/6)

③ ابواسحاق سبیعی ''مدلس ومختلط'' ہے۔

④ حارث بن عبداللہ اعور ''ضعیف ومدلس'' ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِهِمْ.

''باتفاق محدثین ضعیف ہے۔''

(خلاصة الأحكام: 417/1)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ الْحَارِثَ كَذَّابٌ.

''حارث کے جھوٹے ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(خلاصة الأحكام: 505/1)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْجُمْهُورُ عَلٰى تَوْهِينِ أَمْرِهٖ .

”جمہور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔“

(میزان الاعتدال :437/1)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : 150/9)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(نتائج الأفکار :408/1)

نیز اس میں خود بخود ہوا خارج ہونے یا جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے کا فرق مذکور نہیں، یہ احادیثِ صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اتَّفَقُوا عَلٰى ضَعْفِهٖ .

”اس روایت کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔“

(خلاصة الأحکام :450/1)

دلیل نمبر ٦:

۞ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشہد والی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

إِذَا قُلْتَ هٰذَا أَوْ قَضَيْتَ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ .

''جب آپ یہ تشہد پڑھ لیں، تو آپ کی نماز مکمل ہے، چاہیں تو کھڑے ہو جائیں، چاہے بیٹھے رہیں۔

(سنن أبي داوٗد: 970، وسندہٗ صحیحٌ)

① یہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ نہیں، بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی أَنَّهَا مُدْرَجَةٌ لَيْسَتْ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا هِيَ مِنْ كَلَامِ ابْنِ مَسْعُودٍ .

''حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ زیادت مدرج ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں، بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔''

(خلاصة الأحكام: 449/1)

سنن کبری بیہقی (۲/۱۷۴) اور سنن دارقطنی (۱/۳۵۳) میں باسند صحیح ثابت ہے کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں، راوی نے ''قال عبداللہ'' کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

شَبَابَةُ ثِقَةٌ، وَقَدْ فَصَلَ آخِرَ الْحَدِيثِ جَعَلَهٗ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ مَنْ أَدْرَجَ آخِرَهٗ فِي كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''شبابہ (بن سوار) ثقہ ہے، اس نے حدیث کے آخری حصہ کو علیحدہ بیان کیا

ہے، اسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بنایا ہے، جنہوں نے ان الفاظ کو مدرج بیان کیا ہے، ان میں سے صحیح ترین روایت یہی ہے۔''

(ب) اس قول میں جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے یا سہواً ہوا کے خارج ہونے کا فرق مذکور نہیں۔

(ج) یہ الفاظ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع روایت کے خلاف ہیں۔

❁ ابو معمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَمِيرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : أَنّٰى عَلِقَهَا؟ قَالَ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِهٖ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ .

''مکہ کا امیر نماز میں دو سلام پھیرتا تھا، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے سنت کہاں سے حاصل کر لی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم :581)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے إِذَا قُلْتَ هٰذَا أَوْ قَضَيْتَ هٰذَا کے الفاظ سے رجوع کر لیا تھا، کیونکہ نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دے رہے ہیں۔

(د) یہ الفاظ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے فتویٰ کے بھی خلاف ہیں۔

❁ فرماتے ہیں:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ وَانْقِضَائُهَا التَّسْلِيمُ .

''وضو نماز کی چابی ہے، نماز صرف اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور صرف سلام

پھیرنے سے پوری ہوتی ہے۔‘‘

(السّنن الکبری للبیهقي : 2/16، 173، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ سے رزق کا سوال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے رزق کا سوال کرنا مشروع و مستحب ہے، بے شمار احادیث میں اس کا ثبوت ہے، یہ دنیا میں رغبت نہیں، بلکہ رب تعالیٰ سے تعلق کی علامت ہے۔

❁ طارق بن اشیم اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص اسلام قبول کرتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نماز سکھاتے اور یہ کلمات پڑھنے کا حکم فرماتے:

أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي .

’’اللہ! مجھے معاف فرما، مجھ پہ رحم فرما، مجھے راہِ ہدایت پر چلائے رکھ، ہر طرح کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے بچا لے اور مجھے رزق دے۔‘‘

(صحیح مسلم : 2697)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: آقا! کوئی ذکر بتا دیجئے، فرمایا: پڑھیں:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ .

’’اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، ڈھیروں تعریفیں اسی کے لائق ہیں، وہ پاک ہے اور تمام

جہانوں کا رب ہے، ساری کی ساری قوت و طاقت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ غالب حکمت والا ہے۔“

عرض کیا: یہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے؟ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي .

”اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پہ رحم فرما، مجھے ہدایت پر کاربند رکھ اور مجھے رزق عطا فرما۔“

(صحیح مسلم: 2696)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى أَزْوَاجِهٖ يَبْتَغِي عِنْدَهُنَّ طَعَامًا، فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ؛ فَإِنَّهٗ لَا يَمْلِكُهَا إِلَّا أَنْتَ، فَأُهْدِيَتْ إِلَيْهِ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَقَالَ: هٰذِهٖ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ .

”نبی کریم ﷺ کے پاس مہمان آیا، آپ نے ازواج مطہرات کے یہاں پیغام بھیجا کہ کھانا ہے، مگر کسی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں تجھ سے تیری فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ فضل اور رحمت کا مالک تیرے سوا کوئی نہیں۔ اتنے میں آپ ﷺ کو ایک بھنی ہوئی بکری ہدیہ کی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ہوا اللہ تعالیٰ کا فضل، اب ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں۔“

(المُعجَم الكبير للطّبراني: 178/10، وسندهٗ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا موزوں پر مسح کے احکام میں مردوں اور خواتین کے مابین فرق ہے؟

جواب: مردوں اور خواتین کے تمام احکام مساوی ہیں، الا کہ شریعت میں فرق پر کوئی دلیل وارد ہو جائے۔ مسح کے بارے میں مرد و عورت کے مابین فرق پر کوئی دلیل وارد نہیں، لہٰذا دونوں کے لیے مسح کے احکام ایک جیسے ہیں۔

سوال: کیا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے رزق میں کشادگی آتی ہے؟

جواب: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے چاہیے، یہ کھانے کے آداب میں سے ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اس سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے، ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی کوئی روایت ثابت نہیں۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ .

''اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف ہیں۔''

(تخريج أحاديث الإحياء، ص 433)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُكْثِرَ اللّٰهُ خَيْرَ بَيْتِهٖ، فَلْيَتَوَضَّأْ إِذَا حَضَرَ غَدَاؤُهٗ، وَإِذَا رُفِعَ .

''جس کی چاہت ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی خیر و برکت میں اضافہ کر دے، تو وہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ منہ دھولیا کرے۔''

(سنن ابن ماجه : 2361، أخلاق النّبي صلى الله عليه وسلم لأبي الشيخ : 686)

سند ضعیف ہے۔ کثیر بن سلیم ضبی ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ، وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ .

''میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھولیا جائے۔ میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، تو فرمایا: کھانے کی برکت اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ منہ دھولیا جائے۔''

(مسند الإمام أحمد : سنن أبي داوٗد : 3761، سنن التّرمذي : 1952)

روایت ضعیف و منکر ہے، قیس بن ربیع جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تخریج أحادیث الإحیاء : 3709، محَجَّة القُرَب، ص 111)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ النَّاسُ .

''کئی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزَّوائد : 159/2، 299/3، 116/5)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ كَثِيرُونَ .

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(فيض القدير :213/1)

❁ اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُنكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : 163/2، المُغني لابن قدامة :91/11)

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(عِلل الحديث : 1502)

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(سنن أبي داوٗد، تحت الحديث :3761)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''غیر ثابت'' قرار دیا ہے۔

(العِلل المتناهية : 163/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ مِمَّا يَنْفِي الْفَقْرَ، وَهُوَ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ .

''کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ منہ دھونا غریبی مٹانے کا باعث ہے، نیز یہ رسولوں کی سنت ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 7166)

روایت باطل ہے۔

① نہشل بن سعید ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② ضحاک بن مزاحم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔

(اتّحاف المَهرة لابن حجَر : 248/7)

③ مروان بن طیب واسطی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ محمد بن عبدالرحیم دیباجی کی توثیق ثابت نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَعَةٌ فِي الرِّزْقِ وَرَدْعُ سَيِّئَةِ الشَّيْطَانِ الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ .

''کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ منہ دھونا رزق میں کشادگی اور شیطان کی برائی سے بچنے کا باعث ہے۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 99/5)

روایت من گھڑت ہے۔

① عبدالوہاب بن ضحاک سلمی ''متروک وکذاب'' ہے۔

② سعید بن عمارہ کلاعی ''مجہول'' ہے۔

③ حارث بن نعمان لیثی ''ضعیف ومنکر الحدیث'' ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ حَسَنَةٌ، وَبَعْدَ الطَّعَامِ حَسَنَتَانِ .

''کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھونے سے ایک نیکی ملتی ہے اور کھانے کے بعد دھونے سے دو نیکیاں ملتی ہیں۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر : 126/7)

روایت باطل ہے۔

① عیسیٰ بن ابراہیم بن طہمان ہاشمی ''متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

② حکم بن عبداللہ بن سعد ایلی ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

③ احمد بن سنان قشیری کی توثیق معلوم نہیں ہو سکی

④ زہری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

سوال: کیا بیوی کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: بیوی کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ شہوت کی وجہ سے شرمگاہ سے کوئی چیز نکل آئے، تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوا عَلٰی مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَصَلُّوا وَرَاءَ مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''ہر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے کی نماز جنازہ پڑھیں اور ہر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے

والے کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔“

(سنن الدّارقطني :1761)

جواب: روایت باطل اور موضوع ہے۔

① عثمان بن عبدالرحمٰن وقاصی ”متروک وکذاب“ ہے۔

② حجاج بن نصیر ”ضعیف“ ہے۔

③ عطاء بن ابی رباح کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

اس روایت کی دیگر سندیں بھی باطل اور موضوع ہیں۔

❀ سنن دارقطنی (۱۷۶۲) والی سند بھی جھوٹی ہے۔ ابوالولید خالد بن اسماعیل مخزومی ”متروک ووضاع“ ہے۔

ابوالولید کی متابعت ابوالبختری وہب بن وہب نے کی ہے۔(العلل لابن الجوزی: ۷۱۴) ابوالبختری ”وضاع“ ہے۔

❀ سنن دارقطنی (۱۷۶۳) والی سند بھی جھوٹی ہے۔

① محمد بن فضل بن عطیہ ”متروک وکذاب“ ہے۔

② محمد بن عیسیٰ بن حیان ”ضعیف“ ہے۔

❀ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۳۲۰/۱۰) والی سند بھی جھوٹی ہے۔

① نصر بن حریش صامت ”ضعیف“ ہے۔

② اسحاق بن ابراہیم ابن سنین ختلی ”ضعیف“ ہے، اس نے ”موضوع“ روایت بیان کر رکھی ہے۔

❀ فوائد تمام (۴۰۱) والی سند باطل ہے۔ عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ

عثمانی ''متروک الحدیث'' ہے۔

سوال: کیا ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اس معنی میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا .

''اس بارے میں ہم نے کوئی ثابت روایت نہیں سنی۔''

(العِلل المتناهية لابن الجوزي :425/1)

❁ **امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَدْ رُوِيَ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَالصَّلَاةِ عَلٰى مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَحَادِيثُ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ غَايَةَ الضَّعْفِ .

''ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز پڑھنے اور ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق کئی احادیث مروی ہیں، سب کی سب سخت ضعیف ہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ : 19/4)

❁ **حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا لَا تَصِحُّ .

''اس بارے میں مروی تمام احادیث غیر ثابت ہیں۔''

(العِلل المتناهية :426/1)

❁ **حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كُلُّهَا وَاهِيَةٌ .

''اس معنی کی تمام روایات ضعیف ہیں۔''

(المَقاصد الحَسنة : 635)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَهٗ طُرُقٌ ضَعِيفَةٌ .

''اس حدیث کی (تمام) سندیں ضعیف ہیں۔''

(البدر المُنير : 356/4)

۞ امام اللغہ، فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِيهِ حَدِيثٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔''

(رِسالة في بيان ما لم يثبت فيه حديث من الأبواب، ص 23)

ثابت ہوا کہ ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے متعلق جتنی روایات مروی ہیں، سب کی سندیں ضعیف ہیں، ان ضعیف سندوں جس سند میں سب سے کم ضعف ہے، وہ یہ ہے:

۞ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ .

''فرض نماز ہر مسلمان کی اقتدا میں پڑھنا واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد، اگر چہ وہ کبائر کا مرتکب ہو۔''

(سنن أبي داود : 594، 2533)

سند ضعیف ہے۔ مکحول کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُكَفِّرُوا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ قِبْلَتِي بِذَنْبٍ وَإِنْ عَمِلُوا الْكَبَائِرَ وَصَلُّوا خَلْفَ كُلِّ إِمَامٍ .

''کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر مت کریں، اگرچہ وہ کبائر کا ارتکاب کریں اور ہر (نیک و بد) امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔''

(سنن الدّارقطني : 1760، الضّعفاء الكبير للعقيلي : 90/3)

سند باطل ہے۔ اس میں کئی مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُثْبَتُ إِسْنَادُهُ، مَنْ بَيْنَ عَبَّادٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ ضُعَفَاءُ .

''اس کی سند ثابت نہیں، عباد اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان سب راوی ضعیف ہیں۔''

(سنن الدّارقطني، تحت الحديث : 1760)

❀ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذَيْنِ الْمَتْنَيْنِ إِسْنَادٌ يَثْبُتُ .

''ان دونوں متن میں کوئی سند ثابت نہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 90/3)

سوال: حدیث میں ہے کہ سورت کہف کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہتا ہے، ان آیات کا فتنہ دجال سے کیا تعلق ہے؟

جواب: سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ قَالَ : مَنْ رَّآهُ

مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ .

”رسول اللہ ﷺ نے دجّال کا تذکرہ کیا، تو فرمایا: جب آپ اسے دیکھیں، تو سورت کہف کی ابتدائی آیات تلاوت کریں۔“ (صحیح مسلم : 2937)

❁ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنَ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .

”سورت کہف کی دس آیات تلاوت کرنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔“

(صحیح مسلم : 809)

❁ صحیح مسلم (۸۰۹) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ .

”سورت کہف کی پہلی دس آیات پر محافظت کرنے والا فتنۂ دجّال سے محفوظ رہے گا۔“

❁ صحیح مسلم (۸۰۹) میں مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ کے الفاظ بھی ہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ كَمَا أُنْزِلَتْ، كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مَقَامِهٖ إِلٰى مَكَّةَ، وَمَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِهَا ثُمَّ خَرَجَ الدَّجَّالُ لَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ .

”جس نے سورت کہف اسی طرح پڑھی، جیسے نازل ہوئی ہے، تو یہ روز قیامت اس کے لئے نور ہوگی، اس جگہ سے مکہ تک۔ جس نے سورت کہف کی آخری دس آیات تلاوت کیں اور اسی اثنا دجّال کا خروج ہوگیا، تو وہ اس پر تسلط قائم

نہیں کر سکے گا۔‘‘

(المُستدرك على الصّحيحين للحاكم : 564/1؛ المُعجم الأوسط للطّبراني : 1455؛ شُعب الإيمان للبيهقي : 2499؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ روایت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے، یاد رہے موقوف روایت مرفوع کے لئے باعث تقویت ہوتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ سورت کہف کی پہلی دس اور آخری دس آیات پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ الكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .

’’سورت کہف کی پہلی تین آیات پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔‘‘

(سنن التّرمذي : 2886، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ’’حسن صحیح‘‘ کہا ہے۔

ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان احادیث کا فتنہ دجال سے تعلق سمجھ نہیں آتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ہی کافی ہے، اب ان کا تعلق سمجھ آئے یا نہ آئے، ہم اس کو تسلیم کریں گے، بعض علما نے ان کا فتنہ دجال سے تعلق واضح کیا ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

اَلدَّجَّالُ : الْكَذَّابُ، وَقَدِ اشْتَهَرَ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ بِالَّذِي يَخْرُجُ

فِي آخِرِ الزَّمَانِ، وَالْعِصْمَةُ : الْمَنْعُ، وَأَمَّا تَخْصِيْصُ ذٰلِكَ بِعَشَرِ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ فَالَّذِي يَظْهُرُ لَنَا فِيْهَا مِنَ الْحِكْمَةِ أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَدُنْهُ﴾ (الْكَهْف : 2) يُهَوِّنُ بَأْسَ الدَّجَّالِ، وَقَوْلُهٗ : ﴿وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا، مَاكِثِيْنَ فِيْهِ أَبَدًا﴾ (الْكَهْف : 2-3) يُهَوِّنُ الصَّبْرَ عَلٰى فِتَنِ الدَّجَّالِ بِمَا يُظْهِرُ مِنْ نَعِيْمِهٖ وَعَذَابِهٖ، وَقَولُهٗ : ﴿وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (الْكَهْف : 4)، وَقَوْلُهٗ : ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (الْكَهْف : 5) فَذَمَّ مَنْ يَدَّعِي لَهٗ وَلَدًا، وَلَا مِثْلَ لَهٗ، فَكَيْفَ يَدَّعِي الْإِلٰهِيَةَ مَنْ هُوَ مِثْلٌ لِّلْخَلْقِ، فَقَدْ تَضَمَّنَتِ الْآيَاتُ مَا يَصْرِفُ فِتْنَةَ الدَّجَّالِ، إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا : رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (الْكَهْف : 10) فَهٰؤُلَاءِ قَوْمٌ أُبْتُلُوْا فَصَبَرُوْا وَسَأَلُوْا صَلَاحَ أُمُورِهِمْ فَأَصْلَحَتْ، وَهٰذَا تَعْلِيْمٌ لِّكُلِّ مَدْعُوٍّ إِلَى الشِّرْكِ، وَمَنْ رَوٰى «مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ» فَإِنَّ فِي قَوْلِهٖ تَعَالَى : ﴿وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ﴾ (الْكَهْف : 100) مَا يُهَوِّنُ مَا يُظْهِرُهٗ مِنْ نَّارِهٖ، وَقَوْلِهٖ : ﴿الَّذِيْنَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي﴾ (الْكَهْف : 101) يُنَبِّهٗ عَلَى

التَّغْطِيَةِ عَلٰى قُلُوْبِ تَابِعِيِّ الدَّجَّالِ، فَإِنَّهٗ يَكْفِي فِي تَكْذِيْبِهٖ أَنَّهٗ جِسْمٌ مُؤَلَّفٌ يَّقْبَلُ التَّجَزُّؤَ، وَفِي الْآيَاتِ : ﴿أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (الْكَهْف : 110) وَالْمُؤَلِّفُ لِلْأَشْيَاءِ لَا يَكُوْنُ مُؤَلَّفًا، ثُمَّ هُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى حِمَارٍ، وَخَالِقُ الْأَشْيَاءِ يَكُوْنُ حَامِلًا لَّهَا لَا مَحْمُولًا، ثُمَّ هُوَ مُعِيْبٌ بِالْعَوَرِ، وَالصَّانِعُ لَا يَطْرُقُهٗ عَيْبٌ، إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا تَتَضَمَّنَهٗ تِلْكَ الْآيَاتِ مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى كِذْبِ الدَّجَّالِ وَالْكَشْفِ عَنْ فِتْنَتِهٖ .

”دجال کا ذکر مطلق ہو تو مراد آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا دجال ہوتا ہے۔ عصمت سے مراد تحفظ ہے۔ باقی رہا سورت کہف کی پہلی دس آیات کی تخصیص کا معاملہ...تو ہمارے نزدیک اس میں حکمت یہ ہے: ﴿لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ﴾ (الْكَهْف : 2) ”اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے۔“ اس آیت میں دجّال کے حملوں سے محفوظ رہنے کی تسلی دینا مقصود ہے۔﴿وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا، مَاكِثِيْنَ فِيْهِ أَبَدًا﴾ (الْكَهْف : 2-3) ”نیک عمل کرنے والے اہل ایمان کو خوش خبری دیجئے کہ ان کے لئے پر کیف اجر و ثواب ہے، وہ ہمیشہ اس اجر کے حق دار رہیں گے۔“ اس آیت میں دجّال کے فتنوں سے صبر کی تلقین ہے، فتنوں سے مراد وہ سزائیں یا عطائیں ہیں، جو دجال انسانوں کے ساتھ روا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (الْكَهْف : 4) ”جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنا لیا انہیں بھی

ڈرائیں۔'' اور: ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (الْكَهْف : 5) ''بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے۔'' میں اس کی مذمت ہے، جو اللہ کے لئے اولاد کا عقیدہ رکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی نہیں، لہٰذا مخلوق کا ہم مثل الوہیت کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے؟ یہ آیات فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ ﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (الْكَهْف : 10) ''جب جوان غار میں جا رہے، تو کہنے لگے: اللہ! ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستی (کے اسباب) مہیا کر۔'' اصحاب کہف نے دورِ آزمائش میں صبر کا مظاہرہ کیا اور معاملات کی درستی کا سوال کیا، ان کے معاملات سدھار دیئے گئے، جنہیں شرک کی طرف بلایا جائے گا، یہاں ان کے لئے تعلیم ہے کہ شرک سے بچ جائیے۔ بعض راویوں سے سورت کہف کی آخری دس آیات پڑھنا منقول ہے، ان کا تعلق دجال سے یوں ہے: ﴿وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ﴾ (الْكَهْف : 100) ''اس روز ہم جہنم (کافروں کے سامنے) لائیں گے۔'' اس میں دجال کے پاس موجود آگ کی تحقیر ہے۔ ﴿الَّذِيْنَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي﴾ (الْكَهْف : 101) ''جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں۔'' بتایا جا رہا ہے کہ دجّال کے ہمنواؤں کے دلوں پر پردے ہوں گے، حالاں کہ دجّال کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جسم سے مرکب ہے، جو ایک دن منکسر بھی ہوسکتا ہے۔ (بلکہ یقیناً ہوگا) اور اِس آیت: ﴿أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (الْكَهْف : 110) ''تمہارا معبود ایک ہی ہے۔'' میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا خالق ہے، جبکہ خالق مخلوق نہیں

ہوسکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ دجّال گدھے پر سوار ہوگا، حالاں کہ خالق حامل، تو ہوسکتا ہے، محمول نہیں ہوسکتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ دجّال کانا ہوگا اور صانع (خالق) عیوب سے پاک ہوتا ہے، اس جیسی اور بھی باتیں ان آیات میں بیان کردی گئی ہیں، جو دجّال کے جھوٹ اور اس کے فتنے کو خوب آشکارا کرتی ہیں۔‘‘

(کشف المُشکِل من حدیث الصّحیحین : 2/166,165)

تنبیہ:

جمعہ والے دن سورت کہف پڑھنا باسند صحیح ثابت نہیں۔

سوال: دفن کے بعد قبر پر سورت بقرہ کا اول اور آخر حصہ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے اور پائینتی (پاؤں کی جانب) سورت بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی قراءت ثابت نہیں ہے، اس حوالے سے جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، ان کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

❁ عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج نے اپنے باپ سے بیان کیا، مجھ سے میرے والد لجلاج ابو خالد نے کہا، اے بیٹا! جب میں مر جاؤں، تو میرے سر کے پاس سورت بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(المُعجم الکبیر للطّبراني : 19/220، مَجمع الزوائد : 3/44)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔ عبدالرحمٰن بن العلاء ’’مجہول الحال‘‘ ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ’’الثقات (۷/۹۰)‘‘ میں ذکر کیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس (میت) کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور اس کے پاؤں کے پاس سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 240/12)

سند سخت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ''ضعیف'' ہے۔

② ایوب بن نہیک کو امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' اور امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف الحدیث'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم :259/1)

یہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنن کبریٰ بیہقی (۵۶/۴) میں موقوفاً بھی آئی ہے۔ اس کی سند عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ عامر شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

''انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کے اردگرد قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(الأمر بالمَعروف والنّهي عن المُنكر للخلّال : 123، مصنّف ابن أبي شيبة : 236/3)

سند سخت ضعیف ہے۔

① مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، آخری عمر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا، نیز یہ ''تلقین'' بھی قبول کرتا تھا، امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سے متابعت میں روایت لی ہے، اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری:۴۸۰/۹) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

② حفص بن غیاث ''مدلس'' ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

ثابت ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر سورت بقرہ کی اوّل و آخری آیات کی تلاوت بے

ثبوت عمل ہے، شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں، ویسے بھی مطلق طور پر قبرستان میں تلاوت ممنوع ہے۔

سوال: کیا چھوٹے بچے قرآن کریم کو پکڑ سکتے ہیں؟

جواب: بچہ سمجھ دار ہو، قرآن کریم کے اداب واحترام سے واقف ہو، تو وہ قرآن کریم ہاتھ میں پکڑ سکتا ہے، خواہ اسے پڑھنا نہ آتا ہو، البتہ چھوٹے بچے جو قرآن کریم کے آداب سے واقف نہیں، انہیں قرآن ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے، بلکہ پہلے اسے قرآن کے آداب سے آشنا کرانا چاہیے۔

سوال: کیا بغل میں ہاتھ پھیرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: کیا بے وضو شخص سجدہ تلاوت کرسکتا ہے؟

جواب: سجدہ تلاوت نماز نہیں ہے اور وضو نماز کے لیے شرط ہے، سجدہ تلاوت کے لیے نہیں، لہٰذا سجدہ تلاوت بے وضو حالت میں بھی جائز ہے، نیز جب زبانی تلاوت بے وضو شخص کرسکتا ہے، تو سجدہ تلاوت بھی کرسکتا ہے۔

سوال: کیا عید اور نماز جنازہ کے لیے تیمّم جائز ہے؟

جواب: تیمّم وضو اور غسل کا بدل ہے، لہٰذا پانی میسر نہ ہو یا اسے استعمال کرنا ممکن نہ ہو، تو ہر اس کام کے لیے تیمّم کیا جاسکتا ہے، جس کے لیے وضو یا غسل ضروری ہے۔

سوال: کیا تیمّم کے لیے انگلیوں سے انگوٹھی وغیرہ اتارنا ضروری ہے؟

جواب: انگوٹھی وغیرہ اتارنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: صفات باری تعالیٰ کے اثبات میں سلف صالحین کا طریقہ کیا ہے؟

(جواب): شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) صفات باری تعالیٰ کے متعلق سلف صالحین صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جِماعُ الْقَوْلِ فِي إِثْبَاتِ الصِّفَاتِ؛ هُوَ الْقَوْلُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا، وَهُوَ أَنْ يُّوصَفَ اللّٰهُ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ، وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُولُهٗ، وَيُصَانُ ذٰلِكَ عَنِ التَّحْرِيفِ وَالتَّمْثِيلِ وَالتَّكْيِيفِ وَالتَّعْطِيلِ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ؛ لَا فِي ذَاتِهٖ، وَلَا فِي صِفَاتِهٖ، وَلَا فِي أَفْعَالِهٖ، فَمَنْ نَّفٰى صِفَاتِهٖ؛ كَانَ مُعَطِّلًا، وَمَنْ مَّثَّلَ صِفَاتِهٖ بِصِفَاتِ مَخْلُوقَاتِهٖ؛ كَانَ مُمَثِّلًا، وَالْوَاجِبُ إِثْبَاتُ الصِّفَاتِ، وَنَفْيُ مُمَاثَلَتِهَا لِصِفَاتِ الْمَخْلُوقَاتِ إِثْبَاتًا بِلَا تَشْبِيهٍ، وَتَنْزِيهًا بِلَا تَعْطِيلٍ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾، فَهٰذَا رَدٌّ عَلَى الْمُمَثِّلَةِ، ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ رَدٌّ عَلَى الْمُعَطِّلَةِ، فَالْمُمَثِّلُ يَعْبُدُ صَنَمًا، وَالْمُعَطِّلُ يَعْبُدُ عَدَمًا.

''صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں اصل بات وہی ہے، جو سلفِ امت اور ائمہ دین نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا جائے، جن سے خود اس نے اپنے آپ کو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متصف کیا ہے۔ نیز ان اوصاف کو تحریف (معنیٰ بدلنے)، تمثیل (مثال بیان کرنے)، تکییف (کیفیت بیان کرنے) اور تعطیل (انکار کرنے) سے بچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم مثل کوئی نہیں، نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال

میں۔ جوشخص اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتا ہے، وہ مُعَطِّل ہے اور جو اللہ کی صفات کومخلوق کی صفات سے مثال دے کر بیان کرتا ہے، وہ مُمَثِّل ہے۔ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کیا جائے اور اس کی صفات کے مخلوقات کی صفات سے مشابہ ہونے کی نفی کی جائے۔ یعنی صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات بغیر تشبیہ کے ہو اور صفاتِ مخلوقات سے مشابہت کی نفی بغیر انکار کے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (اس کی مثل کوئی نہیں)، یہ الفاظ تشبیہ دینے والوں کا ردّ کرتے ہیں اور ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے)، یہ الفاظ صفات کا انکار کرنے والوں کے ردّ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کومخلوقات کی صفات سے تشبیہ دینے والا بت کا پجاری ہے، جبکہ صفاتِ باری تعالیٰ کا انکاری معدوم چیز کی پوجا کرتا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 515/6)

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے، جس طرح کتاب وسنت میں وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حقیقی اور باکمال ہیں، ان میں تاویل (نصوص اور صفات باری تعالیٰ کو ان کے حقیقی معنی ومدلول سے پھیر دینا)، تحریف (نصوص کو ان کے حقیقی معنی سے پھیر دینا)، تکییف (تمثیل کے بغیر صفت کی کیفیت بیان کرنا)، تمثیل (اللہ کی صفت کومخلوق کی صفت کے مثل قرار دینا)، تشبیہ (اللہ کی صفت کومخلوق کی صفت کے مشابہ قرار دینا)، تعطیل (اللہ تعالیٰ کی صفت کا انکار کرنا) اور تفویض (صفات کے الفاظ کو تو ماننا، مگر معنی کا انکار کر دینا) جائز نہیں۔

ہر معطل ممثل ہوتا ہے، ہر ممثل معطل ہوتا ہے، ہر ممثل مکیف ہوتا ہے، ہر مکیف ممثل نہیں ہوتا،

ممثل اور مکیف میں عموم وخصوص مطلق پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں۔صفات باری تعالیٰ توقیفی ہیں،صفات کا منکر، ذات باری تعالیٰ کا منکر ہے۔صفات کا انکار کفرِ جحود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت تین طرح سے ہوتی ہے، اس کے ناموں، اس کے کاموں اور اس کی صفات سے۔ جو صفات میں گمراہ ہو گیا، وہ ذات میں گمراہ ہو گیا، کیونکہ صفات باری تعالیٰ، ذات باری تعالیٰ کی غیر نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ثابت کرنے سے مخلوق کی ذات سے تشبیہ لازم نہیں آتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے شایان شان ہے اور مخلوق کی ذات اس کے شایان شان ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے سے مخلوق کی صفات سے تشبیہ لازم نہیں آتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے شایان شان ہیں اور مخلوق کی صفات اس کی شایان شان ہیں۔جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات مثل، تشبیہ اور نقص سے پاک ہے، اسی طرح اس کی صفات بھی مثل، تشبیہ اور نقص سے پاک ہیں۔

سوال: کیا مسجد کی مٹی سے تیمّم جائز ہے؟

جواب: پاک مٹی سے تیمّم جائز ہے۔

سوال: ایک شخص پر غسل فرض ہے اور فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو چکی ہے، اب وہ غسل کرے گا، تو جماعت گزر جائے گی، تو کیا وہ تیمّم کر کے جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟

جواب: وہ تیمّم کر کے جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا، وہ غسل کرے، کیونکہ جنبی کے لیے تیمّم اس صورت میں جائز ہے، جب پانی میسر نہ ہو یا وہ پانی استعمال نہ کر سکتا ہو۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ضحک'' (ہنسنا) ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ضحک'' ثابت ہے، جیسا کہ اس کی شان وعظمت کے لائق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ میں سے ہے، جنہیں صفات اختیاریہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے ساتھ ہیں، جب چاہے ان صفات سے متصف ہو اور جب چاہے متصف نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾(الحجّ : ۱۸)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔''

اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ضحک'' ثابت کرتے ہیں، اس کی تاویل نہیں کرتے۔ بعض جو اہل سنت والجماعت کے عقائد سے منحرف ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ''ضحک'' کی تاویل رضا اور رحمت سے کرتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ، فَإِذَا ضَحِكَ مِنْهُ ....

''......اللہ تعالیٰ اس (آخری جنتی کی دعا) پر ہنسے گا، جب اس کی بات پر ہنسے گا، تو......۔''

(صحيح البخاري : 7437، صحيح مسلم : 182)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ .

”اللہ تعالیٰ ان دو بندوں پر ہنستا ہے، جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں چلے گئے۔“

(صحيح البخاري : 2826، صحيح مسلم : 1890)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ إِثْبَاتِ ضَحِكِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ بِلَا صِفَةٍ تَصِفُ ضَحِكَهُ، جَلَّ ثَنَاؤُهُ، لَا وَلَا يُشَبَّهُ ضَحِكَهُ بِضَحِكِ الْمَخْلُوقِينَ، وَضَحِكُهُمْ كَذٰلِكَ، بَلْ نُؤْمِنُ بِأَنَّهُ يَضْحَكُ، كَمَا أَعْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَسْكُتُ عَنْ صِفَةِ ضَحِكِهِ جَلَّ وَعَلَا، إِذِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَأْثَرَ بِصِفَةِ ضَحِكِهِ، لَمْ يُطْلِعْنَا عَلٰى ذٰلِكَ، فَنَحْنُ قَائِلُونَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقُونَ بِذٰلِكَ، بِقُلُوبِنَا مُنْصِتُونَ عَمَّا لَمْ يُبَيَّنْ لَنَا، مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهِ .

”اس بات کا ذکر کہ ہمارا رب عزوجل ہنستا ہے، اس کے ہنسنے کی کیفیت معلوم نہیں، اس کا ہنسنا مخلوق کے ہنسنے کے مشابہ نہیں اور نہ مخلوق کا ہنسنا اللہ کے ہنسنے کے مشابہ ہے، بلکہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے، ہم اس کے ہنسنے کی کیفیت بارے خاموشی اختیار کرتے

ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہنسنے کی کیفیت کا علم اپنے پاس رکھا ہے، ہمیں اس پر مطلع نہیں کیا۔ لہٰذا ہم وہی کہیں گے، جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور دل سے اس کی تصدیق کریں گے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں ہی رکھا اور نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیں بیان نہیں کیا، تو ہم اس سے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔“

(کتاب التّوحید : 563/2)

❁ امام ابوبکر، محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ الْإِيمَانِ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ ...... اعْلَمُوا وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ لِلرَّشَادِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ يَصِفُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُولُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهٰذَا مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ مِمَّنِ اتَّبَعَ وَلَمْ يَبْتَدِعْ وَلَا يُقَالُ فِيهِ : كَيْفَ؟ بَلِ التَّسْلِيمُ لَهٗ، وَالْإِيمَانُ بِهٖ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ كَذَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ صَحَابَتِهٖ وَلَا يُنْكِرُ هٰذَا إِلَّا مَنْ لَا يُحْمَدُ حَالُهٗ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ .

”اس پر ایمان لانے کا بیان کہ اللہ عزوجل ہنستا ہے۔...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو قول و فعل میں ہدایت کی توفیق دے، جان لیجئے کہ اہل حق اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کرتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے خود کو متصف کیا ہے، یا اس کے رسول ﷺ نے اسے متصف کیا ہے، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متصف کیا

ہے۔ یہ ان علما کا مذہب ہے، جنہوں نے دین کا اتباع کیا، نہ کہ دین میں بدعات ایجاد کیں۔ صفت ضحک میں کیفیت بارے سوال نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے تسلیم کیا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ سے یہی مروی ہے۔ اس کا انکار وہی کرتے ہیں، جن کے متعلق اہل حق اچھی رائے نہیں رکھتے۔''

(الشّريعة : 1051/2)

سوال: ایک شخص کے پاس اتنا کم پانی ہے کہ اس سے تمام اعضائے وضو نہیں دھوئے جا سکتے، تو وہ کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ تیمّم کر لے۔

سوال: تین طلاقیں اکھٹی دینا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

جواب: قطع نظر اس کے کہ تین اکھٹی طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں، تین طلاقیں اکھٹی دینا دین کے ساتھ کھلواڑ ہے، نبی کریم ﷺ نے اس پر سخت نکیر فرمائی ہے۔

❀ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ : أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ .

''رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو تین اکھٹی طلاقیں دے دی ہیں، تو آپ ﷺ غصے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا میری موجودگی میں احکام الٰہیہ سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے؟''

(سنن النّسائي :3401، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الإلمام بأحاديث الأحكام :541/1)

✿ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الجَوهر النّقي :333/7)

قرآن کریم نے طلاق کا جو طریقہ بیان کیا ہے، اس میں تین طلاقیں اکٹھی دینے کا ثبوت نہیں۔ یہ طلاق کا بدعی طریقہ ہے۔

✿ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾(البقرة : ٢٢٩)

''طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔''

سوال: ایک شخص کے پاس پانی موجود تھا، مگر وہ بھول گیا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، بعد میں یاد آیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی نماز درست ہے، تیمّم سے طہارت حاصل ہوگئی۔

سوال: ایک شخص نے نماز عشاء کے بعد بیوی سے مجامعت کی اور بغیر غسل کیے سو گیا، صبح سے پہلے فوت ہو گیا، تو کیا اس پر غسل واجب ہے اور کیا وہ گناہ گار ہو گا؟

جواب: جنبی کے لیے سونے سے پہلے غسل کرنا ضروری نہیں، بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ بغیر غسل کیے سو جائے اور نماز فجر کے وقت غسل کر لے۔

✿ عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ؟ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ؟ أَمْ

يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ؟ قَالَتْ : كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ، وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ، قُلْتُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

''رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں کیا کرتے تھے،غسل کر کے سوتے تھے یا پہلے سو جاتے پھر غسل کرتے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: دونوں طرح کر لیتے تھے،کبھی غسل کر کے سوتے،تو کبھی صرف وضو کر کے سو جاتے (اور بیدار ہو کر غسل کر لیتے) میں نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے۔''

(صحیح مسلم :307)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيهِ، وَهِيَ تَسْمَعُ مِنْ وَّرَاءِ الْبَابِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ، أَفَأَصُومُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «وَأَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ، فَأَصُومُ»، فَقَالَ : لَسْتَ مِثْلَنَا، يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ : «وَاللّٰهِ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي».

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں دروازے کی اوٹ

سے سن رہی تھی، اس نے عرض کیا: میں نماز کے وقت جنبی ہوتا ہوں تو کیا اسی حالت میں روزہ رکھ لوں؟ فرمایا: میں بھی نماز کے وقت جنبی ہوتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں، عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ آپ ہمارے جیسے نہیں۔ فرمایا: اللہ کی قسم! امید ہے کہ میں آپ سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور بہتر جانتا ہوں کہ تقوی کیا ہے۔"

(صحیح مسلم :1110/79)

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ، لَا مِنْ حُلُمٍ، ثُمَّ لَا يُفْطِرُ وَلَا يَقْضِي .

"رسول اللہ ﷺ جماع کی وجہ سے جنبی ہوتے، اسی حالت میں صبح ہو جاتی، لیکن آپ نہ روزہ چھوڑتے، نہ قضا دیتے۔"

(صحیح مسلم :1109/77)

لہٰذا جو حالت جنابت میں سو گیا اور صبح سے پہلے فوت ہو گیا، اس پر کوئی گناہ نہیں، نہ اس پر غسل واجب ہے، کیونکہ اب وہ مکلّف نہیں رہا۔

سوال: عورت ماہواری سے فارغ ہوئی، پانی میسر نہیں، تو کیا کرے؟

جواب: ماہواری کے بعد پانی میسر نہ ہو، تو تیمّم کرے گی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ﴾ (النساء : ٤٣، المائدة : ٦)

”پانی میسر نہ ہو، تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیں، چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لیں۔“

معلوم ہوا کہ پانی نہ ملے، تو پاک مٹی سے تیمّم کرنا ضروری ہے، اسلاف امت یہی کہتے ہیں:

① مطر وراق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ الْحَسَنَ وَعَطَاءً عَنِ الرَّجُلِ تَكُونُ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فِي سَفَرٍ، فَتَحِيضُ، ثُمَّ تَطْهُرُ، وَلَا تَجِدُ الْمَاءَ، قَالَا : تَتَيَمَّمُ وَتُصَلِّي، قَالَ : قُلْتُ لَهُمَا : يَطَؤُهَا زَوْجُهَا ؟ قَالَا : نَعَمْ، الصَّلَاةُ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ .

”میں نے حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے پوچھا کہ عورت شوہر کے ہمراہ سفر میں ہو، اسے ماہواری آجائے، پھر وہ پاک ہو جائے، لیکن اسے پانی نہ ملے (تو کیا کرے؟) فرمانے لگے: تیمّم کر کے نماز پڑھے۔ عرض کیا: اس کا خاونداس سے تعلق قائم کر سکتا ہے؟ فرمایا: نماز اس سے بڑا عمل ہے۔“

(سنن الدارمي : 1213، وسندهٗ حسنٌ)

② حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ يَّغْشَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَلَيْسَ بِحَضْرَتِهٖ مَاءٌ، إِذَا طَهُرَتْ مِنْ حَيْضَتِهَا فِي سَفَرٍ إِذَا تَيَمَّمَتْ .

”اگر سفر میں ماہواری سے پاک ہو جائے اور پانی نہ ملنے پر تیمّم کر لے، تو خاوند اس سے تعلق قائم کر سکتا ہے، کوئی حرج نہیں۔“

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :1/310، وسندهٗ حسنٌ)

③ **امام مالک رحمہ اللہ سے سوال ہوا، تو فرمایا:**

لِتَتَيَمَّمْ، فَإِنَّ مَثَلَهَا مَثَلُ الْجُنُبِ، إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً تَيَمَّمَ .

''اس صورت میں عورت تیمّم کرے، کیونکہ اس کا حکم جنبی کا سا ہے، جب اسے پانی نہیں ملتا، تو وہ تیمّم ہی کرتا ہے۔''

(المؤطّأ :59/1)

④ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَوْلُ عَامَّةِ الفُقَهَاءِ : أَنَّ الْجُنُبَ، وَالْحَائِضَ إِذَا لَمْ يَجِدَا الْمَاءَ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا .

''اکثر فقہا کا قول ہے کہ جنبی اور حائضہ اگر پانی نہ پائیں، تو تیمّم کر کے نماز پڑھیں گے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 124)

نفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔

سوال: کیا حائضہ دینی کتب کو چھو سکتی ہے؟

جواب: حائضہ یا جنبی دینی کتب کو چھو بھی سکتے ہیں اور پڑھ بھی سکتے ہیں، البتہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتے، نہ مصحف ہاتھ میں پکڑ کر، نہ زبانی۔

سوال: کیا غسل میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا ضروری ہے؟

جواب: نہیں، البتہ تمام اعضا کو تر کرنا ضروری ہے۔

سوال: کیا مشت زنی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: بلاشبہ جلق (مشت زنی) ناجائز، حرام اور لغو حرکت ہے۔ یہ انتہائی قبیح اور

رسوا کن گناہ ہے۔ دین و دنیا کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس سے قوائے جسمانی کمزور ہو جاتے ہیں، قبل از وقت بڑھاپا چھا جاتا ہے۔ چہرے کی رعنائی ختم ہو جاتی ہے۔ نامردی اور بانجھ پن کا سبب ہے۔ نسیان کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ اعصابی، دماغی اور جسمانی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

عَامَّةُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ، وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: إِنَّهٗ كَالْفَاعِلِ بِنَفْسِهٖ، وَهِيَ مَعْصِيَةٌ أَحْدَثَهَا الشَّيْطَانُ وَأَجْرَاهَا بَيْنَ النَّاسِ حَتّٰى صَارَتْ قِيلَةً، وَيَا لَيْتَهَا لَمْ تُقَلْ، وَلَوْ قَامَ الدَّلِيلُ عَلٰى جَوَازِهَا لَكَانَ ذُو الْمُرُوءَةِ يُعْرِضُ عَنْهَا لِدَنَاءَتِهَا.

”اکثر اہل علم مشت زنی کو حرام سمجھتے ہیں، بعض اہل علم نے تو کہا ہے کہ یہ اپنے ہی ساتھ زنا کرنے کے مترادف ہے۔ یہ معصیت ہے، اسے شیطان نے ایجاد کیا اور لوگوں میں جاری کر دیا، یہاں تک کہ یہ ایک بحث ومباحثہ بن چکا ہے، کاش کہ اس پر گفتگو ہی نہ کی جاتی۔ اگر اس کے جواز پر دلیل بھی قائم ہو جائے، تب بھی معزز لوگ اس کے گھٹیا پن کی وجہ سے اس سے اعراض کریں گے۔“

(تفسير القرطبي: 106/12)

روزہ میں کوئی مشت زنی کر لے، تو حرام اور کبیرہ گناہ تو ہے ہی، مگر اس کا روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟ یہ ایک فقہی مسئلہ ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ روزے میں مشت زنی کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے مدنظر یہ دلیل ہے:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي .

”میرا بندا میرے لیے کھانا پینا اور شہوت ترک کر دیتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 1894، صحيح مسلم :1151)

❀ علامہ سمرقندی حنفی رحمہ اللہ (۵۴۰ھ) فرماتے ہیں:

لَوِ اسْتَمْنٰى بِالْكَفِّ فَأَنْزَلَ فَإِنَّهُ يُفْسِدُ لِأَنَّهُ اقْتَضٰى شَهْوَتَهُ بِفِعْلِهٖ .

”اگر کسی نے ہاتھ کے ساتھ مشت زنی کی اور انزال ہو گیا، تو اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے مشت زنی کے ساتھ اپنی شہوت پوری کر لی ہے۔“

(تحفة الفقهاء، ص 358)

بے شک مشت زنی کے ساتھ شہوت پوری کرنا جائز نہیں، مگر اس سے روزہ ٹوٹنے کا استدلال بھی درست نہیں، کیونکہ مشت زنی صورتاً اور معنی جماع نہیں ہے۔

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنْ أَمْنَى الصَّائِمُ أَفْطَرَ .

”اگر روزہ دار (مشت زنی کے ذریعے) منی خارج کر دے، تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔“ (مصنّف ابن أبي شيبة : 9482، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنِ اسْتَمْنٰى فَأَنْزَلَ فَإِنَّهُ يُفْطِرُ .

”جس نے مشت زنی کی اور انزال ہو گیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔“

(مَجموع الفتاویٰ: 224/25)

❁ علامہ رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَنِيُّ إِنْ خَرَجَ بِالْاِسْتِمْنَاءِ أَفْطَرَ وَإِنْ خَرَجَ بِمُجَرَّدِ الْفِكْرِ وَالنَّظْرِ فَلَا.

''منی اگر مشت زنی سے خارج ہو، تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر محض سوچنے اور دیکھنے سے خارج ہو، تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔''

(الشّرح الكبير: 388/6)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

«كَالْمُسْتَمْنِي بِالْكَفِّ عَلٰى مَا قَالُوا» يَعْنِي لَا يُفْطِرُ وَفِيهِ نَظَرٌ، قَالَ فِي الذَّخِيرَةِ: هٰذَا قَوْلُ أَبِي بَكْرٍ وَّأَبِي الْقَاسِمِ، وَعَامَّةُ الْمَشَايِخِ عَلٰى خِلَافِهٖ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ، قَالَ فِي الْيَنَابِيعِ: وَهُوَ الْمُخْتَارُ.

''اسی طرح ہتھیلی سے مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔'' جبکہ یہ مؤقف محل نظر ہے۔ ''ذخیرہ'' میں لکھا ہے: یہ ابو بکر اور ابو القاسم کا مؤقف ہے۔ مگر اکثر مشائخ اس کے خلاف ہیں، ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ ''ینابیع'' میں مندرج ہے کہ یہی مختار قول ہے۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية: 207/9، البِناية للعيني: 330/2)

❁ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

لَوِ اسْتَمْنٰى بِكَفِّهٖ فَعَامَّةُ الْمَشَايِخِ أَفْتَوْا بِفَسَادِ الصَّوْمِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ.

''اگر کوئی ہاتھ سے مشت زنی کرے، تو اکثر مشائخ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کا

روزہ فاسد ہو جاتا ہے، یہی مختار قول ہے۔''

(حاشية الطّحطاوي على مَراقي الفلاح، ص 658)

راجح مؤقف:

راجح مؤقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اسے جماع پر قیاس کرنا کئی وجوہ سے درست نہیں۔ جماع سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اس پر کفارہ ہے، جن اہل علم کے نزدیک مشت زنی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ اس پر کفارہ واجب نہیں سمجھتے۔

۞ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ هٰذَا صَحِيحًا لَكَانَ إِيجَابُ الْكَفَّارَةِ فِي الِاسْتِمْنَاءِ أَوْلٰى مِنْ إِيجَابِهَا عَلَى الْإِيلَاجِ بِدُونِ إِنْزَالٍ وَهُمْ لَا يَقُولُونَ أَيْضًا بِذٰلِكَ، فَتَأَمَّلْ تَنَاقُضَ الْقِيَاسِيِّينَ!

''اگر یہ مؤقف صحیح ہوتا، تو بغیر انزال کے دخول پر کفارہ کے واجب ہونے کی بہ نسبت مشت زنی پر کفارہ واجب قرار دینا زیادہ اولیٰ ہوتا، جبکہ یہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں، تو قیاس والوں کے تناقض پر ذرا غور کیجئے۔''

(تمام المنّة، ص 419)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّنْ يُنْقِضُ الصَّوْمَ بِالْإِنْزَالِ لِلْمَنِيِّ إِذَا تَعَمَّدَ اللَّذَّةَ، وَلَمْ يَأْتِ بِذٰلِكَ نَصٌّ، وَلَا إِجْمَاعٌ، وَلَا قَوْلُ صَاحِبٍ، وَلَا قِيَاسٌ.

''بعض اہل علم کے نزدیک اس شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جو جان بوجھ کر منی

خارج کرتا ہے۔ جبکہ اس پر کوئی نص، اجماع، قول صحابی یا قیاس نہیں ہے۔''

(المُحلّٰی بالآثار: 338/4)

❀ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا دَلِيلَ عَلَى الْإِبْطَالِ بِذٰلِكَ وَإِلْحَاقُهُ بِالْجِمَاعِ غَيْرُ ظَاهِرٍ وَلِذٰلِكَ قَالَ الصَّنْعَانِيُّ : الْأَظْهَرُ أَنَّهُ لَا قَضَاءَ وَلَا كَفَّارَةَ إِلَّا عَلٰى مَنْ جَامَعَ وَإِلْحَاقُ غَيْرِ الْمُجَامِعِ بِهٖ بَعِيدٌ، وَإِلَيْهِ مَالَ الشَّوْكَانِيُّ وَهُوَ مَذْهَبُ ابْنِ حَزْمٍ .

''مشت زنی سے روزہ باطل ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اسے جماع پر قیاس کرنا درست نہیں، اسی لیے امیر صنعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: درست بات یہی ہے کہ قضا اور کفارہ صرف جماع کرنے والے پر ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو جماع کرنے والے پر قیاس کرنا بعید ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(تمام المِنّة، ص 418)

فائدہ:

❀ ثقہ فقیہ، جابر بن زید رحمہ اللہ (۹۳ھ) کے بارے میں ہے:

عَنْ رَجُلٍ نَظَرَ إِلَى امْرَأَتِهٖ فِي رَمَضَانَ فَأَمْنٰى مِنْ شَهْوَتِهَا، هَلْ يُفْطِرُ؟ قَالَ : لَا، وَيُتِمُّ صَوْمَهٗ .

''آپ رحمہ اللہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا، جو رمضان میں اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے، شہوت کی وجہ سے اس کی منی خارج ہو جاتی ہے، تو کیا اس کا

روزہ ٹوٹ جائے گا؟ فرمایا: نہیں۔ وہ روزہ پورا کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 9480، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل اثر کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ ان سے ایک نوجوان نے کہا:

يَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنِّي غُلَامٌ شَابٌّ أَجِدُ غِلْمَةً شَدِيدَةً فَأَدْلُكُ ذَكَرِي حَتّٰى أُنْزِلَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : خَيْرٌ مِنَ الزِّنَا، وَنِكَاحُ الْأَمَةِ خَيْرٌ مِنْهُ .

''ابن عباس! میں نوجوان ہوں، مجھے شدید شہوت آتی ہے، کیا میں مشت زنی کر کے انزال کر سکتا ہوں؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ زنا سے بہتر ہے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ لونڈی سے نکاح کر لیا جائے۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي :14133)

جواب: اس کی سند ضعیف ہے۔ ابو الزبیر مکی رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

❁ مصنف عبد الرزاق (۱۳۵۹۰) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱۷۴۹۸) والی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

❁ مصنف عبد الرزاق (۱۳۵۸۸) والی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں اعمش اور عبد الرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

❁ سنن کبری بیہقی (۱۴۱۳۲) والی سند سفیان ثوری کے عنعنہ اور مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسے مرسل (ضعیف) کہا ہے۔

سوال: کیا وضو کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے؟

جواب: وضو کے لیے قبلہ رخ ہونے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ یہ بے اصل بات ہے، کتاب اللہ پر زیادتی ہے، کیونکہ شرعی نصوص میں ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ لہٰذا اگر کوئی اسے سنت سمجھ کر اپناتا ہے، تو یہ بدعت کہلائے گا۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰) فرماتے ہیں:

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمُورِ يَسْتَحْسِنُونَ أَشْيَاءَ، لَمْ يَأْتِ فِي كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ وَّلَا عَمِلَ بِأَمْثَالِهَا السَّلَفُ الصَّالِحُ، فَيَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَاهَا وَيُثَابِرُونَ عَلَيْهَا، وَيُحَكِّمُونَهَا طَرِيقًا لَّهُمْ مَّهْيَعًا وَّسُنَّةً لَّا تُخْلِفُ، بَلْ رُبَّمَا أَوْجَبُوهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ.

”اہل بدعت بیسیوں ان کاموں کو مستحب جانتے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں دلیل ہی نہیں اور نہ سلف نے وہ کام کئے ہیں۔ بدعتی اس طرح کے کام دوام کے ساتھ کرتے ہیں اور انہیں اپنے لیے واضح راستہ اور سنت غیر معارضہ سمجھتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اسے واجب بھی قرار دیتے ہیں۔“

(الاعتصام: 212/1)

سوال: کیا برہنہ ہو کر وضو جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جنبی کے پسینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جنبی کا پسینہ نجس نہیں۔ اس کا پسینہ کپڑوں یا کسی کی جسم کو لگ جائے، تو ناپاک نہیں ہوتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ : فَانْخَنَسْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ : أَيْنَ كُنْتَ أَوْ أَيْنَ ذَهَبْتَ؟ قُلْتُ : إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا، قَالَ : إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے، کہتے ہیں: میں واپس لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کہاں چلے گئے تھے؟ عرض کیا: میں جنبی تھا، فرمایا: مسلمان نجس نہیں ہوتا۔''

(صحيح البخاري : 283، صحيح مسلم :371، المنتقى لابن الجارود : 96)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُؤْرُهَا وَعَرَقُهَا طَاهِرَانِ وَهٰذَا كُلُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ جَرِيرٍ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى هٰذَا وَدَلَائِلُهُ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ ظَاهِرَةٌ مَشْهُورَةٌ .

''حائضہ کا جھوٹا اور اس کا پسینہ طاہر ہے، ان سب باتوں پر اتفاق ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، صحیح احادیث میں اس کے دلائل واضح اور مشہور ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذب : 543/2)

حائضہ اور جنبی کا حکم ایک ہے۔

سوال: بعض لوگ اس حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

❁ عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ يَّعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَعَهٗ حَيْثُ كَانَ .

''(ہر آدمی) جان لے کہ اللہ اس کے ساتھ ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہو۔''

(المُعجم الصّغير للطّبراني : 555، الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم : 1062/2، وسندهٗ صحيحٌ)

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت ہے۔ اللہ کی ذات عرش پر بلند ہے اور اس کا علم وقدرت ہر جگہ ہے، کوئی چیز اس کی قدرت اور علم سے باہر نہیں۔

❁ اس حدیث کے تحت امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ (۲۵۸ھ) فرماتے ہیں:

يُرِيدُ أَنَّ اللّٰهَ عِلْمَهٗ مُحِيطٌ بِكُلِّ مَا كَانَ وَاللّٰهُ عَلَى الْعَرْشِ .

''اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کا علم تمام اشیا کو محیط ہے اور اللہ عرش پر ہے۔''

(العلوّ للعليّ الغفّار للذّهبي :1147/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ بِذَاتِهٖ فِي كُلِّ مَكَانٍ فَهُوَ مُخَالِفٌ لِّلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا، مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لِمَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ عِبَادَهٗ، وَلِصَرِيحِ الْمَعْقُولِ، وَلِلْأَدِلَّةِ الْكَثِيرَةِ، وَهٰؤُلَاءِ يَقُولُونَ أَقْوَالًا مُتَنَاقِضَةً .

''جو کہے کہ اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے، وہ قرآن وسنت اور امت مسلمہ کے علما اور ائمہ دین کے اجماع کا مخالف ہے۔ ساتھ ساتھ وہ فطرت کی بھی مخالفت کرتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے۔ ایسا

شخص صریح عقلی دلائل اور دیگر بہت سے دلائل کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ ایسے لوگ متناقض باتیں کرتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 230/5)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ ابْنَ آدَمَ خُلِقَ عَلٰى صُورَةِ الرَّحْمٰنِ .

''ابن آدم کو رحمٰن کی صورت کے مطابق تخلیق کیا گیا ہے۔''

(السّنّة لابن أبي عاصم: 517، التّوحيد لابن خزيمة: 85/1)

1:روایت ضعیف ومرسل ھے۔

① اعمش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔

③ حبیب بن ابی ثابت کی عطاء سے روایت میں کلام ہے۔

❀ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءٍ لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ .

''حبیب بن ابی ثابت کی عطاء سے (کئی) روایات غیر محفوظ ہیں۔''

(الضّعفاء الكبير للعُقَيلي: 263/1، وسندہٗ صحيحٌ)

نیز اس حدیث کو عطاء بن ابی رباح کی مرسل قرار دینا ہی درست ہے، موصول بیان کرنا خطا ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(علل الدّارقطني: 3077)

سوال: عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ حاجیوں کے قریب ہوتا ہے، کیا اس قربت سے حقیقی

قربت مراد ہے؟

جواب: عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ حاجیوں کے قریب ہوتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟ .

''اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عرفہ کے دن اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور (عرفہ والے حاجیوں کے) قریب ہوتا ہے، پھر ان کے ذریعے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے: ان (حاجیوں) کی کیا چاہت ہے؟''

(صحیح مسلم: 1348)

یہ قرب حقیقی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

بعض اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہوتی ہے یا اللہ کے فرشتے قریب ہوتے ہیں۔ یہ سب تاویلیں درست نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور وہ نزول حقیقی ہے، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن حاجیوں کے قریب ہوتا ہے اور یہ قرب بھی حقیقی ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کی تفصیل میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہی عافیت کا راستہ ہے، کیونکہ خالق کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشّوریٰ: ۱۱)

''اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے اور وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر نفل نماز کے لیے تیمّم کیا، تو کیا اس تیمّم سے فرض نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: تیمّم سے مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے، وہ تمام اُمور جو وضو سے جائز ہوتے ہیں، تیمّم سے بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

سوال: ایک شخص نے تیمّم کر کے نماز شروع کر دی، نماز کے دوران پانی مل گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز مکمل کر لے، کیونکہ وہ تیمّم کر کے نماز شروع کر چکا ہے، البتہ اگلی نماز کے لیے وضو کرے۔

سوال: ظن غالب ہے کہ پانی مل جائے گا، تو کیا وہ پانی کے انتظار میں نماز میں تاخیر کر سکتا ہے یا تیمّم کر کے اول وقت میں نماز پڑھے؟

جواب: تھوڑی بہت تاخیر کر سکتا ہے۔

سوال: سفر میں ہے اور اس کے پاس پانی نہیں ہے، تو کیا وہ اس ارادہ سے اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے کہ وہ تیمّم کر کے پاکی حاصل کر لیں گے؟

جواب: پانی نہیں ہے، تو بھی ازدواج قائم کیا جا سکتا ہے، تیمّم سے مکمل طہارت حاصل ہو جائے گی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٓ أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (المائدة : ٦)

''جنبی ہوں، تو غسل کر لیں، مریض ہوں، یا مسافر ہوں، قضائے حاجت سے فارغ ہوں یا بیوی سے مباشرت کی ہو اور پانی میسر نہ ہو، تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیں، چنانچہ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کر لیں، اللہ آپ کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا، بل کہ یہ چاہتا ہے کہ آپ پاک ہو جائیں، وہ آپ پر اپنی نعمت تمام کرنا چاہتا ہے، تا کہ آپ شکر گزار بن جائیں۔''

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا قَضٰى خَلْقَهُ اسْتَلْقٰى فَوَضَعَ إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى، وَقَالَ : لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِي أَنْ يَّفْعَلَ هٰذَا .

''بلا شبہ اللہ عز وجل جب تخلیق کائنات سے فارغ ہوا، تو چت لیٹ گیا اور اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لی اور فرمایا: میری مخلوق میں سے کسی کو اس طرح نہیں لیٹنا چاہیے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 18، الأسماء والصّفات للبيهقي :761)

جواب: روایت ضعیف و منکر ہے۔ یہ اسرائیلی روایت معلوم ہوتی ہے، کسی راوی نے وہم وخطا کی بنا پر اسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بنا دیا۔

① فلیح بن سلیمان جمہور کے نزدیک ''ضعیف وکثیر الخطا'' ہے۔ یہ روایت بھی اس کی خطا اور وہم معلوم ہوتی ہے۔

② محمد بن فلیح بن سلیمان بھی وہم اور خطا کا شکار ہو جاتا تھا۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(الأسماء والصّفات، تحت الحدیث: 761)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ غَرِيبٌ جِدًّا، وَفِيهِ نَكَارَةٌ شَدِيدَةٌ، وَلَعَلَّهٗ مُتَلَقًّى مِنَ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ اشْتَبَهَ عَلٰى بَعْضِ الرُّوَاةِ فَرَفَعَهٗ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اس کی سند سخت غریب (منکر) ہے، اس میں شدید نکارت ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہو اور کسی راوی کو اشتباہ ہوا ہو اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہو۔''

(جامع المَسانید والسّنن: 91/7)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(مَجمع الزّوائد: 100/8)

سوال: کیا روز قیامت ترازو کے دو پلڑے ہوں گے؟

جواب: روز قیامت اعمال کا وزن ہوگا، یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی

عقیدہ ہے۔ اعمال کا وزن جس ترازو سے ہوگا، اس کے دو پلڑے ہوں گے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ : أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُولُ : لَا، يَا رَبِّ، فَيَقُولُ : أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ : لَا يَا رَبِّ، فَيَقُولُ : بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ : احْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ، فَقَالَ : إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، قَالَ : فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ .

”اللہ تعالیٰ روز قیامت میری امت کے ایک آدمی کو تمام لوگوں کے سامنے الگ کرے گا، اس کے (اعمال کے) ننانوے دفاتر پھیلا دیے جائیں گے، ہر دفتر تا حد نگاہ وسیع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تجھے اس میں سے کسی چیز پر اعتراض ہے؟ کیا تم پر میرے محافظ کاتبوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: تیرے پاس کوئی عذر؟ وہ کہے گا: نہیں، میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، آج تیرے ساتھ

ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک پرچی نکالی جائے گی، جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، اپنے اعمال کا وزن خود دیکھ لو۔ وہ کہے گا: میرے رب! اس پرچی کا ان (بڑے بڑے) دفاتر کے ساتھ کیا مقابلہ؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہوگی۔ تو تمام دفاتر کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور پرچی کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، وہ تمام دفاتر (ہلکے ہونے کی وجہ سے) اوپر اُٹھ جائیں گے اور پرچی جھک جائے گی۔ (در اصل) اللہ کے نام سے زیادہ کسی چیز کا وزن نہیں ہوگا۔''

(سنن الترمذي: 2639، سنن ابن ماجه: 4300، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۵۲۹) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مُلْحِدٍ مُعَانِدٍ يَقُولُ: الْأَعْمَالُ أَعْرَاضٌ لَا تَقْبَلُ الْوَزْنَ، وَإِنَّمَا يَقْبَلُ الْوَزْنَ الْأَجْسَامُ! فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْلِبُ الْأَعْرَاضَ أَجْسَامًا ...... فَثَبَتَ وَزْنُ الْأَعْمَالِ وَالْعَامِلِ وَصَحَائِفِ الْأَعْمَالِ، وَثَبَتَ أَنَّ الْمِيزَانَ لَهٗ كِفَّتَانِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْكَيْفِيَّاتِ، فَعَلَيْنَا الْإِيمَانُ بِالْغَيْبِ، كَمَا أَخْبَرَنَا الصَّادِقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَلَا نُقْصَانٍ، وَيَا خَيْبَةَ مَنْ يَنْفِي وَضْعَ الْمَوَازِينِ الْقِسْطِ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا أَخْبَرَ

الشَّارِعُ، لِخَفَاءِ الْحِكْمَةِ عَلَيْهِ، وَيَقْدَحُ فِي النُّصُوصِ بِقَوْلِهِ : لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْمِيزَانِ إِلَّا الْبَقَّالُ والفوَّال! وَمَا أَحرَاهُ بِأَنْ يَكُونَ مِنَ الَّذِينَ لَا يُقِيمُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْحِكْمَةِ فِي وَزْنِ الْأَعْمَالِ إِلَّا ظُهُورُ عَدْلِهِ سُبْحَانَهٗ لِجَمِيعِ عِبَادِهٖ، فَإِنَّهٗ لَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ، مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ أَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ، فَكَيْفَ وَوَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْحِكَمِ مَا لَا اطِّلَاعَ لَنَا عَلَيْهِ .

’’ملحد ومعاند کا یہ قول نا قابل التفات ہے کہ اعمال اعراض ہیں، ان کا وزن نہیں ہوسکتا، وزن تو جسم والی اشیا کا ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ اعراض کو اجسام میں تبدیل کر دے گا۔...... پس ثابت ہوا کہ اعمال، عامل اور صحیفوں کا وزن ہوگا، یہ بھی ثابت ہوا کہ ترازو کے دو پلڑے ہوں گے، اس کے ماورا کیا کیفیات ہیں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے ذمہ تو غیب پر ایمان لانا ہے، جیسا کہ سچے نبی ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے، اس میں نہ زیادتی کی جائے اور نہ کمی۔ کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ، جو قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم ہونے کا انکار صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کی حکمت پوشیدہ ہے۔ یہ نصوص میں قدح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ترازو کی ضرورت تو دکاندار اور سبزی فروش کو ہوتی ہے!! خدشہ ہے کہ ان لوگوں کا شمار ان میں نہ ہو جائے، (کہ کفر کی وجہ سے) جن کے لیے اللہ تعالیٰ ترازو ہی قائم نہیں کرے گا۔ اگر اعمال کے وزن میں

یہی حکمت ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے لیے عدل و انصاف کو ظاہر کرے گا، تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کے پاس یہ وجہ ہو سکتی ہے؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا۔ (یہ تو ہے ایک حکمت) اس کے علاوہ جن حکمتوں کو ہم نہیں جانتے، معلوم نہیں وہ کیا ہوں گی؟''

(شرح الطّحاوية، ص 419)

سوال: درج ذیل حدیث کا کیا حکم ہے؟

«حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ»

''نیکو کاروں کی حسنات اللہ کے مقرب بندوں کی سیئات ہوتی ہیں۔''

جواب: یہ کلام نبی کریم ﷺ سے قطعاً منقول نہیں، بلکہ کسی صوفی کا مقولہ ہے۔ یہ مقولہ سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کہا۔

اگر اس مقولہ سے یہ مراد لیا جائے کہ بعض کی نیکیاں دوسروں کے لیے برائیاں ہوتی ہیں، تو یہ باطل ہے، کیونکہ کوئی نیکی برائی نہیں بنتی۔ البتہ اگر یہ مراد لیا جائے کہ اللہ کے بعض بندے اتنے مقرب ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ افضل عمل ہی کرتے ہیں اور چھوٹی نیکی کے بجائے بڑی نیکی کرتے ہیں اور بڑی نیکی کو اس دوام سے کرتے ہیں، جیسے چھوٹی نیکی ان کے ہاں برائی ہو، تو اس صورت میں اس معنی کو کسی حد تک درست کہا جا سکتا ہے۔

بہر صورت ایسے مبہم مقولے چونکہ اسلاف اُمت سے منقول و ماثور نہیں، لہٰذا انہیں ترک کرنا ہی اولیٰ ہے، خواہ اس سے صحیح معنی ہی مراد لیا جائے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا كَلَامُ بَعْضِ النَّاسِ وَلَيْسَ هُوَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"یہ کسی شخص کا کلام ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں ہے۔"

(مَجموع الفَتاویٰ: 383/18، أحاديث القُصّاص: 58)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَصْطَرِعَانِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: هَيَّ حَسَنُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لِمَ تَقُولُ: هَيَّ حَسَنُ؟ فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: هَيَّ حُسَيْنُ.

"سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھاگ رہے ہوتے اور آپ فرماتے: هَيَّ حَسَنُ (حسن زندہ باد)، فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں: اللہ کے رسول! آپ حسن سے کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام حسین سے کہتے ہیں اور میں حسن سے۔"

(معجم أبي يعلى الموصلي: 19)

جواب: یہ روایت منکر (ضعیف) ہے۔ عمر بن ابی خلیفہ عبدی کی محمد بن زیاد سے روایت پر کلام ہے۔

سوال: جائز وسیلے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: دُعا میں وسیلے کی تین قسمیں جائز و مشروع ہیں:

① اسمائے حسنیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا وسیلہ مثلاً: اللہ! اپنی رحمت کے وسیلے ہمارے حال پہ رحم فرما۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا﴾(الأعراف: 180)

''اللہ کے خوب صورت نام ہیں، ان ناموں کے وسیلے سے اس سے مانگا کرو۔''

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿فَادْعُوهُ بِهَا﴾، أَيِ اطْلُبُوا مِنْهُ بِأَسْمَائِهٖ، فَيُطْلَبُ بِكُلِّ اسْمٍ مَّا يَلِيقُ بِهٖ، تَقُولُ : يَا رَحِيمُ ارْحَمْنِي ....

''اللہ کا فرمان ہے: ﴿فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (اللہ سے اسمائے حسنیٰ کے وسیلے سے دعا کرو)، اللہ سے اس کے ناموں کے وسیلے سے مانگو۔ ہر نام کے وسیلے سے وہ دعا مانگی جائے، جو اس نام کے معنیٰ میں ہو، مثلاً؛ رحیم! مجھ پر رحم فرما......۔''

(تفسير القُرطبي: 327/7)

② نیک اعمال کا وسیلہ۔

❁ قرآن میں اہل ایمان کی صفت بیان ہوئی ہے:

﴿أَلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(آل عمران: 16)

''اہل ایمان کہتے ہیں: ربّ کریم! ہم ایمان لائے ہیں، اسی باعث ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں جہنم سے پناہ میں رکھ۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

''مؤمن کہتے ہیں: رب! ہم تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان لے آئے۔ چونکہ ہم تجھ پہ ایمان رکھتے ہیں اور تیری نازل کردہ شریعت پر سر تسلیم خم ہیں، اسی طفیل ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔''

(تفسیر ابن کثیر: 23/2)

❁ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے دعا کی:

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾

(آل عمران: 53)

''ربّ کریم! ہم تیری وحی پر ایمان لائے اور تیرے رسول کی پیروی کی، ہمارا نام بھی تصدیق کرنے والوں میں شامل فرما۔''

❁ اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی نشانیاں بیان کرتا ہے:

﴿رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾

(آل عمران: 193)

''ہمارے ربّ! ہم نے ایک منادی کو کہتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لے آیئے، تو ہم ایمان لے آئے، رب! اسی طفیل ہمارے گناہ معاف فرما، ہم سے ہماری برائیاں دور کر اور ہمیں صالحین کے ساتھ موت نصیب فرما۔''

معلوم ہوا کہ دُعا میں نیک اعمال کا وسیلہ مشروع ہے۔ نیک اور عقل مند لوگوں کا یہی وطیرہ ہے۔ یہ جائز وسیلہ استعمال کرنا چاہیے۔

❁ صحیح حدیث میں اصحابِ غار کا قصہ وارد ہوا ہے، ان اللہ والوں نے مصیبت میں

نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تھا اور ان کی پریشانی ختم ہوگئی تھی۔

(صحيح البخاري : 5974، صحيح مسلم : 2743)

③ وسیلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی زندہ، صالح اور موحّد سے دعا کرائی جائے، اس کی دلیل سورت نساء (64) میں ہے۔

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصیبت اور پریشانی میں نبی کریم ﷺ سے دُعا کرواتے تھے۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے حق میں دعا کرائی تھی۔(سنن الترمذي : 3578، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے دعا کرائی۔

(صحيح البخاري : 1010)

قرآن وسنت سے وسیلہ کی مذکورہ تین اقسام ہی ثابت ہیں۔اہل سنت کا انہی پر عمل ہے اور مسلمانوں کو انہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

سوال: نبی کریم ﷺ سے منسوب درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

تَوَسَّلُوا بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ.

”میرے مقام ومرتبے کے وسیلے سے دعا کیا کریں، اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا مقام بہت بلند ہے۔“

جواب: یہ الفاظ بھی بیان کیے جاتے ہیں:

إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ.

”اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، تو میرے مقام کے وسیلے سے مانگا کریں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔“

جبکہ یہ روایت بے اصل و بے ثبوت ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) فرماتے ہیں:

رَوٰى بَعْضُ الْجُهَّالِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ كَذِبٌ، لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْمُسْلِمِينَ الَّتِي يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا أَهْلُ الْحَدِيثِ، وَلَا ذَكَرَهٗ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، مَعَ أَنَّ جَاهَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَعْظَمُ مِنْ جَاهِ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ .

''بعض جاہل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ روایت بیان کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، تو میرے مقام و مرتبہ کے وسیلے سے مانگا کریں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔'' یہ روایت جھوٹی ہے۔ مسلمانوں کی کسی کتاب میں اس کا وجود نہیں، جس پر محدثین اعتماد کرتے تھے۔ محدثین میں سے کسی نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ یہ تو برحق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیا و رسل سے بڑھ کر ہے، (لیکن اس مقام و مرتبے کو وسیلہ بنانا مشروع نہیں)۔''

(قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة، ص 252)

❁ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا هُوَ شَيْءٌ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”اس روایت کو اہل علم میں سے کسی نے روایت نہیں کیا، کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔“

(تفسير الألوسي: 3/296)

❁ علامہ محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ (۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا هُوَ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ.

”اسے اہل علم نے روایت نہیں کیا، نہ ہی کتب حدیث میں اس کا وجود ہے۔“

(صِيانة الإنسان، ص 188)

سوال: کیا مؤمن جنت میں اپنے اعمال کی وجہ سے جائیں گے؟

جواب: جنت میں وہ شخص ہی داخل ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا، البتہ اللہ کی رحمت اہل ایمان کے لیے ہوگی، نہ کہ کافروں اور مشرکوں کے لیے۔

رہے گناہ گار مومن، تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا پر ہے کہ انہیں معاف کر دے اور سزا دیے بغیر جنت میں داخل کر دے یا انہیں سزا دے کر جنت میں داخل کر دے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

(الزُّخرف: ۷۲)

”تمہارے اعمال کے طفیل تمہیں اس جنت کا وارث بنایا گیا ہے۔“

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾(النّحل: ۳۲)

”اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔“

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ يُّدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا : وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : لَا، وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِي اللّٰهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَسْتَعْتِبَ .

''کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کرسکتا؟ فرمایا: نہیں، میں بھی تب تک داخل نہیں ہوسکتا، جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے مجھے ڈھانپ نہیں لے گا۔ لہٰذا درمیانہ اور درست راستہ اختیار کریں اور ادھر اُدھر مت بھٹکیں۔ کوئی موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیکوکار ہے، تو ممکن ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کما لے اور اگر گناہ گار ہے، تو شاید اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔''

(صحيح البخاري : 5673، صحيح مسلم : 2816)

آیات اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مؤمن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جنت میں جائے گا، البتہ رحمت الٰہی کا استحقاق ایمان اور اعمال صالحہ کی بنا پر حاصل ہو گا۔

سوال: کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قبر سے تبرک لیا؟

جواب: امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک روایت ہے:

إِنِّي لَأَتَبَرَّكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ، وَأَجِيءُ إِلٰى قَبْرِهٖ فِي كُلِّ يَوْمٍ، يَعْنِي زَائِرًا، فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَجِئْتُ إِلٰى قَبْرِهٖ،

وَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى الْحَاجَةَ عِنْدَه، فَمَا تَبْعُدُ عَنِّي حَتّٰى تُقْضٰى .

''میں امام ابوحنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر ہر روز زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے، تو میں دو رکعتیں ادا کرتا ہوں اوران کی قبر کی طرف جاتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہوں، جلد ہی وہ ضرورت پوری کردی جاتی ہے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 135/1)

جھوٹی اور باطل روایت ہے۔عمر بن اسحاق بن ابراہیم کا کتبِ رجال میں ذکر نہیں۔ اس کے باوجود محمد زاہد کوثری صاحب نے اس کی سند کو''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(مقالات الكوثري : 380)

جس سند کے راوی کا کتبِ رجال میں ذکر ہی نہ ہو، وہ صحیح کیسے ہوسکتی ہے؟

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ایسی جھوٹی روایت ہے، جس کا جھوٹا ہونا ہر اس شخص کو معلوم ہوجاتا ہے، جو فن روایت سے ادنیٰ معرفت رکھتا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ جب بغداد تشریف لائے، تو وہاں قطعاً کوئی ایسی قبر موجود نہیں تھی، جس پر دعا کے لیے حاضر ہوا جاتا ہو۔ یہ چیز امام شافعی رحمہ اللہ کے دور میں معروف ہی نہیں تھی، امام شافعی رحمہ اللہ نے حجاز، یمن، شام، عراق اور مصر میں انبیائے کرام اور صحابہ وتابعین کی قبریں دیکھی تھیں۔ یہ ہستیاں تو امام شافعی اور تمام مسلمانوں کے ہاں امام ابوحنیفہ اور ان جیسے دوسرے علما سے افضل تھیں۔ کیا وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے سوائے امام ابوحنیفہ کے کسی کی قبر پر دعا نہیں کی؟ پھر امام ابوحنیفہ کے وہ شاگرد، جنھوں

نے ان کی صحبت پائی تھی، مثلاً ابو یوسف، محمد (بن حسن)، زفر اور حسن بن زیاد، نیز ان کے طبقے کے دوسرے لوگ امام ابوحنیفہ یا کسی اور کی قبر پر دعا نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نیک لوگوں کی قبروں کی تعظیم مکروہ ہے، کیونکہ اس میں فتنے کا خدشہ ہے۔ اس طرح کی جھوٹی روایات وہ لوگ گھڑتے ہیں، جو علمی اور دینی اعتبار سے تنگدست ہوتے ہیں یا پھر ایسی روایات مجہول و غیر معروف لوگوں سے منقول ہوتی ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 165)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے استاذ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) قدس اللہ سرہ نے فرمایا: قبروں کے پاس بدعت پر مبنی امور کے کئی مراتب ہیں۔ سب سے بڑھ کر شریعت کے منافی مرتبہ یہ ہے کہ میت سے اپنی حاجت روائی کا سوال کیا جائے اور اس سے مدد کی درخواست کی جائے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ بت پرستوں جیسے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات شیطان ان کے سامنے کسی میت یا کسی غیر موجود شخص کی صورت میں آتا ہے اور بت پرستوں کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ مشرکوں، کافروں اور اہل کتاب کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہاں قابل تعظیم ہستی کو پکارتے ہیں، تو شیطان ان کے سامنے اس کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے، کبھی تو انہیں بعض غیبی امور کی خبر بھی دیتا ہے۔

...... قبروں کو سجدہ کرنا، انہیں تبرک کی نیت سے چھونا اور انہیں چومنا بھی اسی مرتبے سے تعلق رکھتا ہے۔ ...... دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ قبر والوں کے طفیل اللہ

تعالیٰ سے دُعا کی جائے۔ بہت سے متاخرین ایسا کرتے ہیں۔اس کام کے بدعت ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔...... چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کسی بزرگ کی قبر کے پاس دُعا کی قبولیت کا اعتقاد رکھے یا یہ سمجھے کہ وہاں دُعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے اور اسی خیال سے وہ قبر کی زیارت کو جائے اور وہاں اپنی حاجات پوری کرنے کے لیے نماز ادا کرے۔مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کام بھی منکر بدعات میں سے ہے، جو کہ حرام ہیں۔ مجھے اس بارے میں ائمہ دین کا کوئی اختلاف معلوم نہیں۔ ہاں، متاخرین میں سے بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں۔بعض تو کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر تجربہ شدہ تریاق ہے۔ امام شافعی کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس دُعا کرنے کی جو روایت بیان کی جاتی ہے، وہ صاف جھوٹ ہے۔''

(إغاثة اللّهفان مِن مَصايد الشّيطان :218/1)

سوال: کیا امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے تبرک اور وسیلہ لیا گیا؟

جواب: اس حوالہ سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ بَشْكَوَالَ : أَخْبَرَنَا الْقَاضِي الشَّهِيدُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قِرَاءَ ةً عَلَيْهِ، وَأَنَا أَسْمَعُ، قَالَ : قَرَأْتُ عَلٰى أَبِي عَلِيٍّ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَسَّانِيِّ، قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ طَاهِرُ بْنُ مُفَوِّزٍ الْمُعَافِرِيُّ، قَالَ : أَنَا أَبُو الْفَتْحِ وَأَبُو اللَّيْثِ نَصْرُ بْنُ الْحَسَنِ التَّنْكَتِيُّ، الْمُقِيمُ بِسَمَرْقَنْدَ، قَدِمَ عَلَيْهِمْ بِلَنْسِيَةَ، عَامَ أَرْبَعَةٍ وَّسِتِّينَ وَأَرْبَعِ

مِائَةٍ، قَالَ : قُحِطَ الْمَطَرُ عِنْدَنَا بِسَمَرْقَنْدَ فِي بَعْضِ الْأَعْوَامِ، قَالَ : فَاسْتَسْقَى النَّاسُ مِرَارًا، فَلَمْ يُسْقَوْا، قَالَ : فَأَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الصَّالِحِينَ مَعْرُوفٌ بِالصَّلَاحِ، مَشْهُورٌ بِهٖ، إِلٰى قَاضِي سَمَرْقَنْدَ، فَقَالَ لَهٗ : إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَاْيًا أَعْرِضُهٗ عَلَيْكَ، قَالَ : وَمَا هُوَ؟ قَالَ : أَرٰى أَنْ تَخْرُجَ وَيَخْرُجَ النَّاسُ مَعَكَ إِلٰى قَبْرِ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَبْرُهٗ بِخَرَتْنَكَ، وَتَسْتَسْقُوا عِنْدَهٗ، فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّسْقِيَنَا، قَالَ : فَقَالَ الْقَاضِي : نِعْمَ مَا رَأَيْتَ، فَخَرَجَ الْقَاضِي، وَخَرَجَ النَّاسُ مَعَهٗ، وَاسْتَسْقَى الْقَاضِي بِالنَّاسِ، وَبَكَى النَّاسُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَتَشَفَّعُوا بِصَاحِبِهٖ، فَأَرْسَلَ اللّٰهُ السَّمَاءَ بِمَاءٍ عَظِيمٍ غَزِيرٍ، أَقَامَ النَّاسُ مِنْ أَجْلِهٖ بِخَرَتْنَكَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ أَوْ نَحْوَهَا، لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ الْوُصُولَ إِلٰى سَمَرْقَنْدَ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ وَغَزَارَتِهٖ، وَبَيْنَ خَرَتْنَكَ وَسَمَرْقَنْدَ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوُهَا .

''سمرقند میں ایک سال قحط پڑا۔ لوگوں نے بہت دفعہ بارش طلبی کے لیے دُعائیں کیں، لیکن بارش نہ ہوئی۔ ایک نیک آدمی جس کا ورع وتقویٰ مشہور تھا، وہ قاضی سمرقند کے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے، میں وہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ قاضی نے کہا: وہ ترکیب کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ اور تمام لوگ امام محمد بن اسماعیل

بخاری رحمہ اللہ کی ''خرتنک'' میں پائی جانے والی قبر کے پاس جا کر بارش کی دُعا کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرما دے۔ امام صاحب کی قبر خرتنک میں ہے۔ قاضی اور تمام لوگ باہر نکلے اور امام صاحب کی قبر کے پاس جا کر بارش کی دُعا کی، اللہ کے ہاں گڑگڑائے اور امام صاحب کا وسیلہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بارش نازل کی۔ اس بارش کی وجہ سے لوگوں کو خرتنک میں تقریباً سات دن ٹھہرنا پڑا۔ بارش کی بنا پر کوئی بھی سمرقند نہ جا سکتا تھا۔ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ تھا۔''

(الصّلة في تاريخ أئمّة الأندلُس لابن بَشكوال، ص 603، وسندهٗ صحيحٌ)

پانچویں صدی کے اواخر کے بعض لوگوں کا عمل دین کیسے بن گیا؟ ایک شخص کے کہنے پر بادشاہ اور اس کی رعایا کا یہ عمل قرآن وسنت اور سلف صالحین کے تعامل کے خلاف تھا۔ رہا بارش کا ہوجانا، تو وہ ایک اتفاقی امر ہے۔ آج بھی کتنے ہی مشرکین قبر والوں سے اولادیں مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اولاد ملتی ہے، تو سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صاحبِ قبر نے ان پر یہ عنایت کی ہے۔ کیا بتوں کے پجاریوں اور ان سے مانگنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نہیں ملتی؟ اور کیا ان کی کوئی مراد پوری ہو جانا بت پرستی کے جواز کی دلیل ہے؟ قرآن وحدیث میں بزرگوں کی قبروں پر دُعا اور ان کے توسل کا کوئی جواز نہیں۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا، تو صحابہ وتابعین ضرور ایسا کرتے۔ خیر القرون کے بعد دین میں منکر کام داخل ہو گئے تھے، یہ بھی انہی کاموں میں سے ہے۔ اس دور میں کسی کے عمل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

سوال: اہل سنت والجماعت کسی کے متعلق رائے قائم کرنے کا معیار کیا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت توسط پر ہیں، وہ اپنے ہر قول، فعل اور نظریے میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں، افراط وتفریط سے کام نہیں لیتے، ہر معاملہ میں راہِ اعتدال پر گامزن

رہتے ہیں۔ ہر ایک کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَّعَدْلٍ، وَيُعْطُونَ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ.

''اہل سنت علم اور عدل کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق دیتے ہیں۔'' (منهاج السّنّة : 358/4)

۞ مزید فرماتے ہیں:

الْكَلَامُ فِي النَّاسِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، لَا بِجَهْلٍ وَظُلْمٍ، كَحَالِ أَهْلِ الْبِدَعِ.

''واجب ہے کہ انسانوں سے متعلق رائے میں علم وعدل سے کام لیا جائے، اہل بدعت کی طرح جہالت اور ظلم پر مبنی بات نہ کی جائے۔''

(مِنهاج السّنّة : 337/4)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ أَهْلِ السُّنَّةِ اسْتَقَامَ قَوْلُهٗ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ وَالِاسْتِقَامَةِ وَالِاعْتِدَالِ، وَإِلَّا حَصَلَ فِي جَهْلٍ وَّكَذِبٍ وَّتَنَاقُضٍ كَحَالِ هٰؤُلَاءِ الضُّلَّالِ.

''جو اہل سنت کے طریقہ پر چلا، اس کا قول درست ہوگا اور وہ حق، استقامت اور اعتدال والا ہوگا۔ جو اہل سنت کے راستہ پر نہ چلا، وہ جہالت، جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو جائے گا جیسا کہ ان گمراہوں کی حالت ہے۔''

(مِنهاج السّنّة : 313/4)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کا کیا حکم ہے؟

❁ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا حَرُّ جَهَنَّمَ عَلٰى أُمَّتِي كَحَرِّ الْحَمَّامِ .

''بلاشبہ میری اُمت کے لیے جہنم کی گرمی اتنی ہوگی، جتنی غسل خانہ میں ہوتی ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 6603، مَعرفة الصّحابة لأبي نُعيم : 126)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن عمر واقدی ''متروک وکذاب'' ہے۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 255/3)

✿ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(البدر المنير : 324/5)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : 6175)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كِذْبٌ .

''واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

''میرے نزدیک یہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 108/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اسے امام بخاری، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی اور امام عقیلی رحمہم اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے، امام یحییٰ بن معین اور جمہور نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ اَخْبَارِ الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ .

''یہ غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے۔ واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں۔اس کے ضعیف ہونے میں کوئی

شبہ نہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 243/6)

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''واقدی ائمہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(تاريخ بغداد :37/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ الْيَوْمَ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ بِحُجَّةٍ، وَأَنَّ حَدِيْثَهٗ فِي عِدَادِ الْوَاهِي .

''اس وقت اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ واقدی حجت نہیں ہے اور اس کی احادیث ضعیف ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 469/9)

② محمد بن عبدالرحمٰن ابن بجیر بن ریسان ''متروک ومتہم'' ہے۔

③ طلحہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن کی توثیق ثابت نہیں، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔

④ یہ روایت کئی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

سوال: درج ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ،

فَيَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى .

''روز قیامت کچھ لوگ پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئیں گے، مگر اللہ انہیں معاف کر دے گا اور ان کے گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا۔''

(صحیح مسلم: 2767)

بھلا مسلمانوں کے گناہ یہود و نصاریٰ پر کیسے ڈالے جا سکتے ہیں؟

جواب: اس صحیح حدیث کا مفہوم حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

مَعْنَاهُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغْفِرُ تِلْكَ الذُّنُوبَ لِلْمُسْلِمِينَ وَيُسْقِطُهَا عَنْهُمْ وَيَضَعُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى مِثْلَهَا بِكُفْرِهِمْ وَذُنُوبِهِمْ فَيُدْخِلُهُمُ النَّارَ بِأَعْمَالِهِمْ لَا بِذُنُوبِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا بُدَّ مِنْ هٰذَا التَّأْوِيلِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ وَقَوْلُهُ : «وَيَضَعُهَا» مَجَازٌ وَالْمُرَادُ يَضَعُ عَلَيْهِمْ مِثْلَهَا بِذُنُوبِهِمْ كَمَا ذَكَرْنَاهُ لٰكِنْ لَمَّا أَسْقَطَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَنِ الْمُسْلِمِينَ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَبْقٰى عَلَى الْكُفَّارِ سَيِّئَاتِهِمْ صَارُوا فِي مَعْنٰى مَنْ حَمَلَ إِثْمَ الْفَرِيقَيْنِ لِكَوْنِهِمْ حَمَلُوا الْإِثْمَ الْبَاقِي وَهُوَ إِثْمُهُمْ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ آثَامًا كَانَ لِلْكُفَّارِ سَبَبٌ فِيهَا بِأَنْ سَنُّوهَا فَتَسْقُطُ عَنِ الْمُسْلِمِينَ بِعَفْوِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُوضَعُ عَلَى الْكُفَّارِ مِثْلُهَا لِكَوْنِهِمْ سَنُّوهَا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ كُلِّ مَنْ يَعْمَلُ بِهَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ان گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کا بوجھ اتار دے گا اور یہود و نصاریٰ پر ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں کے گناہوں کے بوجھ کی طرح کا بوجھ لاد دے گا، پھر انہیں انہی کے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈال دے گا، نہ کہ مسلمانوں کے گناہوں کی وجہ سے۔ حدیث کی یہ توجیہ ضروری ہے، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی﴾ ''(روز قیامت) کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' فرمان نبوی: ''وہ اعمال یہود و نصاریٰ پر ڈال دیے جائیں گے۔'' مجاز ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ پر اسی طرح کے گناہ ڈالے جائیں گے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے ان کے گناہوں کا بوجھ ہٹا دے گا اور کفار پر ان کا بوجھ باقی رکھے گا، تو اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ کفار نے دونوں گروہوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھایا، کیونکہ انہیں باقی بوجھ اٹھانا پڑا، جو کہ ان کے اپنے ہی گناہوں کا بوجھ ہے۔ حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وہ گناہ ہوں گے، جن کا سبب خود کفار بنے ہیں کہ انہوں نے ان گناہوں کو جاری کیا، اب اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کر کے مسلمانوں سے وہ گناہ معاف کر دے گا اور کفار پر اسی طرح کے گناہ ڈال دے گا، کیونکہ انہوں نے ان گناہوں کو جاری کیا ہے۔ (اور حدیث میں ہے:) جس نے برے کام کی شروعات کی، اسے ہر اس شخص کے برابر گناہ ملے گا، جو اس گناہ پر عمل کرے گا۔''

(شرح النّووي: 85/17)

یہ حدیث کی عمدہ اور معقول توجیہ ہے۔

سوال: کیا کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یا جہنم ایک وقت کے بعد ختم ہو جائے گی یا کفار جہنم میں ختم ہو جائیں گے؟

جواب: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک یا کفر کیا اور بغیر توبہ مر گیا، وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا، اسے کبھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا، نہ اسے فنا ہو گی اور نہ جہنم کو۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے۔ کئی قرآنی آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت اس پر دلالت کناں ہیں۔

❁ مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ عَلَى التَّخْلِيدِ الْأَبَدِيِّ فِي الْكُفَّارِ.

''اس پر اجماع ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(تفسير ابن عطية : 346/2)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ صحیح احادیث نص ہیں کہ جہنمی لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اس کی نہ کوئی مدت ہے، نہ کوئی انتہا۔ یہ دوام اور تسلسل کے ساتھ جہنم میں رہیں گے، نہ موت ہو گی، نہ حیات، نہ راحت اور نہ نجات۔ ...... جو یہ نظریہ رکھے کہ جہنمی لوگوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا، جہنم خالی رہ جائے گی، اپنی چھتوں کے بل گر جائے گی، فنا اور زائل ہو جائے گی، تو وہ شخص عقل کے تقاضوں سے خارج ہے، رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مخالف ہے اور اہل سنت و ائمہ عدول کے اجماعی و اتفاقی عقیدہ سے منحرف ہے۔''

(التّذكرة بأحوال المَوتى والآخرة، ص 926)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْهَا وَأَنَّهَا تَبْقٰى خَالِيَةً أَوْ أَنَّهَا تَفْنٰى وَتَزُولُ فَهُوَ خَارِجٌ عَنْ مُقْتَضٰى مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ .

''جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ جہنمیوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا اور وہ خالی رہ جائے گی یا فنا اور زائل ہو جائے گی، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور اہل سنت کے اجماع سے خارج ہے۔''

(فتح الباري :421/11)

۞ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْآيَاتِ الصَّرِيحَةِ وَالْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ خُلُودُ أَهْلِ الدَّارَيْنِ خُلُودًا مُؤَبَّدًا كُلٌّ بِمَا هُوَ فِيهِ مِنْ نَعِيمٍ وَعَذَابٍ أَلِيمٍ، وَعَلَى هَذَا إِجْمَاعُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَأَجْمَعُوا أَنَّ عَذَابَ الْكُفَّارِ لَا يَنْقَطِعُ، كَمَا أَنَّ نَعِيمَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَا يَنْقَطِعُ، وَدَلِيلُ ذَلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةِ، وَزَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ يَفْنَيَانِ

''ہم نے جو صریح آیات اور صحیح احادیث نقل کی ہیں، ان سے ثابت ہوا کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ اور ابدالاباد تک رہیں گے۔ ان میں جو بھی ہو گا، اسے نعمتیں یا دردناک عذاب ہمیشہ ہمیشہ دیا جائے گا۔ اس پر اہل سنت

والجماعت کا اجماع ہے۔ نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ کفار کا عذاب منقطع نہیں ہوگا، جیسا کہ جنتیوں کی نعمتیں منقطع نہیں ہوں گی۔ اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں۔ جبکہ جہمیہ کا نظریہ ہے کہ جنت اور جہنم فنا ہو جائیں گی۔''

(لَوامِع الأنوار البَهِيّة : 234/2)

❀ اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ﴾(البقرة : ١٦١۔١٦٢)

''جنھوں نے کفر کیا اور انہیں کفر پر ہی موت آئے، ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں ڈھیل ملے گی۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ لَا يَنْقُصُ عَمَّا هُمْ فِيهِ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ أَيْ لَا يُغَيَّرُ عَنْهُمْ سَاعَةً وَاحِدَةً، وَلَا يُفَتَّرُ، بَلْ هُوَ مُتَوَاصِلٌ دَائِمٌ.

''مطلب یہ ہے کہ ان کے عذاب میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ لمحہ بھر کے لیے بھی ان سے عذاب دور نہیں ہوگا، بلکہ وہ مسلسل اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر :473/1)

علامہ ابوسعود رحمہ اللہ (۹۸۲ھ) ''خلدین'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الدَّوَامُ.

''اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ''خالدین'' سے مراد دوام اور ہمیشگی ہے۔''

(تفسير أبي السّعود :94/1)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾(الزُّخرُف : ٧٤)

''مجرم ہمیشہ عذاب جہنم میں مبتلا رہیں گے۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾

(فاطر : ٣٦)

''انہیں نہ موت آئے گی اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ﴾(المائدة : ٣٧)

''وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے، لیکن کبھی نکل نہیں پائیں گے، بلکہ ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔''

❀ مزید فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾(النّساء : ١٦٨، الأحزاب : ٦٥، الجِنّ : ٢٣)

''وہ دوزخ میں ہمیشہ سے ہمیشہ رہیں گے۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾(الفرقان : ٦٥)

''جہنم کا عذاب دائمی ہوگا۔''

❁ اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے متعلق فرمایا:

﴿لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا﴾(النّبأ : ٢٣)

''وہ جہنم میں بے انتہا عرصہ پڑے رہیں گے۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ سے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مدت لا متناہی ہو گی۔ جیسے آخرت کی مدتیں ختم نہیں ہوں گی، اسی طرح ان کا عذاب بھی ختم نہیں ہوگا، انہیں کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔ ایک عذاب منقطع ہوگا، تو دوسرے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یوں ابدالاباد تک جہنم میں رہیں گے۔

❁ اہل جہنم کے متعلق ہی فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ﴾

(هود : ١٠٧)

''وہ دائمی جہنم میں رہیں گے، مگر جو تیرا رب چاہے۔''

اس آیت کی کئی تفاسیر کی گئی ہیں۔

① ''مادامت السماوات والارض'' سے مراد آخرت کے زمین وآسمان ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ﴾(إبراهيم : ٤٨)

''جس دن زمین وآسمان کو بدل دیا جائے گا۔''

آخرت کے زمین وآسمان کو دوام ہے، اسی طرح کفار کے عذاب کو بھی دوام ہے۔

② ''مادامت السماوات والارض'' محاورہ ہے، جو دوام کے لیے بولا جاتا ہے۔

﴿إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ﴾ ''مگر جو تیرا رب چاہے۔'' میں اہل توحید کی استثنا ہوئی ہے، مطلب کہ گناہ گار اہل توحید کو اللہ تعالیٰ ایک وقت تک جہنم میں رکھے گا، پھر جب چاہے گا انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا، یوں وہ ابدی سعادت مندی پا لیں گے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول کو درست قرار دیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلنَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾(الأنعام: ١٣٨)

''جہنم تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے، مگر جتنی مدت اللہ چاہے گا۔''

اس مدت سے مراد قبروں سے اٹھ کھڑا ہونے سے لے کر جہنم رسید ہونے تک کا عرصہ ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ کی یہ تفسیر ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ.

''جو جہنمی ہوں گے، وہ جہنم میں نہ مریں گے، نہ جئیں گے۔''

(صحیح مسلم: 185)

❁ اس کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ کفار دوزخ میں جلیں گے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں، انہیں موت نہیں آئے گی، نہ وہ پرسکون زندگی جئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾(فاطر: ٣٦) ''انہیں موت آئے گی، نہ عذاب

میں تخفیف ہوگی۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ لَا یَمُوتُ فِیھَا وَلَا یَحْیٰی﴾ (الأعلیٰ : ١٣) ''جہنم میں نہ اسے موت آئے گی اور نہ ہی وہ پرسکون زندگی جی سکے گا۔'' اہل حق کا یہ مذہب ہے کہ بہشت کی نعمتیں دائمی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے کفار کا عذاب بھی دائمی ہے۔''

(شرح مسلم : 38/3)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَدْخُلُ أَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَأَھْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ یَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ : یَا أَھْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ، وَیَا أَھْلَ الْجَنَّۃِ لَا مَوْتَ، خُلُودٌ .

''اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر منادی ہوگی: اہل دوزخ اور اہل جنت! اب موت نہیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہو گے۔''

(صحیح البخاري : 6544، صحیح مسلم : 2850)

سوال: درج ذیل حدیث کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی جَھَنَّمَ یَوْمٌ کَأَنَّھَا زَرْعٌ ھَاجَ وَاحْمَرَّ تَخْفُقُ أَبْوَابُھَا .

''جہنم پر ایک ایسا دن ضرور آئے گا، جب وہ (ٹھنڈی ہوکر) سوکھی فصل کی طرح سرخ ہوجائے گی اور اس کے دروازے (بوسیدہ ہوکر) ہلنے لگ جائیں گے۔''

(المُعجم الکبیر للطّبراني : 7969)

جواب: روایت باطل ہے۔

① عبداللہ بن مسعر بن کدام ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② جعفر بن زبیر حنفی شامی ''متروک الحدیث'' ہے۔

❀ اس روایت کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''باطل'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 502/2)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ .

''اس کی سند ضعیف ہے۔''

(مسند الفاروق : 543/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ السَّبْعَ الْأُوَلَ فَهُوَ حَبْرٌ .

''جس نے قرآن کی پہلی سات سورتیں سیکھ لیں، وہ عالم ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 72/6، 73)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام حاکم رحمہ اللہ (۲۰۷۰) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

پہلی سات سورتیں یہ ہیں؛ ① سورت بقرہ ② سورت آل عمران ③ سورت نساء ④ سورت مائدہ ⑤ سورت انعام ⑥ سورت اعراف ⑦ سورت توبہ

سوال: کن سورتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے؟

جواب: قرآن کریم کی کئی سورتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ذکر ہوا ہے، ان ناموں

کے وسیلے سے دعا کی جائے، تو ضرور قبول ہوتی ہے۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ دعا میں یہ کہہ رہا تھا، اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، جس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ جنا گیا ہے، نہ اس کا کوئی ہم سر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے اللہ کے اسم اعظم کی وساطت سے سوال کیا ہے، جس کے ساتھ جب اسے پکارا جائے، تو وہ قبول کرتا ہے اور جب اس کے ذریعے سوال کیا جائے، تو وہ عطا کر دیتا ہے۔''

(مسند أحمد: 350/5، سنن أبي داود: 1493، سنن ابن ماجه: 3857، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۹۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۰۴) نے اسے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ ابو عبدالرحمٰن، قاسم بن عبدالرحمٰن شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اسْمَ اللّٰهِ الْأَعْظَمَ فِي ثَلَاثِ سُوَرٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، وَطٰهٰ.

''اللہ کا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں میں موجود ہے: ① سورت بقرہ ② سورت آل عمران ③ سورت طٰہٰ۔''

(فضائل القرآن للفِريابي: 48، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ ابو مدینہ عبداللہ بن حصن رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ الرَّجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقيَا لَمْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَقْرَأَ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ : ﴿وَالْعَصْرِ ......﴾

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے دو اشخاص کی ملاقات ہوتی، تو تب تک جدا نہ ہوتے، جب تک دونوں ایک دوسرے کو سورت عصر نہ سنا دیتے۔''

(الزّهد لأبي داود : 402، المُعجم الأوسط للطّبراني : 5124)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: درج ذیل حدیث میں «السَّكِينَةُ» سے کیا مراد ہے؟

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ، فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ، فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ، أَوْ سَحَابَةٌ، قَدْ غَشِيَتْهُ، قَالَا : فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : اقْرَأْ، فُلَانُ، فَإِنَّهَا السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ، أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ .

''ایک صحابی سورت کہف کی تلاوت کر رہے تھے، ان کے گھر میں بندھا ہوا گھوڑا ابدکنے لگا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بادل یا سائبان نما چیز نے اُنہیں ڈھانپ رکھا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! آپ پڑھتے رہتے، یہ سکینت تھی، جو تلاوت قرآن کے وقت نازل ہو رہی تھی۔''

(مسند الإمام أحمد : 481/4، وسندهٗ صحيحٌ)

جواب: اس سکینت سے مراد میں "سکون، راحت، رحمت" ہے۔اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهٗ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ .

"جو لوگ اللہ کے گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے سیکھتے سکھاتے ہیں، ان پر "سکینت" نازل ہوتی ہے، ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرشتے میں ان کا ذکر خیر فرماتے ہیں۔"

(صحيح مسلم : 2699)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَأَيُّ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ أَعْظَمُ؟، قَالَ : آيَةُ الْكُرْسِيِّ ثُمَّ، قَالَ : يَا أَبَا ذَرٍّ، مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ مَعَ الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ .

"میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سب سے زیادہ فضیلت والی آیت کون سی نازل کی ہے؟ فرمایا: آیت الکرسی، پھر فرمایا: ابو ذر! (اللہ کی) کرسی کے سامنے سات آسمان اسی طرح ہیں، جیسے کسی چٹیل میدان

میں چھلا پڑا ہو۔''

(صحيح ابن حبان: 361)

(جواب): یہ روایت باطل ہے۔ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ غسانی ''کذاب'' ہے۔

❀ اسے امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل: 143/2)

اس حدیث کے دیگر طرق بھی ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَتِ امْرَأَةٌ تُصَلِّي خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْنَاءَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يَكُونَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا، وَيَسْتَأْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتّٰى يَكُونَ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ، فَإِذَا رَكَعَ نَظَرَ مِنْ تَحْتِ إِبْطَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ﴾(الحجر: ٢٤)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ایک عورت نماز پڑھتی تھی، جو حسین ترین عورت تھی۔ کچھ لوگ آگے پہلی صف میں کھڑے ہوتے، تاکہ اس عورت پر نظر نہ پڑے، جبکہ بعض لوگ پیچھے آخری صف میں کھڑے ہوتے اور جب رکوع میں جاتے، تو بغلوں کے نیچے سے عورت کی طرف دیکھتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ

عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ﴾(الحجر : ٢٤) ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کون آگے جاتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے۔''

(سنن النّسائي : 870، سنن الترمذي : 3122، سنن ابن ماجه : 1046)

(جواب): سند ضعیف ہے۔عمرو بن مالک نکری کی حدیث ابو الجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ .

''ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوالجوزاء سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔''

(تهذيب التّهذيب :336/1)

یہ جرح مفسر ہے، مذکورہ روایت بھی عمرو بن مالک نکری نے اپنے استاذ ابوالجوزاء سے بیان کی ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ نَكَارَةٌ شَدِيدَةٌ .

''اس حدیث میں سخت نکارت پائی جاتی ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 532/4)

(سوال): سورت کوثر میں ''کوثر'' سے مراد کیا ہے؟

(جواب): کوثر سے مراد ''حوض کوثر'' ہے، جو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے آخری نبی

ورسول محمد کریم ﷺ کو عطا کرے گا۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا إِذْ أَغْفٰى إِغْفَاءَةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مُتَبَسِّمًا، فَقُلْنَا: مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ ثُمَّ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟ فَقُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهٗ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

”ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، اچانک آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی، پھر (وحی مکمل ہونے کے بعد) سر اٹھایا، تو مسکرا رہے تھے، ہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! یہ مسکراہٹ کس لیے؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے سورت کوثر تلاوت کی۔ پھر فرمایا: جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک نہر ہے، جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر بہت زیادہ خیر بھی ہے۔ یہ حوض ہے، جس پر روز قیامت میری اُمت وارد ہوگی۔“

(صحیح مسلم: 400)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اَلْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ ، قَالَ أَبُو بِشْرٍ : قُلْتُ لِسَعِيدٍ : إِنَّ أُنَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ : النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ .

”کوثر وہ خیر کثیر ہے، جو اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی ہے، (راوی حدیث) ابوبشر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے سعید رحمہ اللہ سے پوچھا: لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے، سعید رحمہ اللہ فرمانے لگے: جنت کی نہر بھی اس خیر کثیر میں سے ہے، جو خیر کثیر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔“

(صحيح البخاري : 6578)

اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاق عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض حق ہے، صحیح اور متواتر احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے، خارجی اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہود ونصاریٰ کا مناظرہ ہوا؟

جواب: تفسیر طبری (۴۳۴/۲) وغیرہ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”نجران کے نصاریٰ اور مدینہ کے یہود کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مناظرہ ہوا۔ رافع بن حریملہ نے کہا: عیسائیو! تم کچھ نہیں ہو۔ پھر اس نے عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا۔ عیسائیوں کا بندہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یہود! تم کچھ نہیں ہو، پھر اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو جھٹلا دیا اور تورات کا انکار کیا۔ اس پر سورت بقرہ کی آیت (۱۱۳) نازل ہوئی۔“

لیکن اس قصہ کی سند ضعیف ہے۔ محمد بن ابی محمد انصاری مجہول الحال ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا، وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا، وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ .

''اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی پر زندہ رکھنا، مسکینی میں ہی موت دینا اور مجھے مساکین کے ساتھ اٹھانا۔''

(سنن ابن ماجه : 4126)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابو فروہ یزید بن سنان تمیمی ''ضعیف'' ہے۔

② ابو مبارک ''مجہول'' ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2918)

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ شِبْهُ مَجْهُولٍ .

''یہ مجہول سا ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 446/9)

اس کے دیگر طریق بھی ضعیف ہیں۔

❀ اس حدیث کی سند کو حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(البدر المُنير : 367/7)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(مِصباح الزّجاجة : 218/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

مَا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَرَأَ وَكَتَبَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے پڑھنا لکھنا جان چکے تھے۔''

(سِيَر أَعلام النُّبَلاء للذّهبي : 190/14)

جواب: سند ضعیف و مرسل ہے۔

① مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

فتح الباری (۷/۵۰۴) میں مجالد کی تصحیف مجاہد سے ہوگئی ہے۔

② عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ تابعی ہیں، وہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیسے خبر دے سکتے ہیں؟

❀ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(مَجمع الزّوائد للهيثمي : 271/8، ذيل الموضوعات للسّيوطي :217/1)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْقَطِعٌ وَفِي رُوَاتِهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَالْمَجْهُولِينَ .

”یہ حدیث منقطع (مرسل) ہے، اس میں کئی ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔“

(السّنن الكبرىٰ : 43/7)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ ضعیف ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔“

(تفسير ابن كثير : 62/5)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحٰى إِلَيَّ فِي عَلِيٍّ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي : أَنَّهٗ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ، وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ .

”اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات بذریعہ وحی مجھے علی کے بارے میں تین باتیں بتائیں ؛ تمام مومنوں کے سردار ہیں، متقین کے امام اور (روز قیامت) نورانی چہروں والوں کے قائد ہیں۔“

(المُعجم الصّغير للطّبراني، ص 210، ح : 1012)

سوال: جھوٹی روایت ہے۔

① عیسیٰ بن سوادہ نخعی کذاب ہے۔

(مَجمع الزّوائد للهيثمي : 121/9)

② محمد بن مسلم بن عبدالعزیز اشعری مجہول ہے۔

③ مجاشع بن عمرو کذاب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ لَهُ أَدْنٰى مَعْرِفَةٍ بِالْحَدِيثِ يَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا كَذِبٌ مَوْضُوعٌ لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي كِتَابٍ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ لَا الصِّحَاحِ، وَلَا السُّنَنِ، وَلَا الْمَسَانِدِ الْمَقْبُولَةِ، الثَّالِثُ : أَنَّ هٰذَا مِمَّا لَا يَجُوزُ نِسْبَتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ قَائِلَ هٰذَا كَاذِبٌ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَزَّهٌ عَنِ الْكَذِبِ، وَذٰلِكَ أَنَّ سَيِّدَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِينَ، وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

”یقیناً یہ جھوٹ ہے، باتفاق محدثین من گھڑت ہے، حدیث کا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ اسے محدثین نے کسی معتبر کتاب میں نقل نہیں کیا، وہ صحاح ہوں، سنن ہوں یا مسانید ہوں۔ تیسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت کرنا جائز نہیں، کیونکہ اسے بیان کرنے والا جھوٹا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک اس جھوٹ سے پاک ہے اور یہ کہ تمام مومنوں کے سردار، متقین کے امام اور (روز قیامت) نورانی چہروں والوں کے قائد باتفاق المسلمین نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک ہے۔“

(مِنہاج السّنّة : 7/386-387)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ .

''لوگو! بلاشبہ میں رحمت اور ہدایت کا ذریعہ ہوں۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 2452، المُستدرك للحاكم : 100)

جواب: روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا مالک بن سعیر تمیمی کی خطا ہے، دراصل یہ ابو صالح کی مرسل ہے، یہی درست ہے، جیسا کہ امام بخاری اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(العِلل الكبير للتّرمذي : 665، عِلَل الدّارقطني : 1897)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ .

''میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے، میں اسے سنوں گا اور دور سے مجھ پر درود بھیجیں گے، تو مجھے پہنچا دیا جائے گا۔''

(شُعَب الإيمان : 1481، حياة الأنبياء في قبورهم للبيهقي : 19، الضُّعَفاء الكبير للعُقَيلي : 136/4، تاريخ الخطيب : 292/3، التّرغيب والتّرهيب لقِوام السُّنّة : 1666)

جواب: من گھڑت روایت ہے:

① محمد بن مروان سدی ''متروک وکذاب'' ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابوحاتم رازی، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام نسائی، امام جوزجانی اور امام ابن عدی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس پر سخت جرح کر رکھی ہے۔

② اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

محدثین اعمش کی ابو صالح سے عن والی روایت کو ''ضعیف'' ہی سمجھتے ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) اعمش کی تدلیس کے بارے میں لکھتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّ إِسْنَادَ الْحَدِيثِ الَّذِي صَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ مَعْلُولٌ، لِأَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِ رِجَالِهِ ثِقَاتٍ أَنْ يَّكُونَ صَحِيحًا، لِأَنَّ الْأَعْمَشَ مُدَلِّسٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ سَمَاعَهُ مِنْ عَطَاءٍ، وَعَطَاءٌ يَّحْتَمِلُ أَنْ يَّكُونَ هُوَ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ، فَيَكُونُ فِيهِ تَدْلِيسُ التَّسْوِيَةِ بِإِسْقَاطِ نَافِعٍ بَيْنَ عَطَاءٍ وَّابْنِ عُمَرَ .

''میرے خیال میں جس حدیث کو ابن قطان نے ''صحیح'' کہا ہے، وہ معلول (ضعیف) ہے، کیونکہ راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ اس میں اعمش ''مدلس'' ہیں اور انہوں نے عطاء سے سماع کا ذکر نہیں کیا، یہ احتمال بھی ہے کہ اس سند میں مذکور عطاء، خراسانی ہوں، یوں اعمش کی تدلیس تسویہ بن جائے گی، کیونکہ اس صورت میں انہوں نے عطاء اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان نافع کا واسطہ بھی گرا دیا ہے۔''

(التّلخيص الحَبير : 19/3)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ، وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، وَلَا يُتَابِعُهٗ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونَهٗ .

”یہ حدیث اعمش کی سند سے بے اصل ہے۔ محفوظ بھی نہیں۔ محمد بن مروان کی متابعت اس سے بھی کمزور راوی کر رہا ہے۔“(الضّعفاء الکبیر : 137/4)

سنن بیہقی میں ابو عبدالرحمٰن، اعمش سے بیان کرتا ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ؛ فِيمَا أَرٰى، وَفِيهِ نَظَرٌ .

”میرے مطابق ابو عبدالرحمٰن، محمد بن مروان سدی ہے اور اس پر کلام ہے۔“

(حياة الأنبياء في قُبورهم، ص 103)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ .

”یہ حدیث ثابت نہیں۔“(المَوضوعات : 303/1)

❀ حافظ ابن دحیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ . ”یہ من گھڑت حدیث ہے۔“

(تخريج أحاديث الكشّاف للزّيلعي : 135/3)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ عَلَى الْأَعْمَشِ بِإِجْمَاعِهِمْ .

”محققین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث گھڑ کر اعمش سے منسوب کر دی گئی ہے۔“

(مَجموع الفتاوی : 241/27)

❀ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

''یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(الصّارم المُنكي في الرّدّ على السّبكي، ص 215)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ نَظَرٌ، تَفَرَّدَ بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ الصَّغِيرُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ .

''اس کی سند میں کلام ہے، یہ صرف محمد بن مروان سدی صغیر نے بیان کی ہے اور وہ متروک ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 228/5)

❁ روایت ہے:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي؛ سَمِعْتُهٗ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا؛ وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي، وَكُفِيَ بِهَا أَمْرُ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهٗ، وَكُنْتُ لَهٗ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا .

''میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے، تو میں سنوں گا اور دور سے پڑھیں گے، تو اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا، جو درود مجھ تک پہنچائے گا۔ درود پڑھنے والے کے دنیا و آخرت کے معاملات سدھر جائیں گے اور میں اس کے لئے گواہ اور سفارشی بن جاؤں گا۔''

(شُعَب الإيمان للبَيهقي : 1481، تاريخ بغداد للخطيب : 3/291-292، واللّفظ لهٗ، التّرغيب والتّرهيب لأبي القاسم الأصبهاني : 1698)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن مروان سدی صغیر اور محمد بن یونس بن موسیٰ کدیمی ''وضاع'' ہیں۔

② اعمش کا ''عنعنہ'' ہے۔

تنبیہ:

سدی صغیر کی متابعت ابومعاویہ محمد بن خازم ضریر نے کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي؛ سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ بَعِيدٍ أُعْلِمْتُهُ.

''میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے، تو میں خود سنوں گا اور اگر درود بھیجیں گے، مجھے بتا دیا جائے گا۔''

(الصّلاة على النّبي لأبي الشّيخ نقلًا عن جلاء الأفهام لابن القيّم، ص 19، الثّواب لأبي الشّيخ نقلًا عن اللّآلي المَصنوعة للسّيوطي :283/1)

سند ضعیف ہے۔

۱۔ ابو صالح عبدالرحمٰن بن احمد بن ابی یحییٰ اعرج کی توثیق نہیں، اگرچہ امام ابو الشیخ رحمہ اللہ (الطبقات :451/3) اور امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (اخبار اصبھان :113/3) نے اس کے حالات زندگی درج کیے ہیں۔

۲۔ اعمش کا عنعنہ بھی ہے۔

سوال: مختلف احادیث میں سچے خوابوں کو نبوت کا جزو بتایا گیا ہے، ان احادیث کا صحیح مفہوم کیا ہے، کیا یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں؟

جواب: وحی غیب کی خبریں معلوم کرنے کا ایک ذریعہ تھا، نبوت ختم ہونے سے وہ منقطع ہو چکا ہے، اب صرف سچے خواب باقی ہیں، اس سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں، پہلی

یہ کہ اب وحی کا نزول نہیں ہوگا، دوسری یہ کہ اب نبوت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، یعنی ظلی وبروزی نبوت وغیرہ کا اگر وجود تھا بھی، تو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد باقی نہیں رہا۔

نیک خواب نبوت کا جزو ہیں۔ اس بارے میں وارد احادیث باہم مختلف ہیں، علمائے امت نے ان احادیث کی تطبیق اور معنی ومفہوم کچھ اس طور بیان کیا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتِلَافُ آثَارِ هٰذَا الْبَابِ فِي عَدَدِ أَجْزَاءِ الرُّؤْيَا مِنَ النُّبُوَّةِ لَيْسَ ذٰلِكَ عِنْدِي بِاخْتِلَافِ تَضَادٍّ وَتَدَافُعٍ وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ لِأَنَّهٗ يُحْتَمَلُ أَنْ تَكُونَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنْ بَّعْضِ مَنْ يَّرَاهَا عَلٰى سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا أَوْ خَمْسَةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا أَوْ أَرْبَعَةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا أَوْ خَمْسِينَ جُزْءًا أَوْ سَبْعِينَ جُزْءًا عَلٰى حَسَبِ مَا يَكُونُ الَّذِي يَرَاهَا مِنْ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَالدِّينِ الْمَتِينِ وَحُسْنِ الْيَقِينِ فَعَلٰى قَدْرِ اخْتِلَافِ النَّاسِ فِيمَا وَصَفْنَا تَكُونُ الرُّؤْيَا مِنْهُمْ عَلَى الْأَجْزَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ الْعَدَدِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ فَمَنْ خَلَصَتْ لَهٗ نِيَّتُهٗ فِي عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَيَقِينِهٖ وَصِدْقِ حَدِيثِهٖ كَانَتْ رُؤْيَاهُ أَصْدَقَ وَإِلَى النُّبُوَّةِ أَقْرَبَ .

”خواب کے اجزائے نبوت ہونے کی تعداد اگرچہ مختلف ہے، تاہم اس میں تضاد نہیں، واللہ اعلم! کیوں کہ بعض خواب چھیالیسواں اور بعض پنتالیسواں بعض چوالیسواں اور بعض پچیسواں یا سترواں جزو ہوسکتے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے

والے کے حسب حال ہوتا ہے، وہ کتنا سچا، امانت دار، متدین اور عقیدے میں پختہ ہے۔ جیسی کسی کی کیفیت ہے، ویسا اس کے خواب کا معاملہ ہے۔ واللہ اعلم، جو خلوص نیت کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرتا ہو، ایمان میں پختہ اور قول میں سچا ہو اس کے خواب زیادہ سچے اور نبوت کے زیادہ قریب ہیں۔‘‘

(التّمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد :283/1)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (388ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ مَعْنَى الْحَدِيثِ أَنَّ النُّبُوَّةَ تَتَجَزَّأُ وَلَا أَنَّ مَنْ جَمَعَ هٰذِهِ الْخَلَالَ كَانَ فِيهِ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ مُكْتَسَبَةٌ وَّلَا مُجْتَلَبَةٌ بِّالْأَسْبَابِ، وَإِنَّمَا هِيَ كَرَامَةٌ مِّنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَخُصُوصِيَّةٌ لِّمَنْ أَرَادَ إِكْرَامَهٗ بِهَا مِنْ عِبَادِهٖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَاتِهٖ وَقَدِ انْقَطَعَتِ النُّبُوَّةُ بِمَوْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ وَجْهٌ آخَرُ وَهُوَ أَنْ يَّكُونَ مَعْنَى النُّبُوَّةِ هٰهُنَا مَا جَاءَ تْ بِهِ النُّبُوَّةُ وَدَعَتْ إِلَيْهِ الْأَنْبِيَاءُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، يُرِيدُ أَنَّ هٰذِهِ الْخَلَالَ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِينَ جُزْءًا مِّمَّا جَاءَ تْ بِهِ النُّبُوَّاتِ وَدَعَا إِلَيْهِ الْأَنْبِيَاءُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ.

’’حدیث کا یہ معنی نہیں کہ نبوت ٹکڑوں میں منقسم ہو جاتی ہے اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ جو ان خصائل کو جمع کر لے، اسے کسبی یا سببی نبوت حاصل ہو جائے گی۔ نبوت اللہ کی مرضی پر منحصر ہے، وہ جس پر چاہے کرم کر دے اور نبوت عطا کر دے، اللہ بخوبی جانتا ہے کہ کسے رسالت عطا کرنی ہے؟ اور نبی کریم ﷺ

کی وفات حسرت آیات کے ساتھ ہی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔نبوت کا معنی نبوی تعلیمات اور انبیا کی دعوت سے بھی کیا جا سکتا ہے،تب اس حدیث کا معنی ہوگا کہ نیک خواب نبوت کی تعلیمات اور انبیاے کرام کی دعوت کے پچیس اجزا میں سے ایک جز ہیں۔''(معالم السّنن : 107/4)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ يَجِبُ أَنْ نَّعْلَمَ مَا مَعْنٰى كَوْنِ الرُّؤْيَا جُزْءً ا مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فَلَوْ كَانَتْ جُزْءً ا مِّنْ أَلْفِ جُزْءٍ مِّنْهَا لَكَانَ ذٰلِكَ كَثِيرًا فَنَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقِ : إِنَّ لَفْظَ النُّبُوَّةِ مَأْخُوذٌ مِّنَ النَّبَإِ وَالْإِنْبَاءِ، وَهُوَ الْإِعْلَامُ فِي اللُّغَةِ وَالْمَعْنٰى أَنَّ الرُّؤْيَا إِنْبَاءٌ صَادِقٌ مِّنَ اللّٰهِ، لَا كَذِبٌ فِيهِ كَمَا أَنَّ مَعْنَى النُّبُوَّةِ الْإِنْبَاءُ الصَّادِقُ مِنَ اللّٰهِ الَّذِي لَايَجُوزُ عَلَيْهِ الْكَذِبُ فَتَشَابَهَتِ الرُّؤْيَا النُّبُوَّةَ فِي صِدْقِ الْخَبَرِ عَنِ الْغَيْبِ .

''نبوت کا ہزارواں جزو ہونا بھی بہت بڑی بات ہے،تو آخر کیوں خواب کو نبوت کا جزو قرار دیا گیا،ضروری ہے کہ اس کے مفہوم کا ادراک کیا جائے، ملاحظہ کیجئے: نبوت کا لفظ خبر دینے سے ماخوذ ہے،معنی اس کا یہ ہے کہ خواب اللہ کی طرف سے سچی خبر ہے، اس میں جھوٹ نہیں ہوتا۔جیسا کہ نبوت اللہ کی طرف سے سچی خبر ہے، یہ جھوٹی نہیں ہو سکتی۔تو یہاں خواب کو نبوت سے تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ شبہ خبر کی سچائی ہے۔''(شرح صحيح البخاري : 517/9)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) فرماتے ہیں:

رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ، وَلِهٰذَا الْحَدِيثِ وَجْهَانِ : أَحَدُهُمَا : أَنَّ النُّبُوَّةَ لَمَّا كَانَتْ تَتَضَمَّنُ اطِّلَاعًا عَلٰى أُمُورٍ يَّظْهَرُ تَحْقِيقُهَا فِيمَا بَعْدُ، وَقَعَ التَّشْبِيهُ لِرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ بِهَا، وَالثَّانِي : أَنَّهٗ لَمَّا كَانَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ ثَبَتَتْ نُبُوَّتُهُمْ بِمُجَرَّدِ الْوَحْيِ فِي النَّوْمِ، وَجَمَاعَةٌ أُخْرَى ابْتَدَءُوا بِالْوَحْيِ فِي الْمَنَامِ ثُمَّ رَقُّوا إِلَى الْوَحْيِ وَالْيَقَظَةِ، حَسَنَ التَّشْبِيهِ، فَإِنْ قِيلَ : فَمَا وَجْهُ حَصَرَهَا بِسِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ؟ فَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَقِيَ فِي النُّبُوَّةِ ثَلَاثًا وَّعِشْرِينَ سَنَةً، أَقَامَ مِنْهَا بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً، وَكَانَ يُوحٰى إِلَيْهِ فِي مَنَامِهٖ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ وَّهِيَ نِصْفُ سَنَةٍ، فَصَارَتْ هٰذِهِ الْمُدَّةُ جُزْءًا مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِّنْ أَيَّامِ نُبُوَّتِهٖ وَقَدْ تَوَاطَأَ عَلٰى رِوَايَةِ هٰذَا اللَّفْظِ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَأَخْرَجَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عُبَادَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، غَيْرَ أَنَّهٗ قَدْ رَوٰى مُسْلِمٌ مِّنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ، فَعَلٰى هٰذَا تَكُونُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ مُخْتَلِفَةٌ، فَأَدْنَاهَا مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا

وَّأَعْلَاهَا مِنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ، وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ : فَأَمَّا قَوْلُهٗ : مِنْ سَبْعِينَ، فَعَامٌّ فِي كُلِّ رُؤْيَا صَالِحَةٍ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ، بِأَيِّ أَحْوَالِهٖ كَانَ وَعَلٰى أَيِّ حَالٍ رَّآهَا، وَأَمَّا جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ فَحَالَةُ مَنْ يَّكُونُ مِنْ أَهْلِ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فِي السَّبُرَاتِ، وَالصَّبْرُ عَلَى الْمَكْرُوهَاتِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، قَالَ : وَقَدْ رُوِيَ : جُزْءٌ مِّنْ خَمْسَةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا، وَذٰلِكَ لِمَا بَيْنَ ذٰلِكَ مِنَ الْأَحْوَالِ .

''مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے۔اس حدیث کے دو معنی ہیں۔ نبوت میں ایسے امور کی خبر ہوتی ہے، جنہوں نے بعد میں وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے، چنانچہ مومن کے خواب کو بھی اسی سے تشبیہ دی گئی ہے۔تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض انبیا کی نبوت کا ثبوت یہ تھا کہ نیند میں ان کو اللہ کی طرف سے وحی ہوئی اور بعض انبیا کو نبوت سے پہلے سچے خواب آتے رہے، پھر انہیں حالت بیداری میں وحی ہونے لگی۔ یہاں سوال اٹھتا ہے کہ آخر چھیالیسواں جز کہنے کا کیا مقصد؟ بعض علما نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا عرصہ تئیس سال پر محیط ہے۔ تیرہ برس مکہ میں گزرے اور نبوت کے ابتداء میں چھ ماہ تک آپ ﷺ کو خواب آتے رہے، تو یہ مدت نبوت کے تئیس برس کا چھیالیسواں حصہ بنتی ہے۔ یہ چھیالیسویں جز والی حدیث صحیحین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت، سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ صحیح مسلم کی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی

ایک روایت کے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ خواب نبوت کا سترواں جز ہے۔اس حدیث کے مطابق مومن کے خواب کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔خواب کی ادنی کیفیت 70 واں جز اوراعلیٰ کیفیت چھیالیسواں جز ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ 70 واں جزعام ہے، یہ وہ خواب ہے، جو ہر مسلمان دیکھتا ہے، وہ کسی بھی حالت و کیف میں ہو۔ جب کہ چھیالیسواں جز ان لوگوں کے لئے ہے، جو سخت سردی میں اچھی طرح وضو کرتے ہیں، مکروہات پر صبر کرتے ہیں اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی روایت ہوا کہ خواب پنتالیسواں جز ہے، اسے بھی مختلف احوال و کیف پر محمول کیجئے۔'' (كشف المُشكِل من حديث الصّحيحين : 77/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ : لَمَّا كَانَتِ النُّبُوَّةُ تَتَضَمَّنُ اطِّلَاعًا عَلٰى أُمُورٍ يَّظْهَرُ تَحْقِيقُهَا فِيمَا بَعْدُ، وَقَعَ تَشْبِيهُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ بِهَا .

''ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبوت میں ایسے امور کی خبر ہوتی ہے، جنھوں نے بعد میں وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے، مومن کے خواب کو بھی اسی سے تشبیہ دی گئی ہے۔''

(فتح الباري : 367/12)

مزید فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ التِّينِ : مَعْنَى الْحَدِيثِ أَنَّ الْوَحْيَ يَنْقَطِعُ بِمَوْتِي وَلَا يَبْقٰى مَا يُعْلَمُ مِنْهُ مَا سَيَكُونُ إِلَّا الرُّؤْيَا .

''بقول ابن تین، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میری وفات کے ساتھ ہی وحی

منقطع ہو جائے گی اور آئندہ کی خبریں صرف خواب کے ذریعے ہی بتائی جا سکیں گی۔'' (فتح الباري شرح صحيح البخاري : 376/12)

نیز فرماتے ہیں:

اَلرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ وَإِنْ كَانَتْ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ فَهِيَ بِاعْتِبَارِ صِدْقِهَا لَا غَيْرُ وَإِلَّا لَسَاغَ لِصَاحِبِهَا أَنْ يُسَمّٰى نَبِيًّا .

''سچے خواب کو نبوت کا جز کہنے کی وجہ مشابہت سچائی ہے، کوئی اور نہیں، وگرنہ تو سچا خواب دیکھنے والا نبی کہلاتا۔''

(فتح الباري :20/1)

مزید فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ .... وَظَاهِرُ الْاِسْتِثْنَاءِ مَعَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ أَنَّ الرُّؤْيَا جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ أَنَّ الرُّؤْيَا نُبُوَّةٌ وَّلَيْسَ كَذٰلِكَ لِمَا تَقَدَّمَ أَنَّ الْمُرَادَ تَشْبِيهُ أَمْرِ الرُّؤْيَا بِالنُّبُوَّةِ أَوْ لِأَنَّ جُزْءَ الشَّيْءِ لَا يَسْتَلْزِمُ ثُبُوتَ وَصْفِهٖ لَهٗ كَمَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَافِعًا صَوْتَهٗ لَا يُسَمّٰى مُؤَذِّنًا وَلَا يُقَالُ : إِنَّهٗ أَذَّنَ وَإِنْ كَانَتْ جُزْءًا مِنَ الْأَذَانِ وَكَذَا لَوْ قَرَأَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ وَهُوَ قَائِمٌ لَّا يُسَمّٰى مُصَلِّيًا وَّإِنْ كَانَتِ الْقِرَاءَةُ جُزْءًا مِّنَ الصَّلَاةِ وَيُؤَيِّدُهٗ حَدِيثُ أُمِّ كُرْزٍ ... قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ،

أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ .... وَلِأَبِي يَعْلٰى مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ رَّفَعَهُ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ وَلَا نَبِيَّ وَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلٰكِنْ بَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا : وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالَ : رُؤْيَا الْمُسْلِمِينَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''نبوت سے صرف سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔''

یہاں استثنا کے ظاہری الفاظ سے اشتباہ ہوتا ہے کہ سچے خواب کو نبوت کہا گیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔خواب کو نبوت کے ایک جز سے تشبیہ دی گئی ہے اور کسی چیز کے جز کے حصول سے اس چیز کا حصول لازم نہیں آتا، جیسے اگر کوئی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کہے تو اسے موذن نہیں کہا جائے گا، حالاں کہ یہ کلمہ اذان کا ایک جز ہے۔اسی طرح کوئی قرآن کی آیت پڑھے،تو اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے نماز پڑھی ہے۔ حالاں کہ قرآن کی آیت پڑھنا نماز کا جز ہے۔۔۔ اس مفہوم کی تائید سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہوتی ہے، بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: نبوت ختم ہو چکی اور اب صرف مبشرات باقی ہیں، اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، جب کہ امام ابن خزیمہ و امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ ...... مسند ابی یعلی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں، مبشرات البتہ باقی ہیں، صحابہ نے عرض کیا: مبشرات سے کیا مراد

ہے؟فرمایا:مسلمان کا خواب نبوت کا ایک جزو ہے۔''

(فتح الباري : 375/12)

مزید فرماتے ہیں:

قَالَ الْخَطَّابِيُّ : قِيلَ : مَعْنَاهُ أَنَّ الرُّؤْيَا تَجِيءُ عَلٰى مُوَافَقَةِ النُّبُوَّةِ لَا أَنَّهَا جُزْءٌ بَاقٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ، وَقِيلَ : الْمَعْنٰى أَنَّهَا جُزْءٌ مِّنْ عِلْمِ النُّبُوَّةِ لِأَنَّ النُّبُوَّةَ وَإِنِ انْقَطَعَتْ فَعِلْمُهَا بَاقٍ .

''حافظ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بعض کے مطابق خواب علم نبوت کی موافقت میں آتے ہیں، یہ نبوت کا جز نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خواب علم نبوت کا ایک جز ہیں، کیوں کہ نبوت تو ختم ہو چکی لیکن اس کا علم باقی ہے۔''

(فتح الباري : 363/12)

حافظ عراقی رحمہ اللہ (806ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الرُّؤْيَا إِنْ كَانَتْ لِنَبِيٍّ فَهِيَ وَحْيٌ وَّإِنْ كَانَتْ لِغَيْرِهٖ فَلَيْسَتْ وَحيًا، وَأَمَّا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : إِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُّبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، فَإِنَّهٗ سَمّٰى مَا يَقَعُ لِغَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الرُّؤْيَا مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ عَلَى طَرِيقِ التَّشْبِيهِ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ النُّبُوَّةِ لٰكِنَّهَا تُشْبِهُهَا فِي صُورَتِهَا وَصِحَّتِهَا .

''یادرکھئے کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، غیر نبی کا خواب وحی نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ سچے خواب مبشرات نبوت سے ہیں، تو یہ تشبیہ ہے، خواب نبوت تو نہیں، لیکن اپنی صورت اور سچائی میں نبوت کے مشابہ ضرور ہیں۔''

(طرح التّثريب : 4/183)

ابوزرعہ ابن عراقی رحمہ اللہ (826ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُتَخَيَّلُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ رُؤْيَا الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فَإِنَّ الرُّؤْيَا إِنَّمَا هِيَ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَلَيْسَتْ فِي حَقِّ غَيْرِهِمْ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَّحْصُلَ لِغَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ وَإِنَّمَا الْمَعْنٰى أَنَّ الرُّؤْيَا الْوَاقِعَةَ لِلصَّالِحِ تُشْبِهُ الرُّؤْيَا الْوَاقِعَةَ لِلْأَنْبِيَاءِ الَّتِي هِيَ فِي حَقِّهِمْ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فَأَطْلَقَ أَنَّهَا مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ عَلٰى طَرِيقِ التَّشْبِيهِ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ : وَإِنَّمَا كَانَتْ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فِي الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ دُونَ غَيْرِهِمْ لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ يُوحٰى إِلَيْهِمْ فِي مَنَامِهِمْ كَمَا يُوحٰى إِلَيْهِمْ فِي الْيَقَظَةِ، ثُمَّ قَالَ : وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْنَاهُ أَنَّ الرُّؤْيَا تَجِيءُ عَلٰى مُوَافَقَةِ النُّبُوَّةِ لَا أَنَّهَا جُزْءٌ بَّاقٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ، وَقَالَ آخَرُ : مَعْنَاهُ إِنَّهَا جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ عِلْمِ النُّبُوَّةِ وَعِلْمُ النُّبُوَّةِ بَاقٍ وَّالنُّبُوَّةُ غَيْرُ بَاقِيَةٍ

''اس سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ سچے خواب نبوت کا کوئی جزو ہیں، انبیا کے حق میں تو یقیناً ایسا ہی ہے، لیکن سب کے لئے ایسا نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ غیر نبی کو نبوت کا کوئی جز حاصل ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی کے خواب

انبیا کے خوابوں کے مشابہ ہوتے ہیں، تو یہاں تشبیہ بیان کی گئی ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ یہ خواب انبیا کے لئے تو نبوت کا جز ہوتے ہیں غیر انبیا کے لئے نہیں۔ انبیا کو نیند میں بھی اسی طرح وحی کی جاتی ہے جس طرح حالت بیداری میں کی جاتی ہے۔ اسی لئے بعض علما کہتے ہیں کہ خواب نبوت کی موافقت میں آتے ہیں، انہیں بذاتہ نبوت کا جز نہیں کہا جا سکتا۔ بعض علما نے کہا ہے کہ خواب علم نبوت کا جز ہیں اور نبوت کا علم باقی ہے، جبکہ نبوت باقی نہیں ہے۔''

(طرح التّثریب: 214/8)

علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (804ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ : إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، يَعْنِي بَعْدَهٗ، وَكَذَا رَوٰى مُفَسَّرًا : لَيْسَ يَبْقٰى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، يُرِيدُ أَنَّ الْوَحْيَ يَنْقَطِعُ بِمَوْتِهٖ، فَلَا يَبْقٰى مَا يُعْلِمُ أَنَّهٗ سَيَكُونُ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ .

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد نبوت باقی نہ رہے گی، البتہ سچے خواب باقی رہیں گے۔ مراد یہ تھی کہ وحی آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی ختم ہو جائے گی اور آئندہ کی باتیں جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہوگا، اچھے خواب۔''

(التّوضیح لشرح الجامع الصّحیح: 147/32)

نیز فرماتے ہیں:

مَعْنٰى «اِقْتَرَبَ الزَّمَانُ» فِيهِ أَقْوَالٌ : إِذَا دَنَا قِيَامُ السَّاعَةِ، قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ : مَعْنَاهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، إِذَا اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ، وَقُبِضَ

أَكْثَرُ الْعِلْمِ، وَدُرِسَتْ مَعَالِمُ الدِّيَانَةِ بِالْهَرَجِ وَالْفِتْنَةِ، فَكَانَ النَّاسُ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ يَحْتَاجُونَ إِلٰى مُذَكِّرٍ وَّمُجَدِّدٍ لِّمَا دُرِسَ مِنَ الدِّينِ، كَمَا كَانَتِ الْأُمَمُ قَبْلَنَا تَذْكُرُ بِالنُّبُوَّةِ، فَلَمَّا كَانَ نَبِيُّنَا عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ خَاتَمَ الرُّسُلِ وَمَا بَعْدَهٗ مِنَ الزَّمَانِ مَا يُشْبِهُ الْفَتْرَةَ عُوِّضُوا بِمَا مُنِعَ مِنَ النُّبُوَّةِ بَعْدَهٗ بِالرُّؤْيَا الصَّادِقَةِ الَّتِي هِيَ جُزْءٌ مِّنْ كَذَا الْآتِيَةِ بِالتَّبْشِيرِ وَالْإِنْذَارِ.

''میرے مطابق اِقْتَرَبَ الزَّمَانُ'' کا معنی قرب قیامت ہے۔ ابن بطال اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں: جب قیامت قریب آجائے گی اور علم کا کثیر حصہ اٹھا لیا جائے گا، ہرج (قتل) اور فتنہ کی وجہ سے دیانت کے نشان مٹ جائیں گے، لوگ فترۃ (انقطاع وحی) کی کیفیت میں ہوں گے، جن کو ایک واعظ اور دین کے مٹائے ہوئے نشانات کو ایک مجدد کی ضرورت ہوگی، پہلی امتوں کی طرف ایک نبی بھیج دیا جاتا تھا، لیکن ہمارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں اور نبوت کے بعد قریب الفترۃ زمانے میں سچے خوابوں کا آپشن باقی رکھا گیا جو کہ بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے نبوت کا ایک جز ہیں۔''

(التّوضیح لشرح الجامع الصّحیح: 32/203-204)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نبی کریم ﷺ ہر شخص کے انجام کو جانتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا انجام کار سے کوئی واقف نہیں۔ کوئی نبی، ولی، فرشتہ کسی کے انجام سے باخبر نہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مامور ہیں۔ کس کو، کہاں، کس حالت میں ہلاک کرنا ہے؟ فرشتوں کو یہ سب اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے، ورنہ بذات خود فرشتے کچھ نہیں جانتے، وہی جانتے ہیں، جو انہیں رب تعالیٰ بتاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ (البقرة : ٣٢)

”(اللہ!) تو پاک ہے، ہمارے پاس وہی علم ہے، جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔“

❁ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ.

”اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے اور آپ کے ساتھ کیا ہو گا؟“

(صحيح البخاري : 7017)

جب رسول اللہ ﷺ کو اپنے اور دوسروں کے انجام کی خبر نہیں، تو کوئی دوسرا کیسے جان سکتا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک یہودی عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور چند صحابہ کو دعوت دی اور بھنی ہوئی بکری پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اسے کھانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ لیا اور کھانا چھوڑ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: رک جائیں، اس بکری میں زہر ملایا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیہ سے پوچھا: تم نے مجھے زہر کیوں دیا؟ کہنی لگی: میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر آپ نبی ہیں، تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ نبی نہ ہوئے، تو میں لوگوں کو آپ سے آرام دینا چاہتی تھی۔ سیدنا بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے وہ زہر آلود کھانے سے لقمہ لے لیا تھا، اسی لیے (بعد میں) آپ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو (قصاصاً) قتل کر دیا۔''

(المستدرك للحاكم: 3/219-220، السّنن الكبرىٰ للبيهقي: 8/46، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳/۲۱۹) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے، آپ کے صحابہ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ تو یہ گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے، پھر اسی وجہ سے یہودیہ کو قتل کر دیا گیا، اب یہ کہنا تو ناممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا، مگر آپ نے جان بوجھ کر صحابی کو شہید کروا دیا۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رعل و ذکوان وغیرہ کے کچھ لوگ آئے اور مطالبہ کیا کہ کچھ معلم صحابہ ہمارے ساتھ بھیجئے، وہ ہمیں دین سکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ستر قاری

صحابہ ان کے ہمراہ روانہ کردیے۔ ان لوگوں نے ان صحابہ کو بے دردی سے راستے میں ہی شہید کردیا۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ، وَرَضِيتَ عَنَّا.

''اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو باخبر کردے کہ ہم تجھ سے مل چکے ہیں، ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔''

(صحيح البخاري: 3064، صحيح مسلم: 677)

اگر نبی کریم ﷺ کے علم میں ہوتا کہ میرے اصحاب کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا جائے گا، تو کبھی اپنے صحابہ کو ان لوگوں کے ساتھ نہ بھیجتے۔ پھر صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اپنے نبی کو ہمارے انجام کی خبر دیجئے کہ وہ بخیر ہوا ہے، معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کسی کے انجام سے باخبر نہیں ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (بدر کی جنگ کے بعد) فرمایا:

مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ، فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ.

''کون ہے، جو دیکھے کہ ابوجہل کس حال میں ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور دیکھا کہ اس پر عفراء کے دو بیٹوں نے وار کیا ہے اور وہ دم توڑ چکا ہے۔''

(صحيح البخاري: 3962، صحيح مسلم: 1800)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾(المائدة : ۱۰۹)

''جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور پوچھے گا: تمہیں (قوم کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے: ہمیں کچھ علم نہیں، تو ہی غیب کو خوب جاننے والا ہے۔''

امتوں کو ڈانٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام سے پوچھے گا کہ تمہارے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تمہاری اُمت کس حد تک دین پر قائم رہی۔ انبیائے کرام لاعلمی کا اظہار کریں گے۔

سوال: کیا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عمرو بن عبدِ ود سے مبارزہ ہوا؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا اہل بیت سے گناہ ہوسکتا ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کو معصوم کہتے ہیں، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہ غلو پر مبنی عقیدہ ہے، جو نصاریٰ سے مستعار ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

الْمَعْصُومُ مِنَّا أَهْلِ الْبَيْتِ خَمْسَةٌ؛ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَاطِمَةُ، وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''ہم اہل بیت میں پنج تن معصوم ہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (علی رضی اللہ عنہ)، فاطمہ، حسن، حسین۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 1593)

جھوٹی روایت ہے۔

① عمرو بن ابی مقدام ثابت ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② داود بن یحییٰ دہقان، ابوسلیمان کے متعلق ابن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ، أَحَادِيثُهُ مَوْضُوعَةٌ .

''یہ کچھ بھی نہیں، اس کی احادیث جھوٹی ہیں۔''

(لسان المیزان لابن حَجَر : 426/2)

③ علاء بن صالح کا طارق بن شہاب سے سماع ممکن نہیں۔

④ اسحاق بن یزید کا تعین درکار ہے!

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمِيعُ سَلَفِ الْمُسْلِمِينَ وَأَئِمَّةِ الدِّينِ مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مَّعْصُومٌ وَلَا مَحْفُوظٌ مِنَ الذُّنُوبِ وَلَا مِنَ الْخَطَايَا .

''تمام اسلاف امت اور تمام گروہوں کے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی گناہوں اور غلطیوں سے معصوم ومحفوظ نہیں ہے۔''

(جامع الرّسائل :266/1)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسُوا بِمَعْصُومِينَ؛ بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمْ مَا يَجُوزُ عَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ .

''جان لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اولیاء اللہ معصوم نہیں ہیں، بلکہ

دوسرے مومن بندوں کی طرح ان سے بھی خطا سرزد ہوسکتی ہے۔“

(قَطْر الوَلِيّ، ص 248)

سوال: کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معصوم ہیں؟

جواب: انبیاء کے علاوہ کوئی ہستی معصوم نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اوپر لگنے والی تہمت میں اللہ کی حفاظت سے محفوظ رہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَائِشَةَ زَوْجَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهِيَ طَيِّبَةٌ، لِأَنَّهٗ أَطْيَبُ مِنْ كُلِّ طَيِّبٍ مِنَ الْبَشَرِ، وَلَوْ كَانَتْ خَبِيثَةً لَّمَا صَلَحَتْ لَهٗ، لَا شَرْعًا وَلَا قَدَرًا، وَلِهٰذَا قَال : ﴿أُولٰئِكَ مُبَرَّؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ﴾ أَي هُمْ بُعَدَآءُ عَمَّا يَقُولُهٗ أَهْلُ الْإِفْكِ وَالْعُدْوَانِ.

”اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اسی لیے بنایا کہ وہ پاکدامن تھیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں زیادہ پاکدامن ہیں۔ سیدہ ناپاک ہوتیں، تو شرعی طور پر آپ کی زوجہ ہوتیں، نہ آپ کے شایانِ شاں ہی ہوتیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أُولٰئِكَ مُبَرَّؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ﴾ ”لوگوں کے الزامات سے یہ ہستیاں بری ہیں۔“ یعنی یہ اہل افک اور دشمنوں کی باتوں سے کوسوں دور ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 35/6)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)

''جولوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اورآخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❁ عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي عَائِشَةَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 2556/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا نَزَلَتْ فِيمَنْ يَقْذِفُ عَائِشَةَ وَأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ لِمَا فِي قَذْفِهِنَّ مِنَ الطَّعْنِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْبِهٖ فَإِنَّ قَذْفَ الْمَرْأَةِ أَذًى لِزَوْجِهَا كَمَا هُوَ أَذًى لِابْنِهَا لِأَنَّهٗ نِسْبَةٌ لَهٗ إِلَى الدِّيَاثَةِ وَإِظْهَارٌ لِفَسَادِ فِرَاشِهٖ فَإِنَّ زِنَاءَ امْرَأَتِهٖ يُؤْذِيهِ أَذًى عَظِيمًا، وَلَعَلَّ مَا يَلْحَقُ بَعْضَ النَّاسِ مِنَ الْعَارِ وَالْخِزْيِ بِقَذْفِ أَهْلِهٖ أَعْظَمُ مِمَّا يَلْحَقُهٗ لَوْ كَانَ هُوَ الْمَقْذُوفُ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کردیا ہے کہ یہ آیت (النور:۲۳) سیدہ عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں

نازل ہوئی ہے، کیوں کہ یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ پر طعن ہے۔ بیوی پر تہمت شوہر کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے، جیسا کہ بیٹے کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس کے گھٹیا پن اور بدنسل ہونے کی دلیل ہے۔ بیوی زنا کی مرتکب ہو، تو خاوند کے لیے رسوائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ خود آدمی پر تہمت لگے، تو اسے اتنی رسوائی نہ ہو، جتنی اس کی بیوی پر تہمت لگنے سے ہوتی ہے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتِم الرَّسول : 45/1)

❀ عباسی علما کا اجماعی عقیدہ ہے:

مَنْ سَبَّ سَيِّدَتَنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا حَظَّ لَهٗ فِي الْإِسْلَامِ .

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔''

(المُنْتَظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم لابن الجَوزي : 281/15، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِفْكُ أَبْلَغُ مَا يَكُونُ مِنَ الْكَذِبِ وَالْاِفْتِرَاءِ ...... وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ مَا أُفِكَ بِهٖ عَلٰى عَائِشَةَ، وَإِنَّمَا وَصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ الْكَذِبَ بِكَوْنِهٖ إِفْكًا لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ مِنْ حَالِ عَائِشَةَ خِلَافُ ذٰلِكَ لِوُجُوهٍ؛ أَحَدُهَا : أَنَّ كَوْنَهَا زَوْجَةً لِلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْصُومِ يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ .

''افک جھوٹ اور افترا سے زیادہ بڑا لفظ ہے۔...... مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس سے مراد وہ تہمت ہے، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ پر ''افک'' کا لفظ استعمال کیا۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کئی لحاظ

سے اس (الزام وتہمت) کے برعکس تھی، جن میں سے ایک یہ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا معصوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں، جو کہ ایسی غلطی سے مانع ہے۔''

(تفسير الرازي: 337/23)

❁ علامہ ابن جزی غرناطی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْخَيْرُ فِي ذٰلِكَ مِنْ خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: تَبْرِئَةُ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، وَكَرَامَةُ اللّٰهِ لَهَا بِإِنْزَالِ الْوَحْيِ فِي شَأْنِهَا، وَالْأَجْرُ الْجَزِيلُ لَهَا فِي الْفِرِيَّةِ عَلَيْهَا، وَمَوْعِظَةُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالِانْتِقَامُ مِنَ الْمُفْتَرِينَ.

''واقعہ افک میں پانچ اعتبار سے خیر تھی: ① ام المومنین کی برأت کر دی گئی، ② اللہ تعالیٰ نے سیدہ کی شان میں وحی نازل کر کے ان کی عزم افزائی فرمائی، ③ اس جھوٹے الزام پر (صبر کرنے سے) سیدہ کو بہت بڑا اجر ملا، ④ مومنوں کو وعظ ونصیحت کی گئی ⑤ جھوٹے الزام لگانے والوں سے انتقام لیا گیا۔''

(تفسير ابن جزي: 63/2)

سوال: کیا فضائل میں ضعیف روایت حجت ہے؟

جواب: ضعیف روایت حجت نہیں، نہ عقائد میں، نہ مسائل میں اور نہ فضائل میں۔ فضائل بھی دین ہیں۔ جن اہل علم کے ہاں فضائل میں ضعیف روایت قبول ہے، ان کا بھی مطلب یہ ہے کہ وہ روایت قوت کے کم تر درجہ میں ہوتی ہے، جس پر ضعیف کا اطلاق ہو جاتا ہے، ورنہ وہ حقیقت میں ضعیف نہیں ہوتی۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (354ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْتَبِرْ ذٰلِكَ الضَّعِيفَ لِأَنَّ رِوَايَةَ الْوَاهِي وَمَنْ لَّمْ يَرْوِ سِيَّانِ.

”میں نے اس ضعیف راوی کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ کمزور راوی کی روایت نہ ہونے کے برابر ہے۔“ (الثّقات : 159/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كَأَنَّ مَا رَوَى الضَّعِيْفُ وَمَا لَمْ يَرْوِ فِي الْحُكْمِ سِيَّانِ .

”گویا کہ ضعیف کی روایت حکم میں نہ ہونے کے برابر ہے۔“

(كتاب المجروحين : 328/1، ترجمة سعيد بن زياد الدّاري)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ فِي الْأَحْكَامِ أَوْ فِي الْفَضَائِلِ، إِذِ الْكُلُّ شَرْعٌ .

”احکام یا فضائل میں حدیث پر عمل میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں (فضائل اور احکام) شریعت ہی تو ہیں۔“

(تبيين العَجَب بما ورد في شهر رَجَب، ص 2)

سوال: جس حدیث کا معنی صحیح ہو، تو کیا اس سے سند بھی صحیح قرار پائے گی؟

جواب: سند کے صحیح یا حسن ہونے کے لیے محدثین کے اُصول مقرر ہیں، انھی اُصولوں کی روشنی میں سند صحیح یا حسن یا ضعیف ہوسکتی ہے، معنی کے صحیح ہونے سے سند کا صحیح یا حسن ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال: جس حدیث کی سند ضعیف ہو، تو وہ تجربہ کی وجہ سے قابل عمل ہوسکتی ہے؟

جواب: حدیث کی صحت وضعف کے اُصول مقرر ہیں، انھی کی روشنی میں ان پر حکم لگے گا، کسی حدیث کے متن کا تجربہ سے موافق ہونا اسے حجت نہیں بنائے گا۔

ایک حدیث کے تحت حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سَنَدُهُ ضَعِيفٌ، لٰكِنْ قَالَ النَّوَوِيُّ: إِنَّهُ جَرَّبَهُ هُوَ وَبَعْضُ أَكَابِرِ شُيُوخِهٖ.

''اس کی سند تو ''ضعیف'' ہے، لیکن حافظ نووی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے اوران کے بعض اکابر نے اس کا تجربہ کیا ہے۔''

(الابتِهاج بأذكار المسافر والحاجّ، ص 39)

حافظ سخاوی کے جواب میں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعِبَادَاتُ لَا تُؤْخَذُ مِنَ التَّجَارِبِ، سِيَّمَا مَا كَانَ مِنْهَا فِي أَمْرٍ غَيْبِيٍّ كَهٰذَا الْحَدِيثِ، فَلَا يَجُوزُ الْمَيْلُ إِلٰى تَصْحِيحِهٖ، كَيْفَ وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهٖ بَعْضُهُمْ فِي جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْمَوْتٰى عِنْدَ الشَّدَائِدِ، وَهُوَ شِرْكٌ خَالِصٌ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

''عبادات تجربات سے اخذ نہیں کی جاتیں، خصوصاً ایسی عبادات جو کسی غیبی امر سے متعلق ہوں، جیسے یہ حدیث ہے، لہٰذا تجربے کو بنیاد بنا کر اسے صحیح قرار دینے کا میلان ظاہر کرنا جائز نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے، جبکہ بعض لوگوں نے اس سے مصیبتوں کے وقت مردوں سے مدد مانگنے پر بھی استدلال کیا ہے۔ یہ خالص شرک ہے، اللہ محفوظ فرمائے!''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة: 2/108-109، ح: 655)

سوال: کیا ایسا کچھ ثابت ہے کہ جس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کوئی شخص چھینک دے، تو وہ حدیث حق ہے؟

(جواب): سند دین ہے۔ دین کا ہر امر سند سے ثابت ہوتا ہے۔ ہر قول و فعل کے ثابت اور غیر ثابت ہونے کا فیصلہ سند اور متن سے ہوتا ہے، جس کا بیڑا محدثین نے اٹھایا اور امت پر احسان کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کسی کو چھینک آ جائے، وہ حدیث حق ہوتی ہے، اسی طرح اگر کوئی گواہی دے رہا ہو اور مجلس میں موجود کسی فرد کو چھینک آ جائے، تو یہ علامت ہوتی ہے کہ گواہی دینے والا سچا ہے۔ یہ بے بنیاد بات ہے۔ اس پر کوئی ثابت دلیل موجود نہیں۔ اس بارے میں بعض روایات وارد ہوئی ہیں، ان کا احوال ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيثٍ فَعَطَسَ عِنْدَهٗ، فَهُوَ حَقٌّ .

”جو حدیث بیان کرے اور اسی دوران چھینک آئے، تو وہ حدیث حق ہے۔“

(فوائد تمام : 1005، المُعجم الأوسط للطّبراني : 6509)

جھوٹی روایت ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے ہیں، لہٰذا سند کے آخر تک سماع کی تصریح ضروری ہے۔

② ابو مطیع معاویہ بن یحییٰ اطرابلسی کی روایت ابو الزناد سے منکر ہوتی ہے۔ اس کی بعض روایات غیر محفوظ بھی ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي بَعْضِ رِوَايَاتِهٖ مَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

”اس کی بعض روایات میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔“

(الكامل في ضعفاء الرِّجال : 143/8)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ .

''اس کی ابوالزناد سے روایت منکر ہوتی ہے۔''

(شُعب الإيمان، تحت الحديث : 8920)

❁ الکامل لابن عدی (۵/۲۹۶) والا طریق بھی باطل ہے۔

① عبداللہ بن جعفر بن نجیح ''ضعیف ومنکر الحدیث'' ہے۔

② عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن زکریا کے حالات زندگی نہیں ملے۔

اس حدیث کے بارے میں:

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حديثٌ كَذِبٌ .

''یہ جھوٹی حدیث ہے۔''

(علل الحديث : 2552)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو''منکر'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرِّجال : 141/8)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(المَوضوعات : 77/3)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحِسُّ يَشْهَدُ بِوَضْعِهِ لِأَنَّا نُشَاهِدُ الْعَطَّاسَ وَالْكَذِبَ يَعْمَلُ عَمَلَهُ وَلَوْ عَطَسَ مِئَةُ أَلْفِ رَجُلٍ عِنْدَ حَدِيثٍ يُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحْكَمْ بِصِحَّتِهِ بِالْعِطَاسِ وَلَوْ عَطَسُوا عِنْدَ شِهَادَةِ زُورٍ لَمْ تُصَدَّقْ .

”مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ چھینک لینے والے چھینک لے رہے ہوتے ہیں اور جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کی جائے اور ایک لاکھ بندے بھی چھینک لیں، تو بھی چھینکنے سے حدیث پر صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اسی طرح اگر جھوٹی گواہی پر لوگ چھینک دیں، تب بھی اس گواہی کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔“

(المَنار المُنيف، ص 51)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(اتّحاف الخِيَرة المَهَرة : 143/6)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

”حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔“

(فيض القدير : 117/6)

❁ علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے سند کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(كَشف الخفاء : 88/2)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَصْدَقُ الْحَدِيثِ مَا عُطِسَ عِنْدَهُ.

''سب سے سچی حدیث وہ ہے، جسے بیان کرتے وقت چھینک آئے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 3360)

روایت منکر ہے۔

عمارہ بن زاذان کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت منکر ہوتی ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ أَنَسٍ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ.

''یہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب منکر احادیث بیان کرتا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 366/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(كَشف الخفاء : 88/2)

❁ علامہ محمد بن محمد ابن طاہر ردوانی مالکی نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(جمع الفوائد : 305/3)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَعَطْسَةٌ وَاحِدَةٌ عِنْدَ حَدِيثٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاهِدٍ عَدْلٍ.

''حدیث بیان کرتے وقت آنے والی ایک چھینک مجھے عادل گواہ سے زیادہ محبوب ہے۔''

(نوادر الأصول للحكيم التّرمذي : 6/3، اللآلي المَصنوعة للسّيوطي : 243/2)

باطل روایت ہے۔

① قتادہ مدلس ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا سند منقطع ہے۔

② عمر بن ابی عمر بلخی ''مجہول'' ہے۔

③ قتادہ لیثی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ سہیل کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

⑤ صاحب کتاب حکیم ترمذی معتبر نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَقَالُوا : مَا نُسَمِّيهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَمُّوهُ بِأَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَيَّ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ .

''ہم میں سے کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، تو گھر والوں نے پوچھا: اس کا کیا نام رکھیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا وہی نام رکھیں، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، یعنی حمزہ بن عبد المطلب۔''

(الشّريعة للآجري : 1723، المُستدرك للحاكم : 4888)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① یعقوب بن حمید بن کاسب ''ضعیف'' ہے۔

② سفیان بن عیینہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ ....

''جسے مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے......''

(مسند الإمام أحمد :379/1، المستدرك للحاكم : 78/3، ح : 4465)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنة : ٩٥٩) **اور علامہ محمد طاہر پٹنی** (تذکرة الموضوعات، ص ٩١) نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تحفة الطّالب : ٣٣٤) نے اس کی سند کو ''جید'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الدراية : ١٨٧/٢) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

یہاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع فی نفسہ حجت ہے، لہٰذا اس سے بدعت کا جواز نہیں نکلتا۔

❀ **علامہ ابن ابی العز حنفی** رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَلَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ مَا رَآهُ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ حَسَنًا؛ لِأَنَّ الْأَلِفَ وَاللَّامَ لِلْعُمُومِ بِمَنْزِلَةِ كُلٍّ، وَهٰذَا يَكُونُ إِجْمَاعًا وَّلَا كَلَامَ فِيهِ .

''اصل میں یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے، یہ اس بات پر دلیل نہیں کہ جس عمل کو بعض مسلمان اچھا کہیں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہی ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ جس عمل کو تمام کے تمام مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے، اس قول میں الف لام عموم کے لئے ہے، جس میں تمام مسلمان شامل ہیں اور یہ اجماع ہے، اس بارے میں کلام کی گنجائش ہی نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : ٤٩٩/١)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهٖ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .

''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور اپنی تمام مخلوق کو ماسوائے مشرک اور کینہ پرور کے معاف کر دیتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : 1390، السّنّة لابن أبي عاصم : 510)

جواب: اس کی سند ضعیف ہے۔

① ابنِ لہیعہ ''ضعیف و مدلس ومختلط'' ہے۔

② زبیر بن سلیم ''مجہول'' ہے۔

③ عبدالرحمٰن بن عرزب بھی ''مجہول'' ہے۔

❀ ابن ماجہ کی دوسری سند بھی ضعیف ہے۔

① ابنِ لہیعہ ''ضعیف و مدلس ومختلط'' ہے۔

② ولید بن مسلم ''تدلیس تسویہ'' کرتے ہیں۔

③ ضحاک بن ایمن ''مجہول'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب ہے:

نَهٰى أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ وَفَرْجُهٗ بَادٍ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص قضائے حاجت کے وقت شرمگاہ کو سورج اور چاند کی طرف ظاہر کرے۔''

(كتاب المناهي للحكيم الترمذي نقلًا من التّلخيص الحبير لابن حجر :302/1)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① عباد بن کثیر ثقفی ''متروک'' ہے۔

② عثمان الاعرج کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ صاحب کتاب حکیم ترمذی معتبر نہیں۔

❀ علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ لَا يُعْرَفُ .

''روایت ضعیف اور غیر معروف ہے۔''

(شرح مشكل الوسيط :169/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بَلْ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ باطل ہے۔''

(المَجموع : 94/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 60/3)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ أَقِفْ عَلٰى مَنْ خَرَّجَهٗ بَعْدَ شِدَّةِ الْبَحْثِ عَنْهُ .

''یہ منکر روایت ہے، کافی تلاش کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی (معتبر) مصنف نے اسے نقل کیا ہو۔''

(البدر المُنير : 304/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ بَلْ هُوَ مِنِ اخْتِلَاقِ عَبَّادٍ .

''یہ باطل اور بے اصل حدیث ہے، بلکہ یہ عباد بن کثیر کی گھڑنتل ہے۔''

(التّلخيص الحبير :302/1)

❁ نیز ''موضوع'' بھی کہا ہے۔

(تهذيب التّهذيب : 93/5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا جاریہ بن ظفر حنفی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذُوا لِلرَّأْسِ مَاءً جَدِيدًا .

''(وضو میں) سر کے مسح کے لیے دوبارہ ہاتھ گیلے کریں۔''

(مسند البزّار : 3793، المُعجم الكبير للطّبراني :2091، واللّفظ لهٗ)

جواب: باطل روایت ہے۔

① دہثم بن قران ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② نمران بن جاریہ ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (۴۸۲/۵) میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَحَلُّهٗ مَحَلُّ الْأَعْرَابِ .

''یہ دیہاتیوں کی طرح (نامعلوم سا) ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 497/8)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : 212)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

''یہ غیر معروف ہے۔''

(میزان الاعتدال : 273/4)

③ اسد بن عمرو بجلی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(ذَیل الکاشف :61)

❁ امام ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(مُعجم الصّحابة، تحت الرقم :331)

وضو میں سر کے مسح کے لیے دوبارہ ہاتھ گیلے کرنے کا حکم کسی حدیث میں ثابت نہیں۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو بیان کرتے ہیں:

...... وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدِهٖ ....

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح کیا اور ہاتھوں کے بچے پانی کے علاوہ نیا پانی لیا۔''

(صحیح مسلم : 236)

سوال: درج ذیل روایت کا حکم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب حدیث قدسی ہے:

مَنْ أَحْدَثَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ فَقَدْ جفَانِي، وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُصَلِّ فَقَدْ جَفَانِي، وَمَنْ صَلَّى وَلَمْ يَدْعُنِي فَقَدْ جَفَانِي، وَمَنْ دَعَانِي وَلَمْ أُجِبْهُ فَقَدْ جَفَيْتُهُ، وَلَسْتُ بِرَبٍّ جَافٍ .

''جس شخص کا وضوٹوٹ گیا اور اس نے وضو نہ کیا، تو اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی، جس نے وضو کیا اور نماز نہ پڑھی، تو اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی، جس نے نماز پڑھی اور مجھ سے دعا نہ مانگی، اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی، جس نے مجھ سے دعا مانگی اور میں نے قبول نہ کی، تو میں نے اس سے بے وفائی کی اور میں بے وفا رب نہیں ہوں۔''

جواب: یہ من گھڑت اور بے اصل روایت ہے، کتب احادیث میں اس کا وجود نہیں۔ روایت میں مذکور تمام اعمال مستحب ہے اور مستحب اعمال کے ترک کو رب تعالیٰ کی بے وفائی نہیں کہا جا سکتا۔

❁ علامہ صغانی رحمہ اللہ نے اسے ''موضوع'' قرار دیا ہے۔

(المَوضوعات : 53)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا سہل ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ لَحْمًا فَلْيَتَوَضَّأْ .

''جس نے گوشت کھایا، اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/180، 5/289)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حدیث میں جو حکم دیا گیا ہے، وہ استحباب پر محمول ہے، یا اس سے مراد اونٹ کا گوشت ہے، کیونکہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں!، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

(صحيح مسلم : 360، المنتقى لابن الجارود : 25)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں ان کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: نہیں۔

(مسند الإمام أحمد : 288/4، سنن أبي داوٗد : 184، سنن التّرمذي : 81، سنن ابن ماجه : 494، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 159/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (سنن ترمذی، تحت حدیث: ۸۱)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۶)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۲۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ اعمش رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ بیہقی (۱/۱۵۹) میں سماع

کی تصریح کی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَوْ كَأْسًا بِدِينَارٍ .

”جمعہ کے دن غسل کیا کریں، اگرچہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار میں خریدنا پڑے۔“

(كتاب المَجروحين لابن حبّان: 259/1، الكامل لابن عدي: 287/3)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① ابو اسماعیل حفص بن عمر ابلی ”ضعیف، منکر الحدیث و کذاب“ ہے۔

② عبد اللہ بن مثنی بن انس کثیر الغلط ہے، اس کی بعض منکر روایات ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”منکر“ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرّجال: 288/3)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَوْ كَأْسٌ بِدِينَارٍ .

”جمعہ کے دن غسل کیا کریں، اگرچہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار میں خریدنا پڑے۔“

(المَوضوعات لابن الجوزي: 104/2)

① ابراہیم بن حیان بن حکیم مدنی کی ”موضوع“ روایات ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّتُهَا مَوْضُوعَةٌ مَنَاكِيرُ .

”اس کی اکثر روایات من گھڑت اور منکر ہیں۔“

(الكامل في ضُعفاء الرِّجال :1/410)

② جمہور کے نزدیک حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

③ محمد بن زکریا حذاء کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ ابو الفتح ازدی ضعیف ہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ كَثِيرٌ مِّنْ حُفَّاظِ زَمَانِهِ .

''انہیں ان کے زمانہ کے بہت سے حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 15/419)

❀ اس حدیث کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے من گھڑت قرار دیا ہے۔

(تلخيص الموضوعات : 409)

جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔اس بارے میں حکم استحبابی ہے۔

❀ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''اہل عراق میں سے کچھ لوگ آئے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور زیادہ بہتر ہے۔جو شخص غسل نہ کرے، اس پر فرض نہیں۔میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ کام میں انتہائی مصروف تھے،اون کے کپڑے پہنے کمر پر بوجھ اٹھاتے تھے۔ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت نیچی تھی اور وہ تھا بھی چھپر۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سخت گرمی والے دن تشریف لائے،لوگ اون کے کپڑوں میں

پسینے سے شرابور تھے اور ان سے پسینے کی بدبو کے بھبوکے اٹھ رہے تھے جس سے ایک دوسرے کو تکلیف ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بدبو محسوس کی، تو فرمایا: لوگو! جب جمعہ کا دن ہو، تو غسل کر لیا کریں اور ہر شخص کے پاس جو تیل اور خوشبو ہو، لگا لیا کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اچھے دن لے آیا، لوگوں نے اونی کپڑے پہننا چھوڑ دیے، ان کا کام بھی ہلکا ہو گیا، ان کی مسجد بھی وسیع ہو گئی اور پسینے کی وجہ سے جو ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی تھی، وہ بھی تقریباً ختم ہو گئی۔''

(سنن أبي داوٗد : 353، المعجم الكبير للطبراني : 219/11، شرح معاني الآثار للطحاوي : 116/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1755) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (280/1، 189/4) نے ''امام بخاری کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (فتح الباري : 362/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

''جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار : 627]، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

شَهِدْتُ لِلّٰهِ بِالْحَقِّ، وَلِيَ بِالنُّبُوَّةِ، وَلِعَلِيٍّ بِالْوِلَايَةِ .

''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ (معبود بر) حق ہے، میں نبی ہوں اور علی (میرے بعد) خلیفہ ہے۔''

جواب: یہ جھوٹی اور بے سند روایت ہے۔ بعض زنادقہ نے وضع کی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ، وَقَالَ : بِهٰذَا أَمَرَنِي رَبِّي .

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے داڑھی کا خلال کیا اور فرمایا: اس کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے۔''

(المستدرك للحاكم : 530)

جواب: اس روایت میں موسیٰ بن ابی عائشہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان ''رجل'' مبہم اور یزید بن ابان رقاشی کا واسطہ ہے، جو کسی راوی کی خطا سے گر گیا ہے۔ جیسا کہ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(علل الحديث : 16)

لہٰذا یہ روایت ضعیف و منقطع ہے۔

① یزید بن ابان رقاشی ''ضعیف'' ہے۔

② رجل مبہم و نا معلوم ہے۔

③ یزید رقاشی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: الْجُنُبُ، وَالْكَافِرُ، وَالْمُتَضَمِّخُ بِالزَّعْفَرَانِ.

''تین لوگوں کے قریب فرشتے نہیں آتے: جنبی، کافر اور زعفران لگانے والا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 5405)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ ہشام بن حسان مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

(سوال): کیا جنبی کے لیے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا، فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے، تو نماز کی طرح وضو کر لیتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 305)

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ ابوقلابہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَتٰى أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنِّي أَبُولُ دَمًا، قَالَ: تَأْتِي امْرَأَتَكَ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ، وَلَا تَعُدْ.

''ایک شخص سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، عرض کیا: میں نے خواب دیکھا کہ

میرے پیشاب کی جگہ سے خون نکل رہا ہے۔فرمایا: کیا آپ حالت حیض میں بیوی سے جماع کرتے ہیں،عرض کیا: جی ہاں،فرمایا: اللہ سے ڈریں اور آئندہ ایسا مت کریں۔"

(سنن الدّارمي : 1142)

جواب: سند منقطع (ضعیف) ہے۔ابوقلابہ رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور نہیں پایا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ كُلَّ قَلْبٍ حَزِينٍ .

"اللہ تعالیٰ ہر غمگین دل کو پسند کرتا ہے۔"

(المستدرك للحاكم : 7884، شُعب الإيمان للبيهقي : 866)

جواب: سند منقطع ہے۔ضمرہ بن حبیب کا سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: بعض درج ذیل روایت کو جنبی اور حائضہ کے لیے تلاوت قرآن کے جواز پر پیش کرتے ہیں،اس کی کیا حقیقت ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهٖ .

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔"

(صحيح مسلم : 373)

جواب: اگرچہ تلاوتِ قرآن بھی اللہ کا ذکر ہے،لیکن دوسرے دلائل سے معلوم ہو چکا ہے کہ جنابت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کی یہ صورت اختیار نہیں کرتے تھے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرَادَتْ بِهِ الذِّكْرَ الَّذِي هُوَ غَيْرُ الْقُرْآنِ، إِذِ الْقُرْآنُ يَجُوزُ أَنْ يُسَمَّى الَّذِي ذُكِرَ، وَقَدْ كَانَ لَا يَقْرَؤُهُ وَهُوَ جُنُبٌ، وَكَانَ يَقْرَؤُهُ فِي سَائِرِ الْأَحْوَالِ .

''اس سے مراد تلاوتِ قرآن کے علاوہ ذکر ہے، اگرچہ قرآن کو بھی ذکر کہا جا سکتا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ باقی حالات میں پڑھتے رہتے تھے۔''

(صحيح ابن حبّان : 82/3)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِلْجُنُبِ؛ لِأَنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ إِذَا أُطْلِقَ لَا يُرَادُ بِهِ الْقُرْآنُ .

''اس حدیث میں جنبی کے لیے تلاوت قرآن کے جواز کی دلیل نہیں، کیونکہ جب ''ذکر اللہ'' کا لفظ مطلق بولا جائے، تو اس سے قرآن کریم مراد نہیں ہوتا۔''

(فتح الباري لابن رجب : 45/2)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ ابو جعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَتَبَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ أَنْسَخَ لَهُ وَصِيَّةَ فَاطِمَةَ فَكَانَ فِي وَصِيَّتِهَا السِّتْرُ الَّذِي يَزْعُمُ النَّاسُ أَنَّهَا أَحْدَثَتْهُ، وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَلَمَّا رَآهُ رَجَعَ .

”عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے میری طرف خط لکھا کہ میں انہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت لکھ دوں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت میں اس پردے کا ذکر تھا کہ جو لوگوں کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بنایا تھا اور جسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے واپس لوٹ آئے تھے۔“

(مسند الإمام أحمد :26421)

جواب: سند منقطع ہے۔ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَال عَلِيٌّ : فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهٗ .

”جس نے غسل جنابت کے دوران بال برابر بھی جسم کا حصہ خشک چھوڑ دیا، اسے دوزخ میں ایسا ایسا عذاب ہو گا۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث سننے کے بعد میں نے اپنے سر سے لگا لی۔ آپ رضی اللہ عنہ سر منڈوا کر رکھتے تھے۔“

(حديث شعبة بن الحجاج للحافظ محمد بن المظفر بن موسى أبي الحسين البزّار : 24، المُختارة للضّياء : 453، مسند الإمام أحمد :94/1، سنن أبي داوٗد : 249، سنن ابن ماجة : 599)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

❀ امام طبری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(تهذیب الآثار [مسند علي]: 277/3)

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 586/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التلخيص الحبير: 142/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ عبد اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَتْ فَاطِمَةُ تَنْقُزُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَتَقُولُ:

بِأَبِي شَبَهُ النَّبِيِّ   لَيْسَ شَبِيهًا بِعَلِيٍّ

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو گود میں اچھالتیں اور شعر پڑھتیں:

''قربان جاؤں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے، علی کے نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 26422)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① زمعہ بن صالح ضعیف ہے۔

② عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔

سوال: کیا وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے؟

جواب: وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا مشروع و مستحب ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ نہیں۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ : إِنَّ هٰذَا السَّفَرَ جَهْدٌ وَثِقَلٌ فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ وَإِلَّا كَانَتَا لَهٗ .

’’ہم رسول کریم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: سفر مشقت اور بوجھ ہے۔ وتر پڑھنے والے کو چاہیے کہ بعد میں دو نفل ادا کر لے، تہجد کے لئے بیدار ہو جائے، تو درست، ورنہ یہ دو رکعت کافی ہیں۔‘‘

(سنن الدّارمي : 1602، سنن الدارقطني : 1665، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 341/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسے ابن خزیمہ (1606) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2577) نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وتروں کے بعد دو رکعت ادا کرنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ نہیں۔

سوال: کیا حیض کے غسل میں سر کی مینڈھیاں کھولنا ضروری ہے؟

جواب: حائضہ غسل ماہواری میں بال کھولے بغیر سر میں تین لپیں پانی ڈال لے، تو کافی ہے، مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں۔

① سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي، أَفَأَنْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ قَالَ : «لَا، إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ، ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ، فَتَطْهُرِينَ» .

’’میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں سختی سے اپنے سر کی مینڈھیاں بناتی ہوں، غسل جنابت کے لئے انہیں کھولوں؟ فرمایا: نہیں، سر پر تین لپیں پانی

ڈال لیجئے اور سارے جسم پر پانی بہا لیجئے، یہی کافی ہوگا۔‘‘

(صحیح مسلم: 58/330)

❀ صحیح مسلم (330) ہی کے الفاظ ہیں:

لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ؟

’’(سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:) حیض اور جنابت کے غسل کے لئے بال کھولوں؟‘‘

مسند دارمی (1196) میں ’’حسن‘‘ سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی ہیں:

«ثُمَّ اغْمِزِي عَلٰى أَثَرِ كُلِّ حَفْنَةٍ غَمْزَةً» .

’’ہر لپ ڈالنے کے بعد سر کو اچھی طرح ٹٹولیں۔‘‘

سنن ابوداؤد (252، وسندہ حسن) کے الفاظ ہیں:

«وَاغْمِزِي قُرُونَكِ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ» .

’’ہر لپ ڈالتے ہوئے اپنی مینڈھیاں ٹٹولیے۔‘‘

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ، فَقَالَ: «تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَائَهَا وَسِدْرَتَهَا، فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا، فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا، حَتّٰى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، فَتَطَهَّرُ بِهَا»، فَقَالَتْ أَسْمَاءُ:

وَكَيْفَ تَطَهَّرُ بِهَا؟ فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللّٰهِ، تَطَهَّرِينَ بِهَا»، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: [كَأَنَّهَا تُخْفِي ذٰلِكَ] تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ.

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے غسل حیض کے بارے میں سوال کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی اور بیری کے پتے لیں، اس سے اچھی طرح پاکی حاصل کریں، اپنے سر پر پانی ڈال کر خوب ملیں، حتی کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر سر پر پانی انڈیل دیں۔ پھر مشک میں ڈوبی ہوئی روئی سے صفائی کریں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: صفائی کیسے کریں؟ فرمایا: سبحان اللہ، صفائی کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آہستہ سے بتایا کہ اسے خون کے نشانات پر لگائیں (اور نشانات صاف کریں)۔''

(صحيح مسلم: 332)

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ، أَخَذَتْ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ هٰكَذَا [تَعْنِي بِكَفَّيْهَا جَمِيعًا] فَتَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا، وَأَخَذَتْ بِيَدٍ وَّاحِدَةٍ، فَصَبَّتْهَا عَلٰى هٰذَا الشِّقِّ، وَالْأُخْرٰى عَلَى الشِّقِّ الْآخَرِ.

''ہم جنبی ہوتیں، تو سر پر تین چلو دونوں ہاتھوں سے بہاتیں، ایک چلو لے کر ایک جانب اور دوسرا چلو لے کر دوسری جانب بہاتیں۔''

(صحيح البخاري: 277، سنن أبي داوٗد: 253، واللفظ لهٗ)

④ عبید بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما عورتوں کو غسل کے

وقت سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں، تو فرمانے لگیں تعجب ہے، وہ عورتوں کو بوقت غسل سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں، سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟ میں اور رسولِ اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ میں اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈالتی اور کچھ نہیں کرتی تھی۔''

(صحيح مسلم :331)

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَيْنَا الضِّمَادُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِلَّاتٌ وَّمُحْرِمَاتٌ .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حرم اور حل میں غسل کر لیتی تھیں اور ہمارے سر پر خوشبو کا لیپ ہوتا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 137/6، سنن أبي داوٗد : 254، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(مختصر سنن أبي داوٗد :169/11)

⑥ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نِسَاءَ ابْنِ عُمَرَ، وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِهٖ، كُنَّ يَغْتَسِلْنَ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَالْحَيْضِ، وَلَا يَنْقُضْنَ رُؤُوسَهُنَّ، وَلٰكِنْ يُّبَالِغْنَ فِي بَلِّهَا .

'''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیویاں اور ان کی امِ ولد (لونڈیاں جن کے بطن سے اولاد پیدا ہو چکی ہو) جنابت اور ماہواری کے غسل میں سر کے بال نہیں کھولتی تھیں، بلکہ بالوں کی جڑیں اچھی طرح تر کر لیتی تھیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :74/1، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَغْتَسِلُ، تَنْقُضُ شَعْرَهَا؟ فَقَالَتْ: بَخٍ، وَإِنْ أَنْفَقَتْ فِيهِ أُوقِيَّةً، إِنَّمَا يَكْفِيهَا أَنْ تُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِهَا ثَلَاثًا.

''انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت غسل کرتے وقت سر کے بال کھولے گی؟ فرمایا: واہ، اگر اس نے سر کے بال سنوارنے میں چالیس دینار خرچ کیے ہوں (تو کیا وہ بال کھولے گی)؟ سر پر تین لپیں پانی ڈال لے، اتنا ہی کافی ہے۔''

(سنن الدارمي : 1189، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ عطا بن ابی رباح اور زہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا تُرْخِي شَعْرَهَا، وَلٰكِنْ تَصُبُّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ تَفْرُكُهٗ.

''بال نہ کھولیں، بلکہ تین دفعہ پانی ڈال کر مل لیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :74/1، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تُرْخِي الذَّوَائِبَ، وَتَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا الْمَاءَ، حَتّٰى تَبُلَّ أُصُولَ الشَّعْرِ، وَلَا تَنْقُضُ لَهَا رَأْسًا.

''مینڈھیاں لٹکا کر سر پر پانی ڈالیں اور بالوں کی جڑیں تر کر لیں، سر کے بال نہ کھولیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :74/1، وسندهٗ حسنٌ)

⑩ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے عورت کے غسل کے بارے میں سوال کیا،تو فرمایا:سر کی جلد تر ہو جائے،تو کافی ہے،ورنہ بال کھول لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :74/1، وسندهٗ صحيحٌ)

⑪ ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے کہ میں نے امام عطا بن ابو رباح رحمہ اللہ سے سوال کیا:ایک عورت جنبی ہو گئی،اس کے بال بندھے ہوئے ہیں،کیا غسل کے لیے انہیں کھولنا ضروری ہے؟فرمایا:

لَا، وَلٰكِنْ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا الْمَاءَ صَبًّا، حَتّٰى تُرَوِّيَ أُصُولَ الشَّعْرِ .

''نہیں، بلکہ سر پر اچھی طرح پانی ڈال کر بالوں کی جڑیں تر کرلے۔''

(سنن الدّارمي : 1200، وسندهٗ صحيحٌ)

⑫ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَّتْ أُصُولَهٗ وَأَطْرَافَهٗ، لَمْ تَنْقُضْهُ .

''بالوں کی جڑیں اور کنارے تر کرلیں،تو انہیں کھولنے کی ضرورت نہیں۔''

(سنن الدارمي : 1193، وسندهٗ صحيحٌ)

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثارِ اسلاف سے معلوم ہوا کہ غسل ماہواری کے لیے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں۔

البتہ عورت اگر غسل میں سر کے بال کھول لے،تو مستحب ہے۔

✵ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرے کا احرام باندھا،میں حائضہ ہو گئی،عرض کیا:اللہ کے رسول!عرفہ کا دن آ گیا ہے،لیکن میں ابھی تک پاک نہیں ہوئی،میرا عمرہ بھی ابھی باقی ہے،فرمایا:

«انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ».

''بال کھولیں، کنگھی کریں اور حج کا احرام باندھ لیں۔''

(صحيح البخاري: 316، صحيح مسلم: 1211، واللفظ لهٗ)

✵ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ماہواری سے فارغ ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«انْقُضِي شَعْرَكِ، وَاغْتَسِلِي».

''بال کھولیں اور غسل کریں۔'' (سنن ابن ماجه: 641، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

سنن ابوداؤد (241)، سنن کبریٰ نسائی (442)، سنن ابن ماجہ (574) اور سنن کبریٰ بیہقی (1/180) میں ایک روایت کے الفاظ ہیں:

''ماہواری سے پاک ہو کر غسل کرے، تو سر پر پانچ لپیں پانی ڈالے۔''

سند ''ضعیف'' ہے۔ جمیع بن عمیر جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

الحاصل: غسل ماہواری کے وقت سر کے بال کھولنا مستحب ہے، ضروری نہیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں پہلا مذہب (غسل ماہواری ہو یا غسل جنابت، بال کھولنا ضروری نہیں) ہی اختیار کرتا ہوں، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث دال ہے، نیز سیدہ عائشہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما اور جمہور اہل علم کا یہی فتویٰ ہے۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف: 3/134)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

''جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا، اس پر اللہ، فرشتوں اور پوری انسانیت کی لعنت ہو۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 12709)

جواب: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

① عیسیٰ بن محمد ابن القاسم صیدلانی ''مجہول'' ہے۔

② عبداللہ بن خراش ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❀ یہی روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الدّعاء للطّبراني : 2108)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابوشیبہ یوسف بن ابراہیم ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِ لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ

عَنْهُ وَلَا الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ لِمَا انْفَرَدَ مِنَ الْمَنَاكِيرِ عَنْ أَنَسٍ وَأَقْوَامٍ مَشَاهِيرَ .

''یہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ایسی روایات بیان کرتا ہے، جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مرویات میں سے نہیں ہیں، اس سے روایت لینا اور اس کی روایات سے حجت پکڑنا جائز نہیں، کیونکہ یہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور مشہور راویوں سے منکر روایات بیان کرنے میں منفرد ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 134/3)

② علی بن یزید صدائی ''ضعیف'' ہے۔

❁ یہ روایت سیدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المستدرك للحاكم : 6656)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبہ ''مجہول'' ہے۔

② سالم بن عتبہ ''مجہول الحال'' ہے۔

❁ یہی روایت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(حِلية الأولياء لأبي نعيم : 350/3)

سند سخت ضعیف ہے۔ابو ربیع اشعث بن سعید بصری ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

جس سند میں ابو ربیع کی متابعت ہوئی ہے، وہ سند جھوٹی ہے، محمد بن فضل بن عطیہ ''متروک وکذاب'' ہے۔

❁ اسی معنیٰ کی ایک روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 13588)

سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن سیف ''مجہول'' ہے۔اس کی منکر روایات ہیں۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَيْفٍ هٰذَا غَيْرَ حَدِيثٍ مُنْكَرٍ .

''میں نے عبداللہ بن سیف کی کئی منکر احادیث دیکھی ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 405/5)

❁ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ غَيْرُ مَحْفُوظٍ بِالرَّفْعِ، وَهُوَ مَجْهُولٌ بِالنَّقْلِ .

''اس کی مرفوع حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے، یہ نقل روایت میں مجہول ہے۔''

(الضعفاء الكبير : 264/2)

② عطاء کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❁ حافظ عقیلی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الضعفاء الكبير : 264/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَوَابُهٗ مُرْسَلٌ .

''اس روایت کا مرسل ہونا ہی درست ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 438/2)

❁ سنن ترمذی (٣٨٦٦) والی سند بھی سخت ضعیف و منکر ہے۔سیف بن عمر

کوفی ''ضعیف و متروک'' ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

❀ اسی معنی کی روایت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(لمُعجم الأوسط للطّبراني : 1846)

سند سخت ضعیف ہے۔ عطیہ عوفی بالاتفاق ضعیف اور مدلس ہے۔ یہ محمد بن سائب کلبی کذاب کو ابو سعید کنیت سے ذکر کرتا ہے، تا کہ یہ وہم ڈالے کہ یہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ روایت بھی سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے۔

اس روایت کے بعض مرسل شواہد بھی ہیں، مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے، مزید یہ کہ ان کی سندیں بھی ضعیف ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا:

يَا مُعَاذُ إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ فَغَلِّسْ بِالْفَجْرِ ...... فَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ فَأَسْفِرْ بِالْفَجْرِ .

''معاذ! جب موسم سرما ہو، تو فجر کو اندھیرے میں پڑھنا...... جب موسم گرما ہو، تو فجر کو روشنی میں پڑھنا۔''

(حلية الأولياء لأبي نُعيم : 249/8، أخلاق النّبي وآدابه صلى اللّٰه عليه وسلم

لأبي الشّيخ : 168)

جواب: من گھڑت روایت ہے۔منہاج بن جراح بالا تفاق متروک وضعیف ہے۔

سوال: جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی،تو کیا اس کی نماز فجر ادا ہوگئی یا نہیں؟

جواب: جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پا لی،وہ نماز مکمل کرے، اس کی نماز ہوگئی ہے،اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ .

''جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے نمازِ صبح کی ایک رکعت پالی،اس نے نمازِ صبح پالی اور جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پڑھ لی،اسے نے عصر کی نماز پالی۔''

(صحيح البخاري : 579، صحيح مسلم : 607)

یہ روایت صحیح مسلم (٦٠٩) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

یہ حدیث مبارک اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی، باقی رکعات ادا کر لے،تو اس کی نماز عصر صحیح ہے،اگر طلوع آفتاب سے پہلے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی،دوسری رکعت ادا کرنے پر نمازِ فجر ادا ہو جائے گی۔

❁ اس حدیث کے تحت حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ صَرِيحٌ فِي أَنَّ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ أَوِ الْعَصْرِ ثُمَّ خَرَجَ الْوَقْتُ قَبْلَ سَلَامِهٖ لَا تَبْطُلُ صَلَاتُهٗ بَلْ يُتِمُّهَا وَهِيَ صَحِيحَةٌ وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ فِي الْعَصْرِ وَأَمَّا فِي الصُّبْحِ فَقَالَ بِهٖ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَالْعُلَمَاءُ كَافَّةً إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَإِنَّهٗ قَالَ : تَبْطُلُ صَلَاةُ الصُّبْحِ بِطُلُوعِ الشَّمْسِ فِيهَا لِأَنَّهٗ دَخَلَ وَقْتُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ بِخِلَافِ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَالْحَدِيثُ حُجَّةٌ عَلَيْهِ .

''یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ جس نے صبح یا عصر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرنے سے پہلے اس نماز کا وقت ختم ہو گیا، اس کی نماز باطل نہیں ہو گی، بلکہ وہ اپنی نماز کو پورا کرے گا اور اس کی نماز صحیح ہے۔عصر کے بارے میں تو اجماع ہے، فجر کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے علاوہ باقی سب ائمہ مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر نمازِ فجر کے دوران سورج طلوع ہو گیا، تو نماز باطل ہو جائے گی، کیونکہ یہ نماز کا ممنوع وقت ہے، جبکہ غروبِ آفتاب کا وقت ممنوع نہیں، یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔''

(شرح مسلم :1/221-222)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ

قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مُدْرِكًا لِلصَّلَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَا مَعْنٰى لِتَفْرِيقِ مَنْ فَرَّقَ شَيْئَيْنِ جَمَعَتِ السُّنَّةُ بَيْنَهُمَا وَلَوْ جَازَ أَنْ تَفْسُدَ صَلَاةُ مَنْ جَاءَ إِلٰى وَقْتٍ لَا تَحِلُّ الصَّلَاةُ فِيهِ أَلْزَمُ أَنْ تَفْسُدَ صَلَاةُ مَنِ ابْتَدَأَهَا فِي وَقْتٍ لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِيهَا وَلَيْسَ فِيمَا ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا التَّسْلِيمُ لَهٗ، وَتَرْكُ أَنْ يُحْمَلَ عَلَى الْقِيَاسِ وَالنَّظَرِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کونماز پانے والا قرار دیا ہے، جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی یا طلوعِ آفتاب سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں نمازوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، چنانچہ سنت نے جن چیزوں کو جمع کیا ہے، انہیں الگ کرنا درست نہیں، اگر ایسے شخص کی نماز فاسد ہوگی، جس نے مکروہ وقت میں نماز ادا کی تو لازم تھا کہ اس کی نماز شروع ہی سے باطل ہو جاتی، حالانکہ جو کچھ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اسے تسلیم کرنا اور قیاس پر محمول نہ کرنا ہی واجب ہے۔''

(الأوسط: 349/2)

❁ علامہ کرمانی رحمہ اللہ (۷۸٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّهٗ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ خَرَجَ الْوَقْتُ مُدْرِكًا لِأَدَائِهَا وَتَكُونُ كُلُّهَا أَدَاءً وَهُوَ الصَّحِيحُ.

''اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نماز میں داخل ہوا، اس نے ایک رکعت پڑھی اور وقت ختم ہوگیا، تو وہ ساری کی ساری نماز کو پانے والا ہے، یہی صحیح اور درست ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 201/4)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَدْرَكْتَ رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَصَلِّ إِلَيْهَا أُخْرٰى.

''اگر آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالیں، تو اس کے ساتھ دوسری رکعت بھی پڑھ لیں (نماز مکمل کرلیں)۔''

(مسند الإمام أحمد : 236/2، 490، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ حدیث نصِ صریح ہے کہ جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی، وہ دوسری رکعت پڑھ کر نماز مکمل کرے گا۔

❁ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا إِجْمَاعٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَا يَخْتَلِفُونَ فِي أَنَّ هٰذَا الْمُصَلِّيَ فُرِضَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ أَنْ يَأْتِيَ بِتَمَامِ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَتَمَامِ صَلَاةِ الْعَصْرِ.

''اس پر مسلمانوں کا بلا اختلاف اجماع ہے کہ ایسے نمازی پر نمازِ صبح اور نمازِ عصر مکمل کرنا واجب ہے۔''

(التّمهيد : 273/3)

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى سَجْدَةً وَاحِدَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَلَمْ تَفُتْهُ الْعَصْرُ، قَالَ: وَمَنْ سَجْدَةً وَاحِدَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ مِنَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَلَمْ تَفُتْهُ الصُّبْحُ.

''جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت سورج غروب ہونے سے پہلے پڑھ لی، باقی ماندہ نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھ لی، اس سے عصر کی نماز فوت نہیں ہوئی، فرمایا: جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لی، باقی ماندہ نماز سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی، اس کی صبح فوت نہیں ہوئی۔''

(مُسند السّراج: 936، وسندہٗ صحیحٌ)

دیگر عمومی روایات بھی اس مسئلہ کی مؤید ہیں۔

❁ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے اپنے والد امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے، جس نے نمازِ فجر پڑھی، جب رکعت ادا کر کے دوسری کے لیے کھڑا ہوا، تو سورج طلوع ہو گیا، فرمایا: وہ اپنی نماز مکمل کرے، یہ جائز ہے۔''

(مسائل أحمد لابنه عبد اللّٰه: 54)

❁ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کہتے ہیں:

''حدیثِ باب حنفیہ کے بالکل خلاف ہے، مختلف مشائخِ حنفیہ نے اس کا جواب دینے میں بڑا زور لگایا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شافی جواب نہیں دیا جا سکا، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ مسلک پر اس کو مشکلات میں شمار کیا گیا ہے۔''

(درسِ ترمذی:1/434)

❀ نیز اس مسئلہ میں اپنے دلائل پر تبصرہ کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''خود صاحب معارف السنن (علامہ محمد یوسف بنوری) نے حضرت شاہ صاحب (علامہ انور شاہ کشمیری) کی اس توجیہ کو بہت مفصل اور موجہ کر کے بیان کیا ہے، لیکن آخر میں خود انہوں نے بھی یہ اعتراض کیا ہے شرح صدر اس پر بھی نہیں ہوتا، اس کے علاوہ ان تمام توجیہات پر ایک مشترک اعتراض یہ ہے کہ حدیث کو اپنے ظاہر سے مؤوّل کرنا کسی نص یا دلیل شرعی کی وجہ سے ہوسکتا ہے اور اس معاملہ میں تفریق بین الفجر والعصر کے بارے میں حنفیہ کے پاس نصِ صریح نہیں، صرف قیاس ہے اور وہ بھی مضبوط نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کی طرف سے کوئی ایسی توجیہ اب تک احقر (محمد تقی عثمانی) کی نظر سے نہیں گزری، جو کافی اور شافی ہو، اس لیے حدیث کو توڑ مروڑ کر حنفیہ کے مسلک پر فٹ کرنا کسی طرح مناسب نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت (علامہ رشید احمد) گنگوہی نے فرمایا کہ اس حدیث کے بارے میں حنفیہ کی تمام تاویلات باردہ ہیں اور حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں کھینچ تان کرنے کے بجائے کھل کر یہ کہنا چاہیے کہ اس بارے میں حنفیہ کے دلائل ہماری سمجھ میں نہیں آسکے، اور ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز تو ہے، لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو ہو جائے گی۔ حضرت گنگوہی کے علاوہ صاحبِ بحرالرائق (علامہ ابنِ نجیم) اور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی دلائل کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک رحمہم اللہ) کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابو

یوسف سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ طلوعِ شمس سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔''

(درسِ ترمذی:1/439-440)

سوال: حدیث میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا حکم ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

① امام ابن منذر رحمہ اللہ (م:۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ وَقْتَ الظُّهْرِ، زَوَالُ الشَّمْسِ.

''اجماع ہے کہ ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے۔''

(الإجماع : ٣٦)

نیز دیکھیں: (الأوسط لابن المنذر : ٣٢٦/٢، ٣٥٥، الإستذكار لابن عبد البر : ٣٨/١، التّمهيد لابن عبد البر : ٧١/٨، المبسوط للسّرخسي : ١٤٢/١، عارضة الأحوذي لابن العربي : ٢٥٥/١، بدائع الصّنائع للكاساني : ٣٥٠/١، المجموع للنووي : ٢٤/٣، فتح الباري لابن حجر : ٢١/٢، وغيرهم)

وہ احادیث جن میں نماز ظہر کو گرمی کی وجہ سے ٹھنڈا کرنے کا حکم ہے، ان سے مراد بقدر حاجت اول وقت سے کچھ مؤخر کرنا ہے۔ ہمارے ہاں تو موسم سرما میں بھی ظہر کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ یہ سراسر احادیث کی خلاف ورزی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

إِذَا أَذَّنْتَ الْمَغْرِبَ فَاحْدُرْهَا مَعَ الشَّمْسِ حَدْرًا.

''جب آپ مغرب کی اذان کہیں، تو سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی جلدی

جلدی اذان کہیں۔‘‘

(المعجم الكبير للطّبراني : 6744)

جواب: سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن عبدالحمید حمانی ’’ضعیف‘‘ ہے۔

سوال: جس نے اذان کہی، کیا اقامت بھی وہی کہے گا؟

جواب: بہتر یہی ہے کہ اذان کہنے والا ہی اقامت کہے، البتہ کوئی دوسرا کہہ دے، تو کوئی حرج نہیں۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

جَائِزٌ أَنْ يُقِيمَ غَيْرُ الَّذِي أَذَّنَ؛ لِأَنَّهٗ لَمْ يَأْتِ عَنْ ذٰلِكَ نَهْيٌ يَّصِحُّ .

’’یہ جائز ہے کہ مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اقامت کرے، کیونکہ اس بارے میں کوئی ممانعت ثابت نہیں۔‘‘

(المحلّٰی : 184/2، الرقم : 329)

اس بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔

❁ زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ .

’’جو اذان کہے، وہی اقامت کہے۔‘‘

(سنن أبي داود : 514، سنن التّرمذي : 199، سنن ابن ماجه : 717)

سند ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ضعیف ہے۔

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرذعي لأبي زرعة : 517/2)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْأَفْرِيقِيِّ غَيْرُ ثَابِتٍ، وَأَحَبُّ إِلَيْنَا أَنْ يُقِيمَ مَنْ أَذَّنَ.

''افریقی والی حدیث ثابت نہیں، البتہ مجھے بہتر یہی لگتا ہے کہ اذان کہنے والا ہی اقامت کہے۔''

(الأوسط: 52/3)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 297/1)

❀ طبقات المحدثین لابی الشیخ (۳۹۶/۲) والی سند بھی ضعیف ہے۔

① داود بن میسرہ (والصواب: عبدالغفار بن میسرہ) ''مجہول'' ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 54/6)

② عبدالغفار بن میسرہ اور سیدنا زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کے درمیان ''رجل'' مبہم کا واسطہ ہے۔

③ مبارک بن فضالہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

أَنَا أَرَى الرُّؤْيَا وَيُؤَذِّنُ بِلَالٌ قَالَ: فَأَقِمْ أَنْتَ.

''اذان کو خواب میں میں نے دیکھا تھا، جبکہ دی بلال رضی اللہ عنہ نے ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلیں آپ اقامت کہہ لینا۔''

(مسند أبي داود الطيالسي: 1199، سنن أبي داود: 512)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عمرو واقفی انصاری ''ضعیف'' ہے۔

② عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید انصاری ''مجہول الحال'' ہے۔

اس سند میں عجیب وغریب تصحیف ہوئی ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ لَمْ يُذْكَرُ سَمَاعُ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ .

''اس سند میں شدید اختلاف ہے، اس لیے کہ بعض راویوں کا بعض سے سماع نہیں ہے۔''

(التاريخ الكبير : 183/5)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا يُقِيمُ مَنْ أَذَّنَ .

''اقامت وہی کہے، جس نے اذان کہی ہے۔''

(ناسخ الحديث ومنسوخه لابن شاهين : 168)

سند سخت ضعیف ہے۔ سعید بن راشد مازنی ''متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(علل الحديث : 233/2)

❀ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرذعي لأبي زرعة : 517/2)

❀ الکامل لابن عدی (۳/۳۶۵) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔ حسام بن

مصک ''متروک ومنکرالحدیث'' ہے۔

❁ تاریخ بغداد (۱۶/۹۱) والی سند بھی ضعیف ہے۔ابوبکر احمد بن محمد بن عمر بن عبدالرحمٰن منکدری متکلم فیہ راوی ہے،اس کی بعض منکر روایات ہیں۔

❁ الکامل لابن عدی (۷/۳۵۹) میں محمد بن فضل بن عطیہ نے اس روایت کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسند بنایا ہے، جبکہ یہ سند جھوٹی ہے،محمد بن فضل ''کذاب ووضاع'' ہے۔

سوال: امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے؟

جواب: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے استاذ تھے۔

❁ امام مسلم رحمہ اللہ (۲۶۱ھ) نے امام بخاری رحمہ اللہ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا:

لَا يُبْغِضُكَ اِلَّا حَاسِدٌ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّيْسَ فِي الدُّنْيَا مِثْلُكَ .

''آپ سے کوئی حاسد ہی بغض رکھ سکتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں۔''

(الإرشاد للخليلي : 961/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قول کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تغليق التّعليق : 429/5)

❁ امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

جَاءَ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ، فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ : دَعْنِي حَتّٰى أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ يَا أَسْتَاذَ الْأُسْتَاذِينِ، وَسَيِّدَ الْمُحَدِّثِينَ، وَطَبِيبَ الْحَدِيثِ فِي عِلَلِهٖ .

''آپ رحمہ اللہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کے پاس آئے، ان کے ماتھے کا بوسہ لیا اور کہا: اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں چوم لوں، اے استاذوں کے استاذ، اے محدثین کے سرداراور اے علل حدیث کے ماہر!''

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص 113، تاريخ بغداد للخطيب: 121/15، تاريخ ابن عساكر: 68/52، التقييد لمعرفة رواة السّنن والمسانيد لابن نقطة: 331، وسندهٗ حسنٌ)

❁ فقیہ نیشاپور، یعقوب بن محمد ابو یوسف اخرم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ مُسْلِمَ بْنَ الْحَجَّاجِ بَيْنَ يَدَيْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ وَهُوَ يَسْأَلُهُ سُؤَالَ الصَّبِيِّ الْمُتَعَلِّمِ.

''میں نے امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کو امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کے سامنے ایک طالب علم بچے کی طرح سوال کرتے دیکھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب: 340/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا قَفَا مُسْلِمٌ طَرِيقَ الْبُخَارِيِّ وَنَظَرَ فِي عِلْمِهٖ، وَحَذَا حَذْوَهٗ.

''امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے طریقہ پر چلے ہیں، انہوں نے آپ رحمہ اللہ کے علم میں گہری نظر کی ہے اور آپ کے قدم پر قدم رکھا ہے۔''

(تاريخ بغداد: 102/13)

سوال: کیا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے وقت قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آئی کہ حبیب کو حبیب سے ملا دیں؟

جواب: جھوٹ ہے۔ اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ يُّؤْذَنُ إِلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذَا أَبُو بَكْرٍ مُّسْتَأْذِنٌ، فَرَأَيْتُ الْبَابَ قَدْ تُفْتَحُ، وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَّقُولُ : أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلٰى حَبِيبِهٖ، فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَاقٌ .

''میں سب سے پہلا شخص تھا، جسے دروازے سے اندر جانے کی اجازت ملی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابو بکر ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھلا اور میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ، کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے ملاقات کا مشتاق ہے۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عَساکر: 436/30)

روایت باطل ہے۔

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا مُنْكَرٌ، وَرَاوِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ مُوسَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَقْدِسِيُّ [كَذَّابٌ]، وَعَبْدُ الْجَلِيلِ مَجْهُولٌ .

''منکر ہے۔ ابو طاہر موسیٰ بن محمد مقدسی کذاب ہے اور عبد الجلیل مجہول ہے۔''

① ابو طاہر موسیٰ بن محمد مقدسی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی، موسیٰ بن سہل رملی اور امام ابو زرعہ رازی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ . ''یہ (حدیث میں) جھوٹ بولتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 161/8)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَيَسْرِقُ الْحَدِيثَ .

''منکر الحدیث ہے اور حدیث کا سرقہ کرتا تھا۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 347/6)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى الثِّقَاتِ .

''یہ ثقہ راویوں سے منسوب روایتیں گھڑتا تھا۔''

(كتاب المجروحين : 243/2)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

''متروک الحدیث ہے۔'' (العلل : 179/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''کذاب'' اور ''متہم'' قرار دیا ہے۔

(المُغني في الضّعفاء : 686/2)

② حبہ عرنی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

(لسان الميزان : 391/3)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لَمَّا مَرِضَ أَبِي أَوْصٰى أَنْ يُّؤْتٰى بِهٖ إِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُسْتَأْذَنَ لَهٗ، وَيُقَالَ : هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يُّدْفَنُ عِنْدَكَ يَا

رَسُولَ اللّٰهِ! فَإِنْ أَذِنَ لَكُمْ فَادْفَعُونِي، وَإِنْ لَّم يُؤْذَنْ لَّكُمْ فَاذْهَبُوا بِي إِلَى الْبَقِيعِ، فَأُتِيَ بِهٖ إِلَى الْبَابِ، فَقِيلَ : هٰذَا أَبُو بَكْرٍ قَدِ اشْتَهٰى أَنْ يُّدْفَنَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَوْصَانَا، فَإِنْ أُذِنَ لَنَا دَخَلْنَا، وَإِنْ لَّمْ يُؤْذَنْ لَّنَا انْصَرَفْنَا، فَنُودِينَا أَنِ ادْخُلُوا وَكَرَامَةً، وَسَمِعْنَا كَلَامًا وَّلَمْ نَرَ أَحَدًا .

''جب میرے والد بیمار ہوئے، تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں (وفات کے بعد) نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر لے جایا جائے اور آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا جائے: اللہ کے رسول! یہ ابوبکر ہیں اور انہیں آپ کے قریب دفن کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر تمہیں اجازت نہ ملے تو مجھے بقیع میں لے جانا۔ (جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو) انہیں دروازے پر لایا گیا اور کہا گیا: یہ ابوبکر ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور اس حوالے سے ہمیں وصیت کر چکے ہیں۔ اگر ہمیں اجازت ملے گی تو ہم داخل ہوں گے، ورنہ لوٹ جائیں گے۔ ہمیں آواز آئی کہ عزت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ ہمیں آواز دینے والا سنائی نہیں دیا۔''

(الخصائص الكبرٰى للسّيوطي : 492/2)

روایت بے سند اور باطل ہے۔ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب [رُوَاۃ مالک] کے حوالے سے ذکر کیا ہے، جو کہ مفقود ہو چکی ہے، نیز سیوطی رحمہ اللہ نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ سے اس روایت کو ''غریب جدا'' کہنا بھی نقل کیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَرَجَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي فَإِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ : ارْجِعُوا فَقَدِ اسْتُجِيبَ لَكُمْ مِنْ أَجْلِ شَأْنِ هٰذِهِ النَّمْلَةِ .

”ایک نبی لوگوں کے ساتھ بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلے، اچانک دیکھا کہ ایک چیونٹی آسمان کی طرف ٹانگیں اٹھائے ہوئے تھی، تو نبی نے کہا: واپس لوٹ جائیں، اس چیونٹی کی وجہ سے آپ کی دعا قبول ہوگئی ہے۔“

(سنن الدّارقطني : 1797)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ عون مولیٰ اُم یحییٰ کی زہری سے روایت منقطع ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(التاريخ الكبير : 16/7)

مستدرک حاکم (۱۲۱۵) میں عون مولیٰ اُم یحییٰ نے سماع کی تصریح ہے، مگر یہ کسی راوی کا وہم ہوسکتا ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ علل حدیث کے امام ہیں، انہی کی بات راجح ہے۔

شرح مشکل الآثار للطحاوی (۸۷۵) والی سند سخت ضعیف ہے۔ سلامہ بن روح ”ضعیف ومنکر الحدیث“ ہے۔

❁ اسی معنی کا ایک قول ابوصدیق ناجی رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34273)

سند ضعیف ہے۔ زید عمی ضعیف ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ **ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ سے مروی ہے:**

دَخَلْتُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَبِظَهْرِهٖ قَرْحَةٌ وَهُوَ يَتَأَوَّهُ مِنْهَا تَأَوُّهًا شَدِيدًا، فَقُلْتُ : أَكُلُّ هٰذَا مِنْ هٰذِهٖ؟، فَقَالَ : مَا يَسُرُّنِي أَنَّ هٰذَا التَّأَوُّهَ لَمْ يَكُنْ، ثُمَّ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى فِي جَسَدِهٖ إِلَّا كَانَ كَفَّارَةً لِخَطَايَاهُ ، وَهٰذَا أَشَدُّ الْأَذٰى .

”میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا، آپ کی پیٹھ پر پھوڑا تھا، جس سے آپ بہت زیادہ کراہ رہے تھے، میں نے پوچھا: کیا اس پھوڑے سے کراہ رہے ہیں؟ کہنے لگے: میری یہ چاہت نہیں کہ یہ تکلیف نہ ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مسلمان کو جسم میں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور یہ بہت بڑا تکلیف ہے۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 842، المَرض والكفّارات لابن أبي الدّنيا : 161، تاریخ ابن عساکر : 45/26)

جواب: سند حسن ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ .

''میری طرف منسوب لوگوں میں سے بارہ منافق ہوں گے، ان میں آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، تا آنکہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے، آٹھ منافقوں کی موت ''دبیلہ'' (زہریلا پھوڑا) سے ہوگی۔''

(صحیح مسلم : 2779)

جواب: اس حدیث میں ''اصحابی'' کا لفظ وارد ہوا ہے اور ہم نے اس کا ترجمہ میری طرف منسوب لوگ کیا ہے، کیونکہ عربی زبان میں ''صاحب'' کئی معانی کے لیے مستعمل ہے، یہ امتی کے معنی میں بھی ہے، اسی طرح پیروکار کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اصحاب ابی حنیفہ، اصحاب مالک، اصحاب شافعی وغیرہ کہا جاتا ہے، تو اس سے مراد ان کے مذہب پر چلنے والا طائفہ اور گروہ ہوتا ہے، دوسرے یہ ایک روایت میں صریح طور پر امتی کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔

لہٰذا حدیث میں ''اصحابی'' کے دو معانی ہو سکتے ہیں:

① میری اُمت کے کچھ لوگ۔

② میرے ساتھ رہنے والے منافق لوگ، جو خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، مگر ان کا نفاق اور کفران کے دلوں میں ہے۔

ان سے مراد وہ خالص الایمان صحابہ نہیں۔ کیونکہ صحابی کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرے اور ایمان پر ہی فوت ہو۔ صحابی کبھی منافق نہیں ہوسکتا اور منافق کبھی صحابی نہیں ہوسکتا۔

حدیث میں جو منافقین کو ''اصحابی'' کہا گیا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمرۂ صحابہ میں سے ہیں، خود کو نبی کریم ﷺ کا ساتھ ظاہر کرتے ہیں، مگر حقیقت میں کافر ہی ہیں۔

اس کی مثال یوں لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، مگر ابلیس نے انکار کر دیا، اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا، بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ فرشتوں کے زمرے میں داخل تھا۔

اسی طرح بارہ منافقین بھی حقیقی صحابہ میں سے نہیں ہیں، بلکہ زمرۂ صحابہ میں سے ہیں۔

سوال: کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغض علی رضی اللہ عنہ میں تلبیہ کہنے سے منع کیا تھا؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں۔

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: مَا لِي لَا أَسْمَعُ النَّاسَ يُلَبُّونَ؟ قُلْتُ: يَخَافُونَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ فُسْطَاطِهِ، فَقَالَ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ.

''عرفات میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا۔ فرمانے لگے: لوگ تلبیہ کہتے سنائی نہیں دے رہے؟ عرض کیا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ڈرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوراً خیمے سے نکلے اور تلبیہ پکارنے لگے اور

فرمانے لگے: ان لوگوں نے بغض علی رضی اللہ عنہ میں سنت ترک کر دی۔"

(سنن النّسائي : 3006)

❀ دوسری روایت میں ہے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ مُعَاوِيَةَ اللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ فَقَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

"اللہ! گو معاویہ کو برا لگے، (میں) لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ 'حاضر ہوں' (کہتا ہوں)۔ اللہ! ان پر لعنت کا کوڑا برسا، انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد کی وجہ سے سنت نبوی ترک کر دی ہے۔"

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 9447)

سند "ضعیف" ہے۔ خالد بن مخلد قطوانی کی روایت اہل کوفہ سے "ضعیف" ہوتی ہے۔ ابوالحسن صالح بن علی "کوفی" ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

❀ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ الْغُلَابِيُّ فِي تَارِيخِهِ، قَالَ : الْقُطْوَانِيُّ يُؤْخَذُ عَنْهُ مَشْيَخَةُ الْمَدِينَةِ، وَابْنُ بِلَالٍ فَقَطْ .

امام مفضل بن غسان غلابی رحمہ اللہ (۲۴۶ھ) نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے: قطوانی کی وہی روایت قبول ہے، جو انہوں نے اہل مدینہ اور سلیمان بن بلال سے لی ہو۔"

(شرح علل التّرمذي : 2/775)

سوال: کیا اکیلے شخص کے لیے اذان دینا واجب ہے؟

(جواب): واجب نہیں۔

(سوال): اقامت سے پہلے درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اقامت سے پہلے درود بدعت ہے، شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور ائمہ اسلام سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

كَانَ بِلَالٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ الصَّلَاةَ قَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، الصَّلَاةَ رَحِمَكَ اللّٰهُ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جب نماز کی اقامت کا ارادہ کرتے، تو کہتے: اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت و برکات ہوں، اللہ رحمت کرے، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 8910)

سند باطل ہے۔

① عبداللہ بن محمد بن مغیرہ ''ضعیف، متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

② مقدام بن داود رعینی ''ضعیف'' ہے۔

③ کامل ابو العلاء کی بعض روایات منکر ہیں۔

یاد رہے کہ بدعت رنگ بدلتی ہے۔ زمان و مکان کے ساتھ اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ سنت کا امتیاز ہے کہ اس کا رنگ ہر جگہ ایک ہوتا ہے، کیوں کہ سنت نام ہے پیروی کا اور بدعت خانہ ساز ہوتی ہے، اس لئے لوگ اپنے علاقے اور دور کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔

❀ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) لکھتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُوهَا فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ؛ لَمْ تَكُنْ تُفْعَلُ فِيهَا فِي عَهْدِ مَنْ مَّضٰى، وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْاِتِّبَاعِ لَهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ـــ وَالصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّهَا مِنْ أَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَأَجَلِّهَا، وَإِنْ كَانَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا، سِرًّا وَّعَلَنًا، لٰكِنْ لَّيْسَ لَنَا أَنْ نَّضَعَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا فِي مَوَاضِعِهَا الَّتِي وَضَعَهَا الشَّارِعُ فِيهَا، وَمَضَى عَلَيْهَا سَلَفُ الْأُمَّةِ .

”جہاں صحابہ، تابعین اور ائمہ دین درود نہیں پڑھتے تھے، انہوں نے ایسے چار مقامات پر درود پڑھنے کی بدعت جاری کی ہے۔تمام بھلائی اسلافِ امت کی پیروی میں ہے۔......کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بہت عظیم اور جلیل القدر عبادت ہے، ذکر الٰہی اور درود وسلام سری اور علانیہ دونوں طرح سے نیکی ہے، لیکن ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات سے ہٹا دیں، جن میں شارع علیہ السلام نے انہیں رکھا ہے اور جن میں اسلافِ امت انہیں بجالاتے تھے۔“

(المَدخل: 2/249، 250)

دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات و ارشادات کا نام ہے، اعمال کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط قرآن وسنت کی پیروی ہے۔ درود وسلام کے لئے وہی طریق

اپنانا ضروری ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہو۔ اس سے ہٹ کر کوئی بھی طریقہ اسے بدعت بنا دے گا۔

❁ نافع بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَّیْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّقُولَ : إِذَا عَطَسْنَا؛ أَمَرَنَا أَنْ نَّقُولَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص نے چھینک لی اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔“ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ ﷺ نے چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ ”ہر حال میں ساری کی ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔“

(سنن التّرمذي : 2738، مسند الحارث : 1853، المستدرك للحاكم : 265/4، شُعَب الإيمان للبيهقي : 8884، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔
مسند شامیین للطبرانی (۳۲۳) میں ''حسن'' سند کے ساتھ اس کا ایک شاہد ہے۔

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) کہتے ہیں:

لِأَنَّ الْعُطَاسَ وَرَدَ فِيهِ ذِكْرٌ يَّخُصُّهٗ، فَالْعُدُولُ إِلٰى غَيْرِهٖ أَوِ الزِّيَادَةُ فِيهِ؛ عُدُولٌ عَنِ الْمَشْرُوعِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ بِدْعَةٌ وَّمَذْمُومٌ.

''چھینک کے بارے میں خاص ذکر وارد ہوا ہے، لہٰذا کوئی اور ذکر کرنا یا اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا شریعت کے طریقے سے انحراف اور اس میں اضافہ کی کوشش ہے۔ یہ کام بدعت اور قابل مذمت ہے۔''

(الحاوي للفتاوي :1/254-255)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، ثُمَّ يَفْهَمُهٗ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهٗ، وَلَوْ كَانَ تَرْكُ الْعَمَلِ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ فَهُوَ مُخْطِئٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا

صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ، فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ.

''اس پر کوئی دلیل ہوتی، تو اس کا فہم صحابہ و تابعین سے غائب رہ جانا ممکن نہیں تھا، کہ بعد والے اسے سمجھتے۔ سلف نے اگر کوئی عمل چھوڑا تو وہ دلیل کے درست مفہوم سے نابلد ہونے کی بنا پر نہیں چھوڑا ہے، بلکہ وہ دلیل کے صحیح مفہوم سے واقف تھے، متاخرین میں سلف کا مخالف عمل اگر آ گیا ہے تو وہ سلف کے اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگا۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا سلف جس کام کے کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا خطا اور سلف کی مخالفت کرنے والا یقیناً خطا کار ہے۔''

(المُوَافَقات: 72/3)

۞ مزید لکھتے ہیں:

لَا تَجِدُ مُبْتَدِعًا مِّمَّنْ يَّنْسِبُ إِلَى الْمِلَّةِ إِلَّا وَهُوَ يَسْتَشْهِدُ عَلٰى بِدْعَتِهٖ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ، فَيُنْزِلُهٗ عَلٰى مَا وَافَقَ عَقْلَهٗ وَشَهْوَتَهٗ.

''آپ اسلام کی طرف منسوب ہر بدعتی کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استدلال کرتا ہے، پھر اسے اپنی عقل وخواہش کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔''

(الاعتصام: 134/1)

سوال: کیا نماز میں قیام کے وقت ہاتھ چھوڑنا جائز ہے؟

جواب: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، نبی کریم ﷺ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے

تھے۔صحابہ وتابعین سمیت تمام مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔

❀ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھو۔''

(صحيح البخاري :631)

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا .

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المعجم الكبير للطبراني :199/11، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحوالك :133/1)

نبی کریم ﷺ نے اپنی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تمام انبیائے کرام علیہم السلام نماز میں ہاتھ باندھتے تھے۔نبی کریم ﷺ سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا قطعا ثابت نہیں۔

② سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى .

''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھا۔''

(صحيح مسلم :401)

❀ نیز بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.

''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور بازو پر رکھا۔''

(مسند أحمد: 318/4، سنن أبي داود: 727، سنن النسائي: 890، وسندهٗ صحيحٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاضِعٌ يَدِي الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَأَخَذَ بِيَدِي الْيُمْنٰى فَوَضَعَهَا عَلَى الْيُسْرٰى.

''نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے، میں نے (نماز میں) اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر باندھا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا۔''

(سنن أبي داود: 755، سنن النسائي: 889، سنن ابن ماجه :811، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري: 224/2)

④ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ.

''صحابہ کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے۔''

(صحيح البخاري: 740)

⑤ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ، وَرَأَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصَلِ .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ ﷺ اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 226/5، التحقيق لابن الجوزي : 338/1، جامع المسانيد والسنن للحافظ ابن كثير : 12/296-297، ح : 9693، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ ابن جریر ضبی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ عَلَى الرُّسَغِ فَوْقَ السُّرَّةِ .

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کو گٹی سے پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔''

(سنن أبي داود : 757، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۲/۳۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق : ۲/۴۴۳) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ اس کا راوی ابو بدر شجاع بن ولید جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

روافض ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ یہ بتائیں کہ نبی کریم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عمل کو کیوں نہیں لیتے ؟

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، وَكَذَا نَقُولُ، وَمِمَّنْ رَأَى أَنْ تُوضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَحُكِيَ ذٰلِكَ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں داخل ہوتے، تو دائیں ہاتھ مبارک سے بائیں کو پکڑ لیتے تھے، ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ امام مالک، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے۔''

(الأوسط : 92/3)

❁ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْآثَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس (ہاتھ باندھنے) کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(التمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 74/20)

تنبیہ:

❁ عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ أَرْخٰى يَدَيْهِ .

''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز میں کھڑے ہوتے، تو ہاتھوں کو چھوڑتے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 391/1، طبقات المحدثين الواردين بأصبهان لأبي الشيخ

الأصبهاني : 200/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو چھوڑ دیتے، پھر باندھ لیتے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قیام میں ہاتھوں کو چھوڑتے ہوں۔ تو یہ آپ کا اجتہاد ہے۔ جو کہ درست نہیں، نہ ہی قابل عمل ہے۔ اس طرح آپ کا یہ اجتہاد احادیث صحیحہ ثابتہ اور آثار صحابہ کے موافق نہیں۔ لہٰذا جس عمل پر صحیح حدیث سے دلیل نہ ہو، نیز اس میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو، اسے کیونکر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ نیز اہل جتہاد کے سارے کے سارے اجتہادات قابل عمل نہیں۔ مجتہدین کو درست اجتہاد کی صورت میں دوہرا اور اجتہادی خطا پر اکہرا اجر ملتا ہے، لیکن کسی اور کے لیے اجتہادی خطا پر عمل کرنا جائز نہیں۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رکوع میں تطبیق (رکوع میں ہتھیلیاں جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنا) کرتے تھے۔

(صحيح مسلم : 534)

سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں اولے کھانا جائز سمجھتے تھے۔

(مسند الإمام أحمد : 13971، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے شراب کی بیع ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 2223، صحيح مسلم : 1582)

سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ بیوی سے مجامعت کی، انزال نہ ہوا، تو غسل واجب نہیں۔

(صحيح البخاري : 292، صحيح مسلم : 347)

کسی کی علمی یا اجتہادی خطا ہمارے لیے حجت نہیں۔

تنبیہ:

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهٖ رَفَعَ يَدَيْهِ قُبَالَةَ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ أَرْسَلَهُمَا ثُمَّ سَكَتَ، وَرُبَّمَا رَأَيْتُهٗ يَضَعُ يَمِينَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ سَكَتَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے، تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے، جب تکبیر تحریمہ کہتے، تو دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے، پھر سکتہ کرتے، کبھی کبھی میں دیکھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے، جب فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے، تو سکتہ کرتے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 74/20)

سند جھوٹی ہے۔ خصیب بن جحدر بالاتفاق ''متروک وکذاب'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ منقول ہے:

مَنْ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ بِأَلَمْ نَشْرَحْ وَأَلَمْ تَرَ كَيْفَ لَمْ يَرْمَدْ .

''جو فجر میں سورت انشراح اور سورت فیل کی تلاوت کرے، اس کی آنکھوں میں کبھی درد نہیں ہوگا۔''

جواب: جھوٹی بے سند روایت ہے۔

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

''بے اصل روایت ہے۔''

(المَقاصد الحَسنة : 1162)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ يُمَكِّنُ جَبْهَتَهٗ وَأَنْفَهٗ مِنَ الْأَرْضِ، ثُمَّ يَقُومُ كَأَنَّهُ السَّهْمُ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى يَدَيْهِ .

''نبی کریم ﷺ (سجدہ میں) پیشانی اور ناک زمین پر ٹکاتے، پھر تیر کی طرح (سیدھا) کھڑے ہو جاتے، ہاتھوں سے (زمین پر) ٹیک نہیں لگاتے تھے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 139)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① خصیب بن جحدر ''کذاب'' ہے۔

② نعمان بن نعیم ''مجہول'' ہے۔

③ محبوب بن حسن قرشی ''ضعیف'' ہے۔

یہ دیگر صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ نبی کریم ﷺ دوسرے سجدہ سے فارغ ہوتے، تو اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے پہلے لمحہ بھر کے لیے اطمینان سے بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی طریقہ ہے اور اسی کی آپ ﷺ نے تعلیم دی۔

❀ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ

مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا .

”میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، جب آپ طاق رکعت میں ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے، جب تک سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جاتے۔“

(صحيح البخاري : 823)

❁ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھ رہا تھا، نماز کا طریقہ بتلایا اور اسے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا .

”پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھائیں، اور اطمنان سے بیٹھ جائیں۔“

(صحيح البخاري :6251)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا غِرَارَ فِي صَلَاةٍ، وَلَا تَسْلِيمٍ .

”نہ نماز میں کمی کی جائے اور نہ سلام میں۔“

(سنن أبي داود : 928، 929)

جواب: سند ضعیف ہے، سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ أَبُو رَزِينٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ طَرِيقِي عَلَى الْمَوْتٰى، فَهَلْ

مِنْ كَلَامٍ أَتَكَلَّمُ بِهِ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ ؟ قَالَ : قُلْ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا، إِنَّ شَاءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ، قَالَ أَبُو رَزِينٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! يَسْمَعُونَ ؟ قَالَ : يَسْمَعُونَ، وَلَكِنْ لَّا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُّجِيبُوا، قَالَ : يَا أَبَا رَزِينُ! أَلَا تَرْضٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْكَ بِعَدَدِهِمْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ؟

''سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے راستے میں قبریں آتی ہیں۔کیا میں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے کوئی بات کرسکتا ہوں؟ فرمایا: یہ کہا کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا، إِنَّ شَاءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ

(اہل قبرستان میں سے مسلمانو اور مومنو! تم پر سلامتی ہو۔تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں،اللہ نے چاہا،تو ہم بھی تمہارے ساتھ آملنے والے ہیں)۔سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: سنتے تو ہیں،لیکن ان میں جواب دینے کی سکت نہیں۔پھر فرمایا: اے ابورزین! کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ان کے بدلے میں اتنے ہی فرشتے آپ کو سلام کا جواب دیں؟''

(الضُّعفاء الكبير للعُقَيلي : 4/19، ت : 1573)

جواب: روایت سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عمار بن عطیہ رازی ''مجہول'' ہے، اس کی توثیق نہیں۔

② نجم بن بشیر بھی ''مجہول'' ہے۔

③ محمد بن اشعث کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولُ النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ، وَحَدِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس کا نسب اور روایت مجہول ہے۔ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔''

(الضُّعفاء الكبير : 18/4)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

''یہ غیر معروف ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 486/3، ت : 7248)

سوال: کیا بوقت ضرورت ستونوں کے درمیان صف بنائی جا سکتی ہے؟

جواب: بوقت ضرورت ستونوں کے درمیان صف بنائی جا سکتی ہے،

❀ عبدالحمید بن محمود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي الصَّفِّ، فَرَمَوْا بِنَا حَتّٰى أُلْقِينَا بَيْنَ السَّوَارِي، فَتَأَخَّرَ، فَلَمَّا صَلّٰى؛ قَالَ : قَدْ كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ صف میں تھے۔ لوگوں نے ہمیں دھکیلا، تو ہم ستونوں کے درمیان چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ستونوں سے پیچھے ہٹ

گئے۔نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچتے تھے۔''

(مسند أحمد : 104/3؛ سنن أبي داوٗد : 673؛ سنن النّسائي : 820؛ سنن التّرمذي : 229؛ الكبرٰى للبيهقي : 104/3، واللّفظ لهٗ؛ المستدرك للحاكم :210/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام خزیمہ (۱۵۶۸)، امام ابن حبان (۲۲۱۸) اورامام حاکم (۲۱۸/۱) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(فتح الباري :578/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَصُفُّوا بَيْنَ السَّوَارِي . ''ستونوں کے درمیان صف نہ بناؤ۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 104/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (م:۳۱۹ھ) لکھتے ہیں:

لَوِ اتَّقٰى مُتَّقٍ كَانَ حَسَنًا، وَلَا مَأْثَمَ عِنْدِي عَلٰى فَاعِلِهٖ .

''اجتناب بہتر ہے، لیکن اگر ایسا کرے، تو کوئی گناہ نہیں۔''

(الأوسَط : 184/4)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

أَخِّرُوهُنَّ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ .

''ان عورتوں کو پیچھے رکھیں، جیسے اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 149/3، ح : 5115، صحيح ابن خُزَيمة : 1700، المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 295/9، ح : 9484، 9485، المطالب العالية لابن حجر :391)

جواب: سند اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

اس کا مرفوع ہونا بے اصل ہے:

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْخَبَرُ مَوْقُوفٌ غَيْرُ مُسْنَدٍ .

''یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة، تحت الحديث : 1700)

❁ علامہ زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا تعجب خیز ہے۔''

(نصب الرّاية : 36/2)

❀ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ رَفْعُهُ فَضْلًا عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمَشَاهِيرِ .

''اس کا مشہور ہونا تو درکنار، مرفوع ہونا بھی ثابت نہیں۔''

(فتح القدير :360/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ مَرْفُوعٍ .

''یہ حدیث مرفوع نہیں۔''

(البِناية في شرح الهِداية : 342/2)

سوال: کیا عورت صف میں اپنے محرم کے ساتھ کھڑی ہوسکتی ہے؟

جواب: عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہے، وہ اپنے محرم کے ساتھ بھی کھڑی نہیں ہوسکتی، حتیٰ کہ بچوں کے ساتھ بھی نہیں کھڑی ہوگی، بلکہ بچوں سے پیچھے صف بنائی گی۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی، تو فرمانے لگے:

أَلَا أُصَلِّي لَكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَفَّ الرِّجَالُ، ثُمَّ صَفَّ الْوِلْدَانُ خَلْفَ الرِّجَالِ، ثُمَّ صَفَّ النِّسَاءُ خَلْفَ الْوِلْدَانِ .

''میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ وہاں مردوں نے صف بنائی، پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/5، سنن أبي داوٗد : 677، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(تُحفة المُحتاج : 548)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُذْكُرِ الْمَوْتَ فِي صَلَاتِكَ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا ذَكَرَ الْمَوْتَ فِي صَلَاتِهٖ لَحَرِيٌّ أَنْ يُّحْسِنَ صَلَاتَهٗ وَصَلِّ صَلَاةَ رَجُلٍ لَا يَظُنُّ أَنَّهٗ يُصَلِّي صَلَاةً غَيْرَهَا .

''نماز میں موت کو یاد کریں، کیونکہ جب بندہ نماز میں موت کو یاد کرے گا، تو بہت ممکن ہے کہ وہ نماز کو احسن طریقے سے ادا کرے گا۔ نماز کو اس آدمی کی طرح ادا کیجئے، جو اس گمان سے نماز ادا کرتا ہے کہ اس کے بعد اسے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجر :423/1)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ شبیب بن بشر متکلم فیہ ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمَ سَبْعَةٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَجَبٍ كُتِبَتْ لَهٗ صِيَامُ سِتِّينَ شَهْرًا وَّهُوَ أَوَّلُ يَوْمٍ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرِّسَالَةِ .

''جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا، اس کے لیے ساٹھ مہینے کے روزوں کا

ثواب لکھا جائے گا۔ پہلی مرتبہ جبریل علیہ السلام محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی دن رسالت لے کر نازل ہوئے تھے۔''

(فضائل رجب للخلّال : 18)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ شہر بن حوشب کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''جب کسی ایسے بادشاہ کے پاس جانا ہو، جس سے لوگ خوف کھاتے ہوں اور اس کے شر کا ڈر ہو، تو تین مرتبہ یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيعًا، اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ، اَعُوذُ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ اَنْ يَّقَعْنَ عَلَى الْـاَرْضِ اِلَّا بِإِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُودِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَشْيَاعِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، اَللّٰهُمَّ كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ لَا اِلَهَ غَيْرُكَ .

''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، وہ ساری مخلوق سے زیادہ غلبے والا ہے، جن سے میں ڈرتا ہوں، اللہ ان سے زیادہ غلبے والا ہے، میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جو ساتوں آسمانوں کو تھامے ہوئے ہے، انہیں زمین پر نہیں گرنے دیتا، مگر جب اس کا اذن ہوگا۔ اللہ! میں تیرے فلاں بندے کے شر، اس کے لشکر، اس کے ساتھیوں اور اس کی جماعتوں کے شر سے خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، پناہ طلب کرتا ہوں، اللہ! تُو

مجھے ان کے شر سے بچا، تیری بڑی تعریف ہے اور جو تجھ سے پناہ طلب کرے، وہ باعزت ہے، تیرا نام برکت والا ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔‘‘

(الدُّعا للطَّبَراني : 1060؛ الأدب المفرد للبخاري : 708)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِـ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ .

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات نماز مغرب میں سورت کافرون اور سورت اخلاص کی قرأت فرماتے تھے۔‘‘

(صحيح ابن حبان : 1841، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 5730)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① سعید بن سماک بن حرب ’’ضعیف ومتروک‘‘ ہے۔

② سند میں کسی راوی کو شک ہے۔

③ ابو قلابہ عبد الملک بن محمد رقاشی ’’کثیر الخطا‘‘ ہے۔

سوال: حدیث میں ثابت ہے کہ روز قیامت بعض لوگوں کے گناہ دوسروں پر ڈالے جائیں گے، جبکہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال ہی کا بدلہ پائے گا، تو اس کا کیا معنی ومفہوم ہے؟

جواب: پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا : الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ : إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَّصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ .

’’آپ جانتے ہیں کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: ہم میں مفلس وہ ہے، جس کے پاس درہم (ودینار) اور مال ومتاع نہیں ہے۔ فرمایا: بلاشبہ میری امت کا مفلس ترین آدمی وہ ہے، جو روز قیامت نماز، روزوں اور زکاۃ (کے ثواب) کے ساتھ آئے گا، اس پر کسی کو گالی دینے، کسی پر تہمت لگانے، کسی کا ناجائز مال کھانے، کسی کا خون بہانے اور کسی کو مارنے کا جرم عائد ہوگا، ہر ایک کو ملزم کی نیکیوں کا ایک حصہ دے دیا جائے گا، اگر فیصلہ برابر ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں، تو سائلین کے گناہوں کا بوجھ مجرم پر ڈال دیا جائے گا اور جہنم رسید کر دیا جائے گا۔‘‘

(صحیح مسلم :2581)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْمَازِرِيُّ وَزَعَمَ بَعْضُ الْمُبْتَدِعَةِ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ مُعَارِضٌ

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی﴾ وَهٰذَا الْاِعْتِرَاضُ غَلَطٌ مِنْهُ وَجَهَالَةٌ بَيِّنَةٌ لِأَنَّهٗ إِنَّمَا عُوقِبَ بِفِعْلِهٖ وَوِزْرِهٖ وَظُلْمِهٖ فَتَوَجَّهَتْ عَلَيْهِ حُقُوقٌ لِغُرَمَائِهٖ فَدُفِعَتْ إِلَيْهِمْ مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَتْ وَبَقِيَتْ بَقِيَّةٌ قُوبِلَتْ عَلٰی حَسَبِ مَا اقْتَضَتْهُ حِكْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِي خَلْقِهٖ وَعَدْلِهٖ فِي عِبَادِهٖ فَأُخِذَ قَدْرُهَا مِنْ سَيِّئَاتِ خُصُومِهٖ فَوُضِعَ عَلَيْهِ فَعُوقِبَ بِهٖ فِي النَّارِ فَحَقِيقَةُ الْعُقُوبَةِ إِنَّمَا هِيَ بِسَبَبِ ظُلْمِهٖ وَلَمْ يُعَاقَبْ بِغَيْرِ جِنَايَةٍ وَّظُلْمٍ مِّنْهُ وَهٰذَا كُلُّهٗ مَذْهَبُ أَهْلِ السَّنَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''علامہ مازری رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض اہل بدعت کا خیال ہے کہ یہ حدیث اللہ کے اس فرمان کے معارض ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی﴾ ''کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' یہ اعتراض غلط ہے اور واضح جہالت ہے، کیونکہ اس کو اپنے فعل کی وجہ سے سزا ہوگی، اپنے ظلم کی وجہ سے سزا ہوگی، اس کے قرض خواہوں کے حقوق اس کی طرف آئیں گے، تو اس کی نیکیاں دے کر وہ حقوق ختم ہوں گے، جب یہ نیکیاں ختم ہوگئیں اور کچھ حقوق باقی رہ گئے، تو اللہ کی حکمت کے تقاضے سے اس نے جس کا حق مارا ہوگا، اس کے گناہ اس کو دے دیئے جائیں گے اور اس کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔ تو اصل میں یہ سزا اس کے اپنے ظلم کا بدلہ ہے، اس کو بلا وجہ سزا نہیں دی جائے گی، یہ سب اہل سنت کا مذہب ہے۔ واللہ اعلم!''

(شرح صحیح مسلم : 136/16)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں :

هٰذَا مِنْ ضَرُورَةِ قَضِيَّةِ الْعَدْلِ الثَّابِتِ لَهٗ تَعَالٰى بِالنَّقْلِ وَالْعَقْلِ، فَإِنَّ الظَّالِمَ إِذَا أَكْثَرَ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ مِنْهَا وَغَلَبَتْ عَلٰى سَيِّئَاتِهٖ، فَإِنْ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ يَبْقٰى حَقُّ الْمَظْلُومِ ضَائِعًا، وَإِنْ أُدْخِلَ النَّارَ يُنَافِي قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(الأعراف : 8)، وَسَيَأْتِي أَنَّ حُقُوقَ الْعِبَادِ مِمَّا لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَلَا بُدَّ مِنْ أَنَّ الْأَمْرَيْنِ إِمَّا أَخْذَ الْحَسَنَاتِ وَإِمَّا وَضْعَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى يَتَحَقَّقَ خِفَّةُ مِيزَانِ عَمَلِهٖ، فَيَدْخُلُ النَّارَ فَيُعَذَّبُ بِقَدْرِ اسْتِحْقَاقِهٖ، ثُمَّ يَخْرُجُ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِسَبَبِ الْحَسَنَاتِ الْبَاقِيَةِ إِنْ كَانَتْ هُنَاكَ، وَإِلَّا بِبَرَكَةِ الْإِيمَانِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا، وَهٰذَا مِنَ الْبَرَاهِينِ الْوَاضِحَةِ الْمُؤَيِّدَةِ بِالشَّوَاهِدِ وَالْأَدِلَّةِ اللَّائِحَةِ .

”یہ اللہ کے عدل کا ضروری تقاضہ ہے، جو کہ عقل و نقل دونوں سے ثابت ہے، کیونکہ ظالم کی نیکیاں اگر بڑھ جائیں اور اس کا پلڑا بھاری ہو جائے، پھر وہ اس کے سبب جنت میں چلا جائے، تو مظلوم کا حق ضائع ہو جائے گا، اگر وہ جہنم میں چلا جائے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے منافی ہے۔ فرمایا: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”جن کا پلڑا بھاری ہو گیا، وہ فلاح

پا گئے۔'' تو ابھی آپ کو معلوم ہو گا کہ حقوق العباد کو اللہ معاف نہیں کرتا۔ تو ایسی صورت میں دو ہی چیزیں باقی بچتی ہیں؛ یا اس کی نیکیاں لے لی جائیں یا پھر اس کو برائیاں دے دی جائیں، یہاں تک اس کے عمل کا میزان ہلکا ہو جائے، پھر وہ جہنم میں چلا جائے۔ اس کو آگ کا عذاب دیا جائے اور اپنے حصے کا عذاب چکھ لے۔ پھر آگ سے نکال کر اس کی باقی ماندہ نیکیوں کے سبب اسے جنت میں بھیج دیا جائے۔ اگر نیکیاں باقی نہ ہوں، تو ایمان کی برکت سے اسے جنت میں بھیج دیا جائے، کیونکہ اللہ اچھا عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ یہ واضح دلائل ہیں، جن کی تائید دیگر شواہد اور دلائل سے بھی ہوتی ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 3202/8)

سوال: مقتدی آمین کب کہیں گے؟

جواب: مقتدی امام سے پہلے آمین نہیں کہیں گے، بلکہ امام کے بعد کہیں گے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾، فَقُولُوا : آمِينَ .

''جب امام : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے، تو آپ آمین کہیں۔''

(صحيح البخاري : 782، صحيح مسلم : 410)

اس کے معارض حدیث ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا .

”جب امام آمین کہے، تو آپ آمین کہیں۔“

(صحيح البخاري : 780، صحيح مسلم : 410)

پہلی حدیث میں امام کی فاتحہ کے بعد مطلق طور پر مقتدی کو آمین کہنے کا کہا گیا ہے کہ اگر وہ فاتحہ امام سے پہلے بھی پڑھ لے، تو بھی آمین نہیں کہے گا۔ جب امام ولا الضالین کے الفاظ کہہ دے، تو وہ آمین کہے گا۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جب امام آمین کہے، تم بھی آمین کہو۔ اس میں مقتدی کو امام کے بعد آمین کہنے کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ مقتدی امام کی آمین پر آمین کہے گا۔ اس حدیث نے مقتدی کی آمین کا محل متعین کر دیا ہے۔

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

أَوَّلُوا قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، عَلٰى بُلُوغِهٖ مَوْضِعَ التَّأْمِينِ، وَهُوَ خَاتِمَةُ الْفَاتِحَةِ، كَمَا يُقَالُ : أَنْجَدَ إِذَا بَلَغَ نَجْدًا، وَ أَتْهَمَ إِذَا بَلَغَ تِهَامَةً، وَأَحْرَمَ إِذَا بَلَغَ الْحَرَمَ، وَهٰذَا مَجَازٌ، فَإِنْ وُجِدَ دَلِيلٌ يُرَجِّحُهٗ عَلٰى ظَاهِرِ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَهُوَ قَوْلُهٗ : إِذَا أَمَّنَ، فَإِنَّهٗ حَقِيقَةٌ فِي التَّأْمِينِ عُمِلَ بِهٖ، وَإِلَّا فَالْأَصْلُ عَدَمُ الْمَجَازِ .

”محدثین کرام نے فرمان نبوی: ”جب امام آمین کہے“ کا معنی یہ کیا ہے کہ جب امام آمین کی جگہ پہنچ جائے، یعنی سورت فاتحہ مکمل کر لے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: أَنْجَدَ یعنی وہ نجد پہنچ گیا، أَتْهَمَ یعنی وہ تہامہ پہنچ گیا، أَحْرَمَ یعنی وہ حرم پہنچ گیا، یہ مجاز ہے، اگر کوئی ایسی دلیل مل جائے، جو اسے اس حدیث کے

ظاہری معنی جو کہ آمین کہنا ہے، پر راجح کر دے، تو اس پر عمل کیا جائے گا، ورنہ اصل عدم مجاز ہے۔"

(إحكام الأحكام :227/1)

تنبیہ:

❀ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ .

"آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ لیجایئے۔"

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 56/2)

یہ روایت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ کی مرسل ہے۔ اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے، اسے متصل بیان کرنا خطا ہے، جیسا کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(علل الحديث : 314)

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(صحيح ابن خزيمة، تحت الحديث : 573)

اس روایت کے متن میں بھی اضطراب ہے، بعض میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور بعض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ : آمِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہیں جب آپ فاتحہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے تین دفعہ آمین کہی۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 22/22)

جواب: روایت باطل ہے:

① سعد بن صلت ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:٦/٣٧٦'' میں ذکر کیا ہے۔

② اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ ابواسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

④ عبدالجبار کا اپنے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَتَكَلَّمُونَ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَبِيهِ وَيَقُولُونَ لَمْ يَلْقَهُ .

''محدثین عبدالجبار کی ان کے باپ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت میں کلام کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا اپنے باپ سے لقا نہیں۔''

(طبقات ابن سعد : 310/6)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَئِمَّةَ الْحَدِيثِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا .

''ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ عبدالجبار نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔''

(المَجموع : 104/3)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَالَ : رَبِّ اغْفِرْلِي، آمِينَ .

''انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ''رب اغفرلی'' (اللہ مجھے معاف فرما۔) اور آمین کہا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 42/22، السنن الكبرٰى للبيهقي : 58/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔ابواسحاق سبیعی ''مدلس'' ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: کیا یہود آمین سے حسد کرتے ہیں؟

جواب: احادیث میں اس کا ثبوت ہے کہ یہود کو آمین سے چڑ ہے، ملاحظہ ہو:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ يَحْسُدُونَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ .

''یہود آپ سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 43/11، المختاره لضياء الدين المقدسي : 107/5، ح : 1729، 1730، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ .

''یہودی آپ سے اتنا حسد کہیں نہیں کرتے، جتنا سلام اور اور آمین کہنے پر کرتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : 856، مسند إسحاق بن راهويه : 579، الأدب المُفرد للبخاري : 988، التاريخ الكبير للبخاري :22/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۸۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّرغیب والترهیب :196/1)

❀ محمد بن اشعث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَحَدَّثَتْنِي فَقَالَتْ : بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَأْذَنَ أَحَدُهُمْ فَدَخَلَ، فَقَالَ : السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَعَلَيْكَ، ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ، فَقَالَ : السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَعَلَيْكَ، فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي فَقُلْتُ : بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَفَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ وَفَعَلَ قَالَتْ : فَأَظُنُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمَ عَلِمْتُ أَنَّهٗ قَدْ وَجَدَ عَلَيَّ فَلَمَّا خَرَجُوا قَالَ لِي : مَا حَمَلَكِ عَلٰى مَا صَنَعْتِ؟ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَمِعْتُ الَّذِي قَالُوا فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي فَقَالَ : أَلَمْ تَرَيِنِّي قَدْ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمْ لَمْ يَضُرَّنَا وَلَزِمَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَدْرِينَ عَلٰى مَا حَسَدُونَا؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَال : فَإِنَّهُمْ حَسَدُونَا

عَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هُدِينَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي هُدِينَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلٰى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ .

''ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، آپ نے ہمیں حدیث بیان کی، فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ یہودیوں کا ایک گروہ آیا۔ ایک نے اجازت لی اور کہا: السام علیکم! ''آپ پر موت ہو۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک 'تجھ پر بھی'۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں غصہ پر قابو نہ پا سکی اور کہنے لگی تجھ پر بھی موت ہو، اللہ تمہارے ساتھ یوں یوں کرے، اب خیال گزرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کوئی گفتگو کی مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہیں۔ یہود کا وفد چلا گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سنی، تو غصے پر کنٹرول نہ کر سکی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: میں نے انہیں جواب دے تو دیا تھا، جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ جانتی ہو، یہود ہم سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ہمیں اللہ نے قبلہ عطا کیا، یہ لوگ محروم رہ گئے، ہمیں جمعہ عطا کیا، یہ محروم رہ گئے۔ ان وجہوں سے اور جو ہم امام کی اقتداء میں آمین کہتے ہیں اس وجہ سے۔''

(السنن الکبرٰی للبیهقي : 56/2، شُعب الإیمان للبیهقي : 2707، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو حافظ عراقی رحمہ اللہ (فیض القدیر للمناوی: ۵/ ۴۴۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہودی دین اسلام کے پکے دشمن ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ ہر سنت کو حسد، بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان احادیث اور آثار

سے ثابت ہوا کہ نماز میں امام کے پیچھے آمین پکار کر کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب آمین اونچی کہی جائے گی، تو یہودی حسد کرے گا۔ اگر آہستہ کہیں گے، تو یہودیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مسلمانوں نے آمین کہی ہے یا نہیں؟ جو لوگ اونچی آواز سے آمین سے روکتے ہیں یا اونچی آمین کہنے والوں سے دلوں میں نفرت رکھتے ہیں، انہیں عبرت پکڑنی چاہیے۔ آج بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی آمین سے گونج رہی ہے۔ تمام اہل حدیث مساجد میں یہ سنت زندہ ہے۔ جو لوگ آمین کہنے والوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں، وہ سمجھ لیں کہ آمین رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ انہیں چاہیے کہ اس سنت کو زندہ کریں۔

❀ امام مسلم رحمہ اللہ (۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَّوَاتَرَتِ الرِّوَايَاتُ كُلُّهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ بِآمِينَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ وَّائِلٍ مَّا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ.

''اس بارے میں روایات متواتر ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی پر دلالت کناں ہے۔''

(التّمییز، ص181)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ آثَارٌ مُّتَوَاتِرَةٌ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ: آمِينَ، وَهُوَ إِمَامٌ فِي الصَّلَاةِ، يَسْمَعُهَا مَنْ وَّرَاءَهٗ، وَهُوَ عَمَلُ السَّلَفِ.

''یہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں امام ہوتے، تو اس طرح آمین کہتے کہ مقتدی سن لیتے، یہی سلف کا عمل ہے۔''

(المحلّٰي بالآثار : 294/2)

بھائیو! سنت کی محبت میں جئیں۔ اسی میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔ مذہبی تعصب کی آڑ میں سنتوں کو رد کرنا بہت بڑی محرومی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ .

''جس نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس کی نماز نہیں۔''

(كتاب المَجروحين لابن حبان : 163/1)

جواب: روایت باطل ہے۔

① احمد بن علی بن سلمان مروزی ''متروک'' ہے۔

② سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

❁ اس روایت کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''بے اصل'' کہا ہے۔

❁ یہ روایت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی مروی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3788)

مگر یہ بھی ثابت نہیں۔

① موسیٰ بن سعد بن زید مجہول الحال ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۴۰۱'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ لِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَمَاعٌ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَلَا يَصِحُّ مِثْلُهٗ .

''اس سند کے بعض راویوں کا بعض سے سماع معلوم نہیں، ایسی سند ثابت نہیں ہوتی۔''

(القراءة خلف الإمام، ص 14)

❀ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے اسے ''باطل'' کہا ہے۔

(الضّعفاء: 729/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيه جَمْرَةٌ.

''کاش کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں انگارا دیا جائے۔''

(مؤطأ الإمام محمد، ص 98)

جواب: سند جھوٹی ہے۔

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی ''کذاب'' ہے۔

② بعض ولد سعد مبہم و نامعلوم ہے۔

③ اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مرسل اور ضعیف قرار دیا ہے۔

(جزء القراءة خلف الإمام، ص 13)

فائدہ:

اس بارے میں مرفوع حدیث بے اصل ہے۔

(التّعليق المُمَجَّد لعبد الحي الحنفي، ص 101)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِءَ فُوهُ نَارًا .

''جس نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس کے منہ میں آگ بھری جائے گی۔''

(كتاب المَجروحين لابن حبان : 46/3)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① مامون بن احمد سلمی ''کذاب ودجال'' ہے۔

② سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''من گھڑت'' قرار دیا ہے۔

(كتاب المَجروحين : 46/3)

سوال: درج ذیل اثر کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِيءَ فُوهُ تُرَابًا .

''کاش کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں مٹی دی جائے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 1310)

جواب: اس اثر کی سند ضعیف ہے۔

① ابو اسحاق سبیعی مدلس اور مختلط ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔

② حدیج بن معاویہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے، نیز اس کا ابو اسحاق سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

❁ اس اثر کی ایک اور سند بھی ہے۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :1311)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔اس میں ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

اگراس اثر کو صحیح بھی مان لیا جائے،تو اس میں مقتدی کو سورت فاتحہ سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ قرأت سے روکا گیا ہے۔قرأت سے مراد جہری نمازوں میں فاتحہ کے مابعد قرأت ہے۔

سوال: درج ذیل اثر کیسا ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَيْتَ فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ حَجَرًا .

''کاش کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے،اس کے منہ میں پتھر دیا جائے۔''

(مؤطأ الإمام محمد، ص 98)

جواب: سند جھوٹی ہے۔

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی ''کذاب'' ہے۔

② محمد بن عجلان صغیر تابعی ہیں،ان کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے۔

③ اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں۔قرأت کا ذکر ہے،اس سے جہری نمازوں میں فاتحہ کے مابعد قرأت مراد ہو سکتی ہے۔

④ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت کے قائل تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3748، شرح مَعاني الآثار :218/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَبَهُ نَحْوُ الرَّجُلِ أَمَرَهُ بِالصَّلَاةِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کا خیر کی طرف میلان دیکھتے، تو اسے (نفل) نماز کا حکم فرماتے۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 180/1، معجم ابن الأعرابي : 1332، شُعب الإيمان للبيهقي : 517/4)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن عثمان بن سیار واسطی بصری ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/ ۴۳۸'' میں ذکر کیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كُنَّا نَتَحَدَّثُ حِينَ يَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى يَقْضِيَ الْمُؤَذِّنُ تَأْذِينَهُ وَنَتَكَلَّمُ، فَإِذَا تَكَلَّمَ عُمَرُ انْقَطَعَ حَدِيثُنَا

فَلَمْ يَتَكَلَّمْ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ الْإِمَامُ خُطْبَتَهُ .

''جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے، تو اذان مکمل ہونے تک ہم باتیں کر لیتے تھے، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خطبہ شروع کرتے، تو ہم باتیں ختم کر دیتے اور خطبہ مکمل ہونے تک ہم میں سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔''

(موطأ الإمام مالك : 103/1، مسند الشّاميين للطّبراني : 3229)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ عاصم بن حمزہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سَأَلْنَا عَلِيًّا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ : إِنَّكُمْ لَا تُطِيقُونَ ذَاكَ، فَقُلْنَا : مَنْ أَطَاقَ ذَاكَ مِنَّا، فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ؛ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ؛ صَلّٰى أَرْبَعًا، وَصَلّٰى أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا، يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وَالنَّبِيِّينَ، وَالْمُرْسَلِينَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمُسْلِمِينَ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہم نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے نوافل کیا

تھے؟ فرمایا: آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ عرض کیا: طاقت کون رکھتا ہے، لیکن بتا تو دیں، فرمایا: چاشت کے وقت نبی کریم ﷺ دو رکعت ادا کرتے، چاشت، جب سورج مشرق سے اتنا بلند ہو جائے، جتنا عصر کے وقت مغرب سے بلند ہوتا ہے۔ جب سورج اس طرف اتنا ہوتا جتنا ظہر کے وقت ہوتا ہے، تو آپ چار رکعت ادا کرتے۔ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو رکعت ادا کرتے۔ عصر سے پہلے بھی چار رکعت ادا کرتے۔ ہر دو رکعت کے بعد آپ مقرب فرشتوں، انبیا و مرسلین اور ان کی پیروی کرنے والے مومنوں اور مسلمانوں پر سلام بھیج کر فاصلہ کیا کرتے تھے۔''

(سنن التِّرمِذي : 598؛ سنن النَّسائي : 874؛ السنن الكبرٰى للنّسائي : 384، 472)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: جان بوجھ کر سنن راتبہ ترک کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر راتبہ سنتوں کو ترک کرنے والا گناہ گار ہے۔ اجر و ثواب اور سنت کے نور سے محروم ہے۔ فرائض میں کمی کوتاہی کو سنتوں سے پورا کیا جائے گا۔ اگر سنتیں ادا نہیں کرے گا، تو فرائض کی کمی کوتاہی کیسے پوری ہو گی؟

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اعْتَادَ تَرْكَهَا، رُدَّتْ شَهَادَتُهٗ لِتَهَاوُنِهٖ بِالدِّينِ وَإِشْعَارِ هٰذَا بِقِلَّةِ مُبَالَاتِهٖ بِالْمُهِمَّاتِ .

''جو سنن راتبہ کو چھوڑنا عادت بنا لے، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اِس میں دین کی اہانت ہے اور اس سے اہم دینی اُمور کے ساتھ

لاپرواہی کا تاثر جاتا ہے۔“

(روضة الطّالبين :233/11)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَصَرَّ عَلٰى تَرْكِهَا دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى قِلَّةِ دِينِهٖ وَرُدَّتْ شَهَادَتُهٗ فِي مَذْهَبِ أَحْمَدَ وَالشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِمَا .

”جو سنن راتبہ کو ترک کرنے پر مصر رہے، تو یہ اس کی دین داری میں کمی کی علامت ہے۔ امام احمد، امام شافعی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کے مطابق ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔“

(مَجموع الفتاوىٰ : 127/23، الفتاوى الكبرىٰ : 259/2، جامع المَسائل : 331/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ دَاوَمَ عَلٰى تَرْكِ السُّنَنِ كَانَ نَقْصًا فِي دِينِهٖ فَإِنْ كَانَ تَرْكُهَا تَهَاوُنًا بِهَا وَرَغْبَةً عَنْهَا كَانَ ذٰلِكَ فِسْقًا يَعْنِي لِوُرُودِ الْوَعِيدِ عَلَيْهِ حَيْثُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَقَدْ كَانَ صَدْرُ الصَّحَابَةِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ يُوَاظِبُونَ عَلَى السُّنَنِ مُوَاظَبَتَهُمْ عَلَى الْفَرَائِضِ وَلَا يُفَرِّقُونَ بَيْنَهُمَا فِي اغْتِنَامِ ثَوَابِهِمَا .

”جس نے دوام کے ساتھ سنتوں کو ترک کیا، اس کے دین میں نقص واقع ہو گیا، اگر سنتوں کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اور ان سے بے رغبتی کرتے ہوئے

ترک کیا، تو یہ فسق ہے، کیونکہ اس بارے میں وعید آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، وہ میرے طریقے پر نہیں۔'' صدر اول میں صحابہ کرام اور تابعین عظام سنن رواتب پر بھی فرائض کی طرح ہمیشگی کرتے تھے، حصول ثواب کے لیے فرائض و سنن میں فرق نہیں کرتے تھے۔''

(فتح الباري : 265/3)

❁ علامہ بہوتی خلوتی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) نقل کرتے ہیں:

يُكْرَهُ تَرْكُ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ، وَمَتٰى دَاوَمَ عَلٰى تَرْكِهَا سَقَطَتْ عَدَالَتُهٗ، قَالَهُ ابْنُ تَمِيمٍ، قَالَ الْقَاضِيُّ : وَيَأْثَمُ، وَذَكَرَ ابْنُ عَقِيلٍ فِي الْفُصُولِ أَنَّ الْإِدْمَانَ عَلٰى تَرْكِ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ غَيْرُ جَائِزٍ .

''سنن راتبہ کو ترک کرنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی دوام کے ساتھ سنن کا تارک بن جائے، تو علامہ محمد بن تیم حرانی رحمہ اللہ (م ۶۷۵ھ) کے مطابق اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔ قاضی ابو یعلی محمد بن حسین بن علی، فراء (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ وہ گناہ گار بھی ہے۔ علامہ ابو الوفاء ابن عقیل رحمہ اللہ (۵۱۳ھ) نے ''فصول'' میں لکھا ہے کہ سنن راتبہ کو دوام کے ساتھ ترک کرنا جائز نہیں۔''

(حاشية الخلوتي على منتهى الإرادات :364/1)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ يَأْثَمُ .

''درست بات یہی ہے کہ سنن راتبہ کو ترک کرنے والا گناہ گار ہے۔''

(فتاویٰ شامی:1/104)

❀ نیز علمائے احناف سے نقل کرتے ہیں:

مَنْ لَمْ یَرَهَا حَقًّا كَفَرَ .

''جس نے سنن راتبہ کو حق نہ سمجھا، اس نے کفر کیا۔''

(فتاویٰ شامی:1/448)

سنن راتبہ میں حکمت یہ ہے کہ یہ فرائض کی بجا طور پر ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ انہیں مسلسل چھوڑنے والا ایک نہ ایک دن فرائض کا تارک بن جاتا ہے۔ گویا یہ فرائض کی ادائیگی کے لیے مضبوط سہارا ہیں۔

❀ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''فرائض سے پہلے اور بعد میں سنتیں ادا کرنے میں نہایت عمدہ حکمت پنہاں ہے۔ پہلے والی سنتوں میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ انسان دنیوی اُمور میں مشغول ہوتا ہے، جس سے دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو عبادت میں حضورِ قلبی اور خشوع و خضوع سے دوری پیدا کر دیتی ہے، جبکہ یہی تو عبادت کی روح ہے، تو جب فرض سے پہلے سنتیں ادا کی جائیں، تو دل عبادت سے مانوس ہو جاتا ہے اور دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو خشوع و خضوع کے قریب کر دیتی ہے، تو جب انسان فرض نماز میں داخل ہوتا ہے، اس وقت اسے (خشوع سے لبریز) ایسی عمدہ دلی کیفیت حاصل ہوتی ہے، جو اگر وہ بغیر سنتیں ادا کر کے داخل ہوتا، تو حاصل نہ ہوتی۔ کیونکہ یہ کیفیت دل کی فطرت میں شامل ہے، خصوصاً جب یہ کیفیت زیادہ ہو اور لمبے وقت کے لیے ہو۔ جب

دل میں (خشوع والی) یہ حالت پیدا ہوتی ہے، تو وہ (دنیوی اُمور میں مشغول ہونے سے پیدا ہونے والی) پہلی حالت کو یا مکمل طور پر ختم کر دیتی ہے، یا کمزور کر دیتی ہے۔ فرائض کے بعد والی سنتوں میں حکمت یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ نوافل سے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے گا، لہٰذا جب فرض ادا کیا جا رہا ہے، تو مناسب ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسا عمل کیا جائے، جس سے فرض کی کمی پوری ہو سکے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: 199/1)

❁ صاحب ہدایہ، علامہ علی بن ابی بکر، مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

اَلْأَوْلٰی أَنْ لَّا یَتْرُکَھَا فِي الْأَحْوَالِ کُلِّھَا لِکَوْنِھَا مُکَمِّلَاتِ الْفَرَائِضِ .

''بہتر یہی ہے کہ نمازی سنن راتبہ کو کسی بھی حال میں نہ چھوڑے، کیونکہ یہ فرائض کی کمی کو پورا کرنے والی ہیں۔'' (الهِداية: 161/1)

❁ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

شُرِعَتِ الْبَعْدِیَّۃُ لِجَبْرِ النُّقْصَانِ، وَالْقَبْلِیَّۃُ لِقَطْعِ طَمْعِ الشَّیْطَانِ .

''فرائض کے بعد والی سنتوں کو اس سے مشروع کیا گیا ہے، تاکہ ان کے ذریعے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے اور پہلے والی سنتیں اس لیے مشروع ہیں، تاکہ شیطان کے وسوسوں کو ختم کیا جائے۔'' (الدّر المختار، ص 90)

❁ علامہ ابوالبرکات عبدالسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوَالِدَ لَا یَجُوزُ لَہٗ مَنْعُ وَلَدِہٖ مِنَ السُّنَنِ الرَّاتِبَۃِ .

''باپ کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو سنن راتبہ ادا کرنے سے روکے۔''

(الآداب الشّرعية لابن المُفلِح :437/1)

❀ علامہ کرمانی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي زَمَانِنَا إِظْهَارُ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ أَوْلٰى؛ لِيَتَعَلَّمَهَا النَّاسُ، وَلَا تَنْدَرِسَ .

”ہمارے زمانے میں تو سنن راتبہ کو (مسجد میں لوگوں کے) سامنے ادا کرنا چاہیے، تاکہ لوگ انہیں سیکھ لیں اور یہ سنتیں مٹ نہ جائیں۔“

(شرح المَصابيح : 135/2)

سوال: کیا سنن راتبہ چار اکٹھی ایک سلام سے پڑھی جا سکتی ہیں یا دو دو رکعت ہی ادا کی جائے گی؟

جواب: دن کی نماز میں افضل یہی ہے کہ دو دو رکعت ادا کی جائے، البتہ چار رکعت ایک سلام سے بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ، ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَرْبَعًا .

”آپ رضی اللہ عنہما جمعہ سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ادا کرتے تھے، جمعہ کے بعد دو رکعت، پھر چار رکعات ادا کرتے۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :335/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّهَارِ أَرْبَعًا أَرْبَعًا .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دن میں نفل چار چار رکعت پڑھتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 273/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ نَافِعًا عَنِ التَّطَوُّعِ بِالنَّهَارِ، فَقَالَ : أَمَّا أَنَا، فَأُصَلِّي أَرْبَعًا، فَذَكَرْتُهٗ لِمُحَمَّدٍ، فَقَالَ : أَلَيْسَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ؟ احْفَظْ .

''میں نے نافع رحمہ اللہ سے دن کی نفل نماز کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں تو چار رکعت پڑھتا ہوں۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا، تو فرمایا: نافع رحمہ اللہ دو رکعت بھی تو پڑھتے تھے؟ اس مسئلہ کو یاد کر لیجئے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 273/2، وسندهٗ صحيحٌ)

لہٰذا افضل یہ ہے کہ دن اور رات کی نماز دو دو رکعات کر کے پڑھی جائے، البتہ دن کی نفل نماز چار رکعات اکٹھی بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ رات کی نفل نماز چار رکعات کو ایک سلام سے پڑھنا ثابت نہیں۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر مارتے تھے؟

جواب: اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کو مارا کرتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا .

''نمازوں کے لیے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کا وقت نہ ڈھونڈا کرو۔''

(الموطّأ للإمام مالك : 173/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مارنا مطلق عصر کے بعد نماز پر نہیں تھا، بلکہ ممنوع وقت یعنی غروبِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے پر تھا۔

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَهِمَ عُمَرُ، إِنَّمَا نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّتَحَرّٰى طُلُوعُ الشَّمْسِ وَغُرُوبُهَا .

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو طلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت نماز سے منع فرمایا تھا۔“

(صحيح مسلم : 833)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مارنے کا علم تو ہوا تھا، لیکن اس کا اصل سبب معلوم نہ تھا۔ اسی لیے آپ نے اسے وہم قرار دیا۔ پھر جب اصل حقیقت معلوم ہوئی، تو خود سیدہ رضی اللہ عنہا نے اسے بنظرِ تحسین دیکھا۔

❀ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَتْ : كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ، ثُمَّ يُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، فَقُلْتُ : فَقَدْ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ عَلَيْهِمَا وَنَهٰى عَنْهُمَا، فَقَالَتْ : قَدْ كَانَ عُمَرُ يُصَلِّيهِمَا، وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا، وَلٰكِنَّ قَوْمَكَ أَهْلَ الدِّينِ قَوْمٌ صِغَارٌ يُّصَلُّونَ الظُّهْرَ، ثُمَّ يُصَلُّونَ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَيُصَلُّونَ الْعَصْرَ، ثُمَّ يُصَلُّونَ بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ، فَضَرَبَهُمْ عُمَرُ،

وَقَدْ أَحْسَنَ .

”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھتے، اس کے بعد دو رکعت پڑھتے، پھر عصر کی نماز پڑھتے، اس کے بعد بھی دو رکعت پڑھتے۔ عرض کیا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو ان دو رکعت پر مارتے اور ان سے منع کرتے تھے، کہنے لگیں: خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ دو رکعت پڑھتے تھے اور جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے، لیکن آپ کی دیندار قوم کے افراد ناسمجھ تھے۔ وہ ظہر کے بعد عصر تک نماز پڑھتے رہتے، پھر عصر کے بعد مغرب تک نوافل پڑھتے رہتے۔ اس وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا اور یہ آپ نے اچھا کیا۔“

(مسند السّراج : 1530، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّتِ الْأَخْبَارُ الثَّابِتَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنَّ النَّهْيَ إِنَّمَا وَقَعَ فِي ذٰلِكَ عَلٰى وَقْتِ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَوَقْتِ غُرُوبِهَا، فَمِمَّا دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهِيَ أَحَادِيثُ ثَابِتَةٌ بِأَسَانِيدَ جِيَادٍ، لَّا مَطْعَنَ لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيهَا .

”ان صحیح احادیث سے واضح ہوا کہ عصر کے بعد نماز کی ممانعت کا تعلق طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت سے ہے، نیز سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ احادیث بھی اسی پر دلالت کناں ہیں۔ ان کی

سندیں عمدہ ہیں اور کسی صاحب علم کو ان پر اعتراض نہیں۔“

(الأوسط : 388/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ طاؤس رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقَالَ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا، وَرَخَّصَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ .

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت کے بارے میں سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کسی کو یہ دو رکعت پڑھتے نہیں دیکھا، نیز سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی۔“

(سنن أبي داوٗد : 1284، مسند عبد بن حميد : 105، ح : 804، مختصرًا، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 476/2)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(المَجموع : 9/4)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب سے پہلے کسی کو نفل پڑھتے نہیں دیکھا، جبکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے دیکھا ہے۔ دیکھنے والے کی بات مانی جائے گی، کیونکہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مثبت اور منفی میں تعارض ہو، تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

الْقَوْلُ فِي مِثْلِ هٰذَا قَوْلُ مَنْ شَاهَدَ دُونَ مَنْ لَّمْ يُشَاهِدْ .

''عینی شاہد کی بات حجت ہے، نہ دیکھنے والے کی حجت نہیں۔''

اس روایت کا آخری حصہ کچھ یوں ہے:

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی۔''

تو ہمارے جو احباب اس روایت کے پہلے حصے سے دلیل لیتے ہیں، ان کو آخری حصے پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

سوال: مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان نماز کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں، ساری کی ساری ''ضعیف'' اور نا قابلِ حجت ہیں، ملاحظہ ہو:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ .

''جس نے مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعات ادا کیں، اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔''

(سنن ابن ماجه : 1373)

من گھڑت ہے۔ یعقوب بن ولید مدنی ''کذاب'' ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنَ الْكَذَّابِيْنَ الْكِبَارِ وَكَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ .

''بڑا جھوٹا تھا، حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 216/9)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ، كَانَ يَكْذِبُ وَالْحَدِيْثُ الَّذِي رَوَاهُ مَوْضُوْعٌ، وَّهُوَ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ .

''منکر الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے، جھوٹ بولتا تھا۔ اس کی بیان کردہ حدیث موضوع ہے اور خود متروک الحدیث ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 216/9)

الکامل لابن عدی (۵/ ۱۴۹) میں اس کا ایک ''ضعیف'' شاہد ہے، جس کی سند میں عمرو بن جریر کوفی ''کذاب'' ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 224/6)

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهٗ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً .

''جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی، وہ اس کے لئے بارہ سال عبادت کے برابر کردی جائیں گی۔''

(سنن التّرمذي : 435، سنن ابن ماجه : 1374، صحيح ابن خزيمة : 1195)

سند سخت ضعیف ہے۔

عمر بن ابی خثعم ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

③ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوبُهٗ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ .

''جس نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کیں، اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''

(المُعجم الأوسط للطبراني : 7245)

سند سخت ضعیف ہے۔

① صالح بن قطن بخاری

② محمد بن عمار بن محمد بن عمار

③ عمار بن محمد بن عمار

تینوں ''مجہول'' ہیں۔

④ محمد بن عمار بن یاسر ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۳۵۷'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهَا مَجَاهِيلُ .

”اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔“

(العِلل المتناهية : 776)

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ، مَا بَيْنَ أَنْ يَلْتَفِتَ أَهْلُ الْمَغْرِبِ، إِلٰى أَنْ يَّثُوبَ إِلَى الْعِشَاءِ .

”نماز اوابین مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/2)

سند ضعیف ہے۔موسیٰ بن عبیدہ ربذی جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِيْنَ .

”جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 80/5)

❀ علامہ ابناسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(الشَّذّا الفيّاح : 508/2)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(شرح ألفية العِراقي : 142/2)

⑤ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے:

مَنْ صَلّٰى أَرْبَعًا بَعْدَ الْمَغْرِبِ كَانَ كَالْمُعَقِّبِ غَزْوَةً بَعْدَ غَزْوَةٍ.

''جس نے نماز مغرب کے بعد چار رکعت ادا کیں، وہ پے در پے غزوہ کرنے والے کی طرح ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/2)

سند ضعیف ہے۔ موسیٰ بن عبیدہ ربذی ''ضعیف'' ہے۔

⑥ ابن منکدر اور ابو حازم رحمہما اللہ سے آیت کریمہ: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (السجدۃ:١٦) کی تفسیر میں مروی ہے:

هِيَ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ، صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ.

''مغرب اور عشاء کے درمیان صلاۃ اوابین ہے۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 19/3)

سند ضعیف ہے، عبداللہ بن لہیعہ ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

بعض لوگ اس نماز کو ''صلاۃ الاوابین'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو کہ درست نہیں، اس باب میں دیگر ضعاف بھی منقول ہیں۔

فائدہ:

بلاتعین مغرب اور عشاء کے درمیان نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جِئْتُهُ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَامَ يُصَلِّي،

فَلَمْ يَزَلْ يُصَلِّي حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ خَرَجَ .

''میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، نماز مغرب آپ کے ساتھ ادا کی، آپ نے نماز مکمل کی، تو کھڑے ہو کر پھر نماز پڑھنے لگے، حتی کہ عشاء پڑھ کر آپ ﷺ (مسجد سے) نکلے۔''

(سنن التّرمذي :3781، السّنن الكبرٰى للنّسائي : 380، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1194) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (7126-6907) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ .

''نبی کریم ﷺ مغرب کے بعد والی دو رکعتوں میں سورت کافرون اور سورت اخلاص کی قرأت کرتے تھے۔''

(سنن التّرمذي :431، سنن ابن ماجه : 1166)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبدالملک بن ولید ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❀ اس حدیث کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 6/535)

سوال: نماز کے وقت میں سویا رہ گیا، جب جاگ آئی، تو وقت گزر چکا تھا، تو کیا اب نماز ادا کرے گا؟

(جواب): جس کی سونے یا بھول جانے سے نماز رہ جائے، تو جاگنے اور یاد آنے کے فوراً بعد نماز ادا کرلے، خواہ نماز کا وقت باقی ہو یا نہ ہو۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَامَ عَنْ صَلاَةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا .

''جو نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہے، اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب اسے یاد آئے، نماز پڑھ لے۔''

(صحيح البخاري : 597، صحيح مسلم : 684، المنتقى لابن الجارود : 239)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَرَّسْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى آذَتْنَا الشَّمْسُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ ثُمَّ يَتَنَحَّ عَنْ هٰذَا الْمَنْزِلِ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى .

''ہم نے رات کے آخری حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑاؤ کیا، سورج کی تپش نے ہی ہمیں بیدار کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر اس جگہ سے کوچ کر جائے۔ پھر آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز (سنت) ادا کی، پھر اقامت کہی گئی اور فرض نماز ادا کی۔''

(صحيح مسلم : 680، المنتقى لابن الجارود : 240)

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ فِي الْعِيدَيْنِ مَعَ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَالْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، وَجَعْفَرٍ، وَالْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَزِيدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَأَيْمَنَ ابْنِ أُمِّ أَيْمَنَ، رَافِعًا صَوْتَهٗ بِالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ .

''رسول اللہ ﷺ فضل بن عباس، عبد اللہ بن عباس، عباس، علی بن ابی طالب، جعفر، حسن، حسین، اُسامہ بن زید، زید بن حارثہ اور ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتے ہوئے نکلتے تھے۔''

(صحيح ابن خزيمة: 1431)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ عبد اللہ بن عمر عمری ''ضعیف'' ہے۔

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحْسَبُ الْحَمْلَ فِيهِ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ .

''میرے خیال میں اس حدیث کے ضعف کا سبب عبد اللہ بن عمر عمری ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث: 1431)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(السنن الكبرىٰ، تحت الحديث: 6129)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ، إِنَّ مَثَلَ الْمُصَلِّي الَّذِي لَا يُتِمُّ صَلَاتَهٗ كَمَثَلِ حُبْلٰى حَمَلَتْ فَلَمَّا دَنَا نِفَاسُهَا أُسْقِطَتْ فَلَا هِيَ ذَاتُ حَمْلٍ، وَلَا هِيَ ذَاتُ وَلَدٍ .

”اے علی! جو نمازی اپنی نماز کو مکمل نہیں کرتا (یعنی اس کے فرائض و واجبات کو مکمل ادا نہیں کرتا) اس کی مثال اس عورت کی طرح ہے، جو حاملہ ہوئی، مگر جب بچے کی پیدائش کا وقت قریب آیا، تو حمل ساقط ہو گیا، اب وہ نہ حاملہ رہی اور نہ بچے کی ماں بنی۔“

(مسند أبي يعلى : 315، أمثال الحديث للرامهرمزي، ص 88، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 4004، 4005، شُعب الإيمان للبيهقي : 3015)

جواب: سند ضعیف ہے۔ موسیٰ بن عبیدہ ربذی ”ضعیف و منکر الحدیث“ ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِيْنَ .

”جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 80/5)

علامہ ابناسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(الشَّذَا الفَيَّاح : 508/2)

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(شرح ألفية العِراقي : 142/2)

سوال: جو شخص رات کو وتر ادا نہ کر سکا، وہ کیا کرے؟

جواب: جو طلوع فجر سے پہلے وتر سے سو یا رہ گیا یا بھول گیا، تو وہ طلوع فجر کے بعد جب جاگے یا اسے یاد آئے، تو اسی وقت وتر پڑھ لے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَّامَ عَنْ وِّتْرِهٖ أَوْ نَسِيَهٗ، فَلْيُصَلِّهٖ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهٗ.

''وتر کے وقت آنکھ نہ کھلے یا وتر پڑھنا بھول جائیں، تو صبح یا جس وقت یاد آئے وتر ادا کر لیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1431، سنن الدّار قطني : 21/2، ح : 1621، المستدرك للحاكم : 302/1، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 480/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (302/1) نے ''بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 1905)

② سیدنا اغر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنِّي أَصْبَحْتُ وَلَمْ أُوتِرْ، فَقَالَ : إِنَّمَا الْوِتْرُ بِاللَّيْلِ، قَالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنِّي أَصْبَحْتُ وَلَمْ أُوتِرْ، قَالَ : فَأَوْتِرْ .

''ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے نبی! صبح ہوگئی، لیکن میں وتر نہیں پڑھ سکا؟ فرمایا: وتر تو رات کو ادا ہوتا ہے۔ دوبارہ عرض کیا: اللہ کے نبی! صبح ہوگئی، لیکن وتر نہیں پڑھ سکا؟ فرمایا: ابھی پڑھ لیں۔''

(المُعجم الكبير للطَّبَراني :302/1، ح :891، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُونَ، وَإِنْ كَانَ فِي بَعْضِهِمْ كَلَامٌ لَّا يَضُرُّ .

''امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا گیا ہے، اگرچہ بعض پر کچھ کلام بھی ہے، جو نقصان دہ نہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 246/2)

③ وبرہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، صبح تک وتر ادا نہ کر پائے، تو؟ فرمایا:

أَرَأَيْتَ لَوْ نِمْتَ عَنِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، أَلَيْسَ كُنْتَ تُصَلِّي؟ كَأَنَّهٗ يَقُولُ : يُوتِرُ .

”کیا خیال ہے کہ اگر آپ سورج طلوع ہونے تک سوئے رہیں اور فجر ادا نہ کر سکیں، کیا پھر نماز نہیں پڑھیں گے؟ مطلب یہ تھا کہ طلوعِ فجر کے بعد وتر پڑھ سکتے ہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/290، وسندهٗ صحيحٌ)

④ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اذان فجر کے بعد وتر پڑھنے کے قائل تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6764، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھا: آدمی سو جاتا ہے اور صبح کے وقت اٹھتا ہے، صبح کے بعد وہ ایک رکعت وتر پڑھتا ہے، فرمایا:

لَا أَعْلَمُ بِهٖ بَأْسًا .

”میرے خیال میں کوئی حرج نہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/290، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام شعبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے پوچھا، ایک شخص سورج طلوع ہونے تک وتر نہیں پڑھ سکا؟ فرمایا:

أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُّوتِرَ .

”بہتر ہے کہ وتر پڑھ لے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/291، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَوْتَرَ أَبِي، وَقَدْ طَلَعَ الْفَجْرُ .

''والدگرامی نے طلوعِ فجر کے بعد وتر پڑھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 290/2، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَلَمْ يُوتِرْ فَلَا وِتْرَ لَهٗ .

''جس نے صبح تک وتر نہ پڑھے، اس کے وتر نہیں۔''

(صحيح ابن حبان : 2408)

سند قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِّنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ : ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا، جتنے ماہِ شعبان میں رکھتے دیکھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ عظیم الشان مہینہ ہے، جس میں (عموماً) لوگ غفلت کرتے ہیں، یہ رجب

اور شعبان کے درمیان ہے، اس مہینے میں اعمال رب العالمین کو پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں، تو میں روزے سے ہوں۔''

(سنن النّسائي : 2357)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

اعمال کی پیشی مختلف اوقات میں ہوتی ہے۔

① رات کے عمل کی پیشی دن سے پہلے اور دن کی پیشی رات سے پہلے۔

② پورے ہفتہ کے اعمال کی پیشی سوموار اور جمعرات کے دن۔

③ پورے سال کے اعمال کی پیشی شعبان میں۔

یہ تینوں پیشیوں کا ثبوت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

ان میں جمع وتوفیق دو طرح ہو سکتی ہے؛

① دن کے اعمال دن میں اور رات کے اعمال رات میں پیش ہوتے ہیں۔ پھر پورے ہفتے کے اعمال سوموار اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور پھر پورے سال کے اعمال ماہِ شعبان میں پیش ہوتے ہیں۔

② پہلے دن اور رات کے اعمال تفصیلی طور پر پیش کیے جاتے ہیں، پھر ہفتہ بھر اور سال بھر کے اعمال اجمالی طور پر پیش کیے جاتے ہیں، یا روز کے اعمال اجمالی طور پر پیش کیے جاتے ہیں اور ہفتہ اور سال بھر کے اعمال کو تفصیلی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ اُم عبداللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ قَرْيَةٍ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا إِلَّا أَرْبَعَةٌ .

''ہر بستی پر جمعہ واجب ہے، اگرچہ اس میں صرف چار افراد ہوں۔''

(سنن الدّارقطني : 1592، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 5616)

جواب: روایت سخت ضعیف ہے۔

① زہری مدلس ہیں۔

② زہری کا سیدہ اُم عبداللہ دوسیہ سے سماع ثابت نہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الزُّهْرِيُّ لَا يَصِحُّ سَمَاعُهُ مِنَ الدَّوْسِيَّةِ .

''زہری کا دوسیہ سے سماع ثابت نہیں۔''

(سنن الدّارقطني، تحت الحديث : 1594)

③ معاویہ بن سعید تجیبی ''ضعیف'' ہے۔

④ ابو مطیع معاویہ بن یحییٰ اطرابلسی کی بعض روایات غیر محفوظ ہیں۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي بَعْضِ رِوَايَاتِهٖ مَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس کی بعض روایات میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضعفاء الرِّجال : 143/8)

⑤ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا۔

اس سند کے دیگر طرق بھی ہیں۔

❁ سنن دارقطنی (۱۵۹۳) والی سند باطل ہے۔

① ولید بن محمد موقری ''ضعیف و متروک'' ہے۔

② موسیٰ بن محمد بن عطاء ''متروک'' ہے۔

③ عبید اللہ بن محمد بن خنیس کلاعی ''مجہول الحال'' ہے۔

④ زہری کا اُم عبد اللہ دوسیہ سے سماع نہیں۔

❁ سنن دار قطنی (۱۵۹۴) والا طریق بھی باطل ہے۔

① حکم بن عبد اللہ بن سعد ''متروک'' ہے۔

② مسلمہ بن علی خشنی ''متروک'' ہے۔

③ زہری کا اُم عبد اللہ دوسیہ سے سماع نہیں۔

❁ اس روایت کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''باطل و موضوع'' قرار دیا ہے۔

(الکامل في ضعفاء الرجال : 483/2)

❁ امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ هٰذَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، كُلُّ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ مَتْرُوكٌ .

''زہری سے یہ روایت ثابت نہیں۔ اس روایت کو زہری سے جس نے بھی روایت کیا ہے، وہ متروک ہے۔''

(سنن الدّارقطني، تحت الحديث : 1593)

❁ اس حدیث کو حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(البدر المنير : 598/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ وَاهٍ جِدًّا .

”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“

(الدّراية :216/1)

۞ نیز ”منقطع (ضعیف)“ بھی کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 140/2)

فائدہ:

جمعہ کی فرضیت کے لیے افراد کی تعداد کے متعلق جتنی روایات ہیں، سب کی سب ضعیف ہیں۔

۞ علامہ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ فِي عَدَدِ الْجُمُعَةِ شَيْءٌ.

”جمعہ کی فرضیت میں افراد کی تعداد کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں۔“

(الأحكام الوسطى : 104/2)

کم سے کم جماعت دو افراد کی ہوتی ہے، لہٰذا جمعہ بھی دو افراد ادا کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا دوران خطبہ امام کی طرف منہ کرنا مستحب ہے؟

جواب: خطبہ جمعہ کا ادب یہی ہے کہ دوران خطبہ امام کی طرف رخ ہو، اس سے توجہ امام کی طرف رہے گی اور امام کی گفتگو بہتر طور پر سمجھ آئے گی اور اگر وہ کسی دوسری طرف رخ کرے گا، تو اس کا ذہن منتشر ہو سکتا ہے۔

سوال: خطبہ شروع ہونے کے بعد آنے والا کیا کرے، دو رکعت پڑھے یا اس کے بغیر ہی بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سنے؟

جواب: خطبہ کے دوران آنے والا دو رکعت پڑھ کر ہی بیٹھے۔

① سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ: يَا سُلَيْكُ، قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا، ثُمَّ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلیک! کھڑے ہو کر دو مختصر رکعت ادا کیجیے۔ پھر فرمایا: جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والا دو مختصر رکعت پڑھ کر بیٹھے۔“

(صحيح البخاري: 1166؛ صحيح مسلم: 875، واللّفظ لهٗ)

② عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَرْوَانُ يَخْطُبُ، فَقَامَ يُصَلِّي، فَجَاءَ الْحَرَسُ لِيُجْلِسُوهُ، فَأَبٰى حَتّٰى صَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَيْنَاهُ، فَقُلْنَا: رَحِمَكَ اللّٰهُ، إِنْ كَادُوا لَيَقَعُوا بِكَ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتْرُكَهُمَا بَعْدَ شَيْءٍ رَّأَيْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي هَيْئَةٍ بَذَّةٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ.

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کو مسجد میں داخل ہوئے، مروان بن حکم رحمہ اللہ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے لگے۔ سپاہی آپ کو بٹھانے کے

لئے آئے، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائے! سپاہی آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتے تھے۔ فرمایا: میں ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر ایک واقعہ ذکر کیا کہ خطبہ کے دوران ایک آدمی پراگندہ حالت میں داخل ہوا، تو نبی کریم ﷺ نے اسے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ جو اس نے دوران خطبہ ہی ادا کیں۔''

(سنن التِّرمِذي : 511؛ مسند الحميدي : 2/326-327، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 3/194؛ الأوسط لابن المنذر : 1843، سنن الدارمي : 1593، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے، جبکہ امام ابن خزیمہ (1830) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (2505) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا سلیک رضی اللہ عنہ دو رکعتوں سے فارغ ہوئے، تو نبی کریم ﷺ قیامت تک آنے والے ہر شخص کو حکم دیا کہ دوران خطبہ اگر مسجد میں آئیں تو دو رکعت نماز ادا کریں۔ کسی عالم کے لئے یہ تاویل کرنا جائز نہیں کہ یہ حکم سیدنا سلیک رضی اللہ عنہ کے لئے خاص تھا، کیونکہ وہ خطبہ کے دوران پراگندہ حالت میں داخل ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ کے حکم میں عموم ہے کہ جو بھی دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو، دو رکعت پڑھے۔ آپ نے یہ حکم اس وقت دیا جب سلیک رضی اللہ عنہ دو رکعت پڑھ چکے تھے۔ نیز اس فرمان کو نبی کریم ﷺ سے بیان کرنے والے صحابی سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ قسم اُٹھا کر کہہ رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے بعد میں یہ دو رکعت نہیں چھوڑ سکتا۔ لہٰذا انہیں سلیک یا پراگندہ حال شخص کے ساتھ

خاص کرنے والا احادیث نبویہ ﷺ کا صریح مخالف ہے، کیونکہ فرمان نبوی: ''دوران خطبہ آنے والا دو رکعت ادا کرے'' سے صرف ایک شخص مراد لینا اور دوسرے کو خارج کرنا محال ہے، اہل عرب کے ہاں ایک آدمی کے لیے ان الفاظ کا استعمال ممکن نہیں۔ میں نے ان احادیث کی مختلف سندیں کتاب الجمعہ میں جمع کر دی ہیں۔''

(صحیح ابن خزیمة: 3/167، 168، تحت الحدیث: 1835)

حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ لَّا يَتَطَرَّقُ إِلَيْهِ تَأْوِيلٌ، وَّلَا أَظُنُّ عَالِمًا يَّبْلُغُهُ هٰذَا اللَّفْظُ صَحِيحًا، فَيُخَالِفُهُ.

''یہ ایسی نص ہے، جس میں تاویل ممکن نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی عالم کو یہ روایت پہنچ جائے اور وہ اسے صحیح سمجھتا ہو، پھر بھی اس کی مخالفت کرے۔''

(شرح مسلم: 1/287)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (456ھ) فرماتے ہیں:

''یہ صریح اور متواتر احادیث ہیں اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے صحیح ترین سندوں کے ساتھ مروی ہیں۔ ان سے یقین ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر خطبہ کے دوران آنے والے ہر شخص کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ دو رکعتیں نبی ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کی موجودگی میں ادا فرمائیں۔ کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی، صرف مروان کے سپاہیوں نے دورانِ خطبہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو دو رکعت سے

روکنے کی کوشش کی اور باطل قول و فعل کا ارتکاب کیا، بدعت جاری کی، سنت کے خاتمہ اور چراغ حق کو گل کرنے کی مذموم سعی کی۔ کتنے عجیب ہیں وہ لوگ، جو گم راہوں کی پیروی کرتے ہیں اور صحابہ کو چھوڑ دیتے ہیں؟''

(المحلّی : 5/69، تحت مسئلة : 531)

تنبیہ:

❀ **سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ والی حدیث کی بعض سندوں میں ہے:**

ارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلَا تَعُودَنَّ لِمِثْلِ هٰذَا .

''دو رکعت ادا کیجیے اور آئندہ ایسا ہرگز مت کیجیے۔''

(صحیح ابن حبان : 2504، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **اس کا معنی بیان کرتے ہوئے امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «لَا تَعُودَنَّ لِمِثْلِ هٰذَا» أَرَادَ الْإِبْطَاءَ فِي الْمَجِيءِ إِلَى الْجُمُعَةِ، لَا الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ أُمِرَ بِهِمَا .

''فرمان نبوی: ''آئندہ ایسا ہرگز مت کرنا۔'' سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے لیے آنے میں تاخیر مت کیجیے، اس سے یہ مراد نہیں کہ آئندہ وہ دو رکعت مت پڑھنا کہ جن کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔''

(صحیح ابن حبان، تحت الحدیث : 2504)

③ **ابو مجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

إِذَا جِئْتَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنْ شِئْتَ رَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ، وَإِنْ شِئْتَ جَلَسْتَ .

”جب آپ دورانِ خطبہ آئیں، تو دو رکعت ادا کر لیں، ورنہ بیٹھ جائیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/111، وسندهٗ صحيحٌ)

ابومجلز رحمہ اللہ کے قول کا دوسرا حصہ حدیث نبوی کے موافق نہیں، لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم!

④ **عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

كَانَ الْحَسَنُ يَجِيءُ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ .

”امام حسن بصری رحمہ اللہ دورانِ خطبہ تشریف لاتے، تو دو رکعت پڑھتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/111، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

إِنَّمَا فَعَلَ الْحَسَنُ اتِّبَاعًا لِّلْحَدِيثِ، وَهُوَ رَوٰى عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيثَ .

”حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ کام حدیث کے اتباع میں کیا ہے۔ آپ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے راوی بھی ہیں۔“ (سنن التِّرمِذي، تحت الحديث :511)

⑤ **محمد بن یحییٰ بن ابوعمر رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ إِذَا جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، وَيَأْمُرُ بِهٖ .

”سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ خطبہ کے دوران آتے، تو دو رکعت ادا فرماتے اور اس کا حکم بھی دیتے تھے۔“ (سنن التِّرمِذي، تحت الحديث :511)

امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید مقری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔ (سنن التِّرمِذي، تحت الحديث :511)

خطبا کو چاہیے کہ وہ دورانِ خطبہ دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنے والے شخص کو حکم دیں کہ اُٹھ کر دو رکعت پڑھ لے، نیز پڑھنے والے کو روک کر اس آیت کا مصداق نہ بنیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَرَءَ يْتَ الَّذِي يَنْهٰى ۞ عَبْدًا إِذَا صَلّٰى﴾(العلق : ۹۔۱۰)

''نماز سے روکنے والے کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ، حَتّٰى يَفْرُغَ الْإِمَامُ .

''جب آپ میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر ہو، تو امام کے فارغ ہونے تک نہ نماز ہے اور نہ کلام۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 13708)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ''ضعیف'' ہے۔

② ایوب بن نہیک ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' اور امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف الحدیث'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم :259/1)

❁ اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ غَرِيبٌ ضَعِيفٌ .

''یہ روایت منکر وضعیف ہے۔''

(البدر المنير : 690/4)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے ''غریب (منکر)'' کہا ہے۔

(نصب الراية : 201/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا .

''استطاعت وقدرت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا ہماری عیدگاہوں کے قریب نہ پھٹکے۔''

(مسند الإمام أحمد : 321/2، سنن ابن ماجه : 3123، المستدرك للحاكم : 390/2)

جواب: یہ روایت مرفوعاً ضعیف ومنکر ہے۔ عبداللہ بن عیاش قتبانی ضعیف ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْمَتِينِ .

''یہ پختہ کار راوی نہیں، (منکر روایات بیان کردیتا ہے)۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 126/5)

❀ امام ابن یونس رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الإكمال لابن ماكولا : 72/6، تهذيب التّهذيب : 351/5)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مَعْرُوفًا بِالثِّقَةِ .

''یہ ثقہ نہیں ہے۔''

(المحلّٰی بالآثار : 8/6)

❁ اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(الفروسیۃ لابن القیم، ص 200، کتاب الفروع لابن مفلح : 309/2)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت پر جرح کی ہے۔

(المحلّٰی بالآثار : 7/6)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُخْتُلِفَ فِي رَفْعِهٖ وَوَقْفِهٖ وَالْمَوْقُوفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهٗ وَمَعَ ذٰلِكَ فَلَيْسَ صَرِيحًا فِي الْإِيجَابِ .

''اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، اس کا موقوف ہونا راجح ہے، جیسا کہ امام طحاوی وغیرہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ قربانی کے وجوب پر صراحت نہیں کرتی۔''

(فتح الباري : 3/10)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس روایت کا موقوف ہونا ہی صحیح قرار دیا ہے۔

(عِلَل الدارقطني : 2023)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْأَغْلَبُ عِنْدِي فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهٗ مَوْقُوفٌ عَلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ .

''میرے نزدیک صواب یہی ہے کہ یہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : 191/23)

تنبیہ:

یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بسند صحیح ثابت ہے۔

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : 191/23)

مگر اس سے قربانی کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ ایک صحابی سے مروی ہے:

كُنْتُ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَأَمَرَنَا نَجْمَعُ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنَّا دِرْهَمًا، فَاشْتَرَيْنَا أُضْحِيَّةً بِسَبْعَةِ الدَّرَاهِمِ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَقَدْ أَغْلَيْنَا بِهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا، وَأَسْمَنُهَا وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ رَجُلٌ بِرِجْلٍ، وَرَجُلٌ بِرِجْلٍ، وَرَجُلٌ بِيَدٍ، وَرَجُلٌ بِيَدٍ وَرَجُلٌ بِقَرْنٍ، وَرَجُلٌ بِقَرْنٍ، وَذَبَحَهَا السَّابِعُ، وَكَبَّرْنَا عَلَيْهَا جَمِيعًا .

”ہم سات بندے تھے، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم سب درہم جمع کریں، تو ہم نے سات درہم میں ایک قربانی خریدی، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمیں یہ قربانی بہت مہنگی ملی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افضل قربانی وہ ہے، جو مہنگی ہو اور فربہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے (ہم میں

سے) ایک شخص نے جانور کی ایک ٹانگ پکڑی، دوسرے نے دوسری ٹانگ پکڑی، تیسرے نے اگلی ایک ٹانگ پکڑی، چوتھے نے اگلی دوسری ٹانگ پکڑی، پانچویں نے ایک سینگ پکڑا، چھٹے نے دوسرا سینگ پکڑا اور ساتویں شخص نے اس جانور کو ذبح کیا، ہم سب نے اکھٹے جانور پر تکبیر پڑھی۔''

(مسند الإمام أحمد : 424/3)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے تھے، لہٰذا سند کے آخر تک سماع کی تصریح چاہیے، جو کہ یہاں نہیں ہے۔

②، ③ ابوالاشد/ابوالاسد سلمی اور ان کے والد مجہول ہیں۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو الْأَسَدِ لَمْ أَجِدْ مَنْ وَثَّقَهُ، وَلَا جَرَّحَهُ، وَكَذٰلِكَ أَبُوهُ.

''ابوالاسد کی توثیق یا جرح مجھے نہیں ملی، اس کا والد بھی اسی طرح ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 21/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو الْأَشَدِّ وَأَبُوهُ لَا يُعْرَفَانِ.

''ابوالاشد اور ان کے والد غیر معروف ہیں۔''

(اتحاف المهرة : 814/16)

④ عثمان بن زفر جہنی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۴۵۳/۸'' میں ذکر کیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ والے دن فرمایا:

مَنْ كَانَ ذَبَحَ، أَحْسِبُهُ قَالَ : قَبْلَ الصَّلاةِ، فَلْيَعِدْ ذِبْحَتَهُ .

''جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر دی، وہ (نماز کے بعد) دوبارہ قربانی کرے (''نماز سے پہلے'' کے الفاظ میں راوی کو شک ہے)۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار] : 1205)

جواب: روایت ضعیف ہے۔

① محمد بن مرداس انصاری ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۹/ ۱۰۷'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ اسے امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(عِلل الحديث : 2618)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ''مجہول'' کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 32/4)

② بکر بن سلیمان کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صَلَاةُ الْأَضْحٰی رَکْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَکْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْفِطْرِ رَکْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْمُسَافِرِ رَکْعَتَانِ تَمَامٌ غَیْرُ قَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ، وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی.

''عیدالاضحیٰ، جمعہ، عیدالفطر اور سفر کی نماز دو دو رکعتیں ہیں، آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ مکمل نماز ہے، قصر نہیں۔ (یاد رکھیں کہ) جس نے جھوٹ باندھا، وہ برباد ہوگیا۔''

(سنن ابن ماجه : 1064، صحيح ابن خزيمة : 1425)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ روایت سند کے اعتبار سے موقوف ہے، مگر حکم میں یہ مرفوع ہے، جیسا کہ متن کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ عیدالاضحیٰ، عیدالفطر، جمعہ اور سفر کی نماز میں جو دو رکعات پڑھی جاتی ہیں، وہ قصر نہیں ہے، بلکہ وہ اصل میں پوری نماز ہے، کیونکہ آغاز میں سفر و حضر کی تمام نمازیں دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھیں، بعد میں حضر کی بعض نمازیں دو رکعات سے چار اور تین کر دی

گئیں اور سفر کی نماز دو رکعت ہی برقرار رہی۔ اسی طرح عید الاضحیٰ، عید الفطر اور جمعہ کی نماز دو رکعت ہی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا، رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ، وَزِيدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ.

''جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تھی، تو حضر اور سفر میں دو دو رکعتیں ہی فرض کی تھیں، پھر سفر کی نماز کو (دو رکعت ہی) برقرار رکھا گیا اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔''

(صحيح البخاري: 350، صحيح مسلم: 685)

نماز مغرب کو سفر اور حضر میں تین رکعت ہی ادا کرنا ہے، جیسا کہ دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے، اس میں قصر نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ فِي أَدْنٰى مِنْ أَرْبَعِ بُرُدٍ مِنْ مَكَّةَ إِلٰى عُسْفَانَ.

''مکہ والو! چار برد سے کم مسافت پر نماز قصر نہ کیا کریں، یعنی کم سے کم مکہ سے عسفان تک (مسافت پر قصر کیا کریں)۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني: 11162، سنن الدّارقطني: 1447، السّنن الكبرىٰ للبيهقي: 5404)

(جواب): سند باطل ہے۔

① عبدالوہاب بن مجاہد مکی ''متروک وکذاب'' ہے۔

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ مُجَاهِدٍ مُجْمَعٌ عَلٰى تَرْكِ حَدِيثِهٖ .

''عبدالوہاب بن مجاہد کی حدیث کو ترک کرنے پر اجماع ہے۔''

(القُصّاص والمُذَكِّرين، تحت الرقم: 52)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ أَجْمَعُوا عَلٰى شِدَّةِ ضَعْفِهٖ .

''عبدالوہاب بن مجاہد کے سخت ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(البدر المنير: 543/4)

② اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے بیان کردہ روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔ مذکورہ روایت بھی اہل حجاز سے ہے، لہٰذا ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَهلِ بَلَدِهٖ، مُخَلَّطٌ فِي غَيْرِهِمْ .

''اپنے اہل علاقہ سے بیان کریں، تو صدوق ہیں، کسی اور سے بیان کریں، تو حافظے کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔''

(تقريب التّهذيب: 473)

یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

”یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(السّنن الکبریٰ، تحت الحدیث : 5404)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ جِدًّا .

”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“

(خلاصة الأحکام : 731/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَا يَعْلَمُ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ أَنَّهٗ كَذِبٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”حدیث کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ روایت نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 127/24)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا وَاهٍ .

”یہ روایت ضعیف ہے۔“

(المُہذّب في اختصار السنن الکبیر : 1072/3)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(البدر المنیر : 543/4)

۞ نیز سند کو بھی ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة البدر المنير :202/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے۔''

(فتح الباري : 566/2، التّلخيص الحبير : 117/2، تغليق التعليق : 416/2)

۞ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ .

''اس کی سند میں ضعف ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 291/2)

۞ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(مرقاة المفاتيح : 1007/3)

۞ علامہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(لمعات التّنقيح : 470/3)

سوال: مقیم امام کی اقتدا میں مسافر مقتدی نماز قصر کریں گے یا پوری پڑھیں گے؟

جواب: اگر امام نماز پوری پڑھائے، تو مقتدی بھی پوری پڑھیں گے، اگر مسافر مقتدی آخری دو رکعت میں شامل ہوا ہو، تب بھی مکمل نماز پڑھے گا۔

۞ موسیٰ بن سلمہ ہذلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ أُصَلِّي إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ

الْإِمَامِ؟ فَقَالَ: رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں مکہ ہوں اور جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکوں، تو کتنی رکعت پڑھوں؟ فرمایا: دو رکعت ادا کریں، یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''

(صحیح مسلم: 688)

❀ **عبدالرحمٰن بن یزید نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِى بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے پوچھا گیا، تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے منیٰ میں دو دو رکعت ادا کیں۔ کاش کہ ان چار رکعات میں سے میری دو رکعت ہی قبول ہو جائیں۔''

(صحیح البخاري: 1084، صحیح مسلم: 695)

اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو امام چار رکعت نماز پڑھائے، اس کی اقتدا

میں چار ہی پڑھنی ہیں، دو رکعت نہیں پڑھ سکتے۔

❁ **نافع** رحمہ اللہ **بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ أَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ لَيَالٍ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ، إِلَّا أَنْ يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ فَيُصَلِّيهَا بِصَلَاتِهِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں دس دن قیام کیا، آپ نماز قصر ادا کرتے رہے، البتہ اگر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے، تو امام کی طرح نماز ادا کرتے (یعنی مکمل نماز پڑھتے تھے)۔''

(موطأ الإمام مالك : 148/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **نیز بیان کرتے ہیں:**

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ صَلَّى أَرْبَعًا، وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهٗ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سفر میں) جب (مقیم) امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے، تو چار رکعت پڑھتے تھے اور جب اکیلے پڑھتے، تو دو رکعت پڑھتے تھے۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 2400، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسے مسافر کے بارے میں فرماتے ہیں، جو مقیم لوگوں کی جماعت میں شامل ہو:**

يُصَلِّي بِصَلَاتِهِمْ .

''وہ مسافر بھی مقیم لوگوں کی طرح (پوری) نماز پڑھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 3858، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مکحول شامی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

فِي الْمُسَافِرِ يُدْرِكُ مِنْ صَلَاةِ الْمُقِيمِينَ رَكْعَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ : فَلْيُصَلِّ بِصَلَاتِهِمْ .

”آپ رحمہ اللہ نے اس مسافر کے بارے فرمایا، جس نے مقیم افراد کی جماعت میں ایک یا دو رکعت پائی: اسے مقیم لوگوں کی طرح (مکمل) نماز پڑھنی چاہیے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3855، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مختار بن عمرو ازدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، عَنِ الصَّلَاةِ فِي السَّفَرِ، قَالَ : فَقَالَ : إِذَا صَلَّيْتَ وَحْدَكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَإِذَا صَلَّيْتَ فِي جَمَاعَةٍ فَصَلِّ بِصَلَاتِهِمْ .

”میں نے جابر بن زید رحمہ اللہ سے سفر میں نماز کے متعلق سوال کیا، فرمایا: جب آپ اکیلے نماز پڑھیں، تو دو رکعت ادا کریں اور جب (مقیم امام کی) جماعت کے ساتھ ادا کریں، تو مقیم لوگوں کی طرح (مکمل) نماز ادا کریں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3859، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُ الْعَامَّةِ عَلٰى أَنَّ صَلَاةَ الْمُسَافِرِينَ أَرْبَعٌ مَعَ الْإِمَامِ الْمُقِيمِ .

”تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مقیم امام کی اقتدا میں مسافر بھی چار رکعات ادا کریں گے۔“

(الأمّ : 208/1)

سوال: کیا سفر میں نماز وتر ادا کی جائے گی؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کو سفر میں بھی ترک نہیں کرتے تھے۔

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ .

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نوافل ادا کر لیتے تھے، اس کا منہ جدھر بھی ہوتا، اس پر وتر بھی پڑھ لیتے تھے، فرض سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1098، صحيح مسلم : 39/700)

② ابو مجلز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، سفر میں وتر کیسے پڑھیں؟ فرمایا:

رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ .

''رات کے آخری حصے میں ایک رکعت پڑھیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 301/2، وسندهٗ صحيحٌ)

③ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ أَوْتَرَ فِي السَّفَرِ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے سفر میں وتر پڑھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 301/2، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا سفر میں نوافل پڑھے جا سکتے ہیں؟

(جواب): سفر میں نماز کی سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں، لیکن اس صورت میں جب نماز قصر

نہ کی ہو، قصرا گر کر لی ہے، تو بہتر ہے کہ سنتیں نہ پڑھیں۔ سفر میں دیگر نوافل کا اہتمام البتہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، جو بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں متروک ہو چکی ہے۔

① سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، يُسَبِّحُ، يُومِیءُ بِرَأْسِهٖ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَّسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو سواری پر نفل پڑھتے دیکھا۔ آپ سر کے اشارے سے نماز پڑھتے، اس کی پرواہ کئے بغیر کہ سواری کا منہ کس طرف ہے، البتہ فرض نماز سواری پر ادا نہیں کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 1097)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهٖ، حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ، يُومِیءُ بِرَأْسِهٖ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ .

”رسول اللہ ﷺ سواری کی پشت پر نفل پڑھ لیا کرتے تھے، رُخ جدھر بھی ہوتا۔ آپ ﷺ سر کے اشارے سے نماز پڑھتے۔ (راوی کہتے ہیں:) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 1105، صحيح مسلم : 39/100)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيث جَوَازُ التَّنَفُّلِ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ

حَيْثُ تَوَجَّهَتْ، وَهٰذَا جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

”یہ احادیث سواری پر نفل کے جواز پر دلیل ہیں، چاہے سواری کا رُخ جس طرف بھی ہو۔ اس پر مسلمانوں کا اِجماع ہے۔“

(شرح مسلم : 210/5)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَافَرَ فَأَرَادَ أَنْ يَتَطَوَّعَ؛ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ صَلَّى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نوافل کا ارادہ کرتے، تو اونٹنی کا رخ قبلہ کی طرف کرتے اور تکبیر کہتے، پھر نماز پڑھتے رہتے، جس سمت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آپ کو لے جاتی۔“

(سنن أبي داوٗد : 1225، مسند الإمام أحمد : 203/5، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المهذب : 234/3) اور حافظ منذری رحمہ اللہ (مختصر أبي داود : 59/2) نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنير : 438/3) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (بلوغ المرام، تحت الحدیث:۲۱۲) نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

سفر میں سنن موکدہ کے علاوہ دیگر نوافل ادا کرنا مسنون ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ .

''میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کو سفر میں کبھی سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا، اللہ کا فرمان ہے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی آپ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔''

(صحيح البخاري :1101)

مراد یہ کہ نبی کریم ﷺ سفر میں قصر کرتے، تو سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ اس کی وضاحت درج ذیل واقعہ سے ہوتی ہے:

② حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ، قَالَ: فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهٗ، حَتّٰى جَاءَ رَحْلَهٗ، وَجلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهٗ، فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلّٰى، فَرَآى نَاسًا قِيَامًا، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قُلْتُ: يُسَبِّحُونَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَّأَتْمَمْتُ صَلَاتِي، يَا ابْنَ أَخِي، إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَصَحِبْتُ عُمَرَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي

رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(الأحزاب : ٢١) .

''میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ مکہ جارہا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو رکعات پڑھائیں اوراپنے خیمے میں چلے گئے، ہم بھی آپ کے ساتھ ہی خیمے میں چلے آئے۔آپ بیٹھے،تو ہم بھی بیٹھ گئے۔اچانک آپ نے دیکھا کہ نماز والی جگہ پر کچھ لوگ کھڑے ہیں، پوچھا: یہ کیا کررہے ہیں؟ عرض کیا: سنتیں ادا کررہے ہیں،تو فرمایا: بیٹا! میں نے اگر یہ نوافل ادا کرنے ہوتے،تو فرض ہی پورے پڑھ لیتا۔ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کا شرف حاصل ہوا ہے، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے،سفر میں دو رکعت ہی ادا کرتے رہے۔ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، بقید حیات وہ بھی دو رکعت ہی پڑھتے رہے،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رفاقت پائی ہے،تا حیات دو رکعت ہی پڑھتے رہے،سیدنا عثمان کی معیت میں سفر کیا، زندگی بھر وہ بھی دو رکعت ہی ادا کرتے رہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔''

(صحیح البخاري : 1102، صحیح مسلم : 689، واللّفظ لہٗ)

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قصر کرتے ،تو سنتیں ادا نہیں کرتے تھے۔ ورنہ مطلق طور پر سفر میں نوافل ادا کرنا،تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

③ سیدنا براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا، فَمَا رَأَيْتُهٗ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ .

”میں نے اٹھارہ سفر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے، آپ کو سورج ڈھلنے کے بعد، ظہر سے پہلے دو رکعات چھوڑتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔“

(مسند الإمام أحمد : 294/4، سنن أبي داوٗد : 1222، سنن التِّرمِذي : 550، وسندہٗ حسنٌ)

اسے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1253) نے ”صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ (1/ 315) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَآہُ حَسَنًا .

”امام بخاری رحمہ اللہ اسے ”حسن“ سمجھتے تھے۔“

یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی ہو سکتی ہیں، قصر میں سنتِ مؤکدہ ادا کرنا ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا .

”نبی کریم ﷺ سفر میں نماز سے پہلے والی سنتیں ادا کرتے تھے، نہ بعد والی۔“

(مسند السرّاج : 1402، وصحّحه ابن حبّان : 2753، وسندہٗ صحیحٌ)

④ سیدنا وبرہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُصَلِّي قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا، فَقِيلَ لَهٗ : مَا هٰذَا؟ قَالَ : هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے، نماز کی پہلے اور بعد والی سنتیں بھی ادا نہیں کرتے تھے، پوچھا گیا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔“

(سنن النّسائي : 1457، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا، لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ.

”ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو پہلے جانوروں سے سامان اُتارتے، پھر نفل پڑھتے۔“(سنن أبي داوٗد : 2555، وسندهٗ صحيحٌ)

دوران سفر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی کے گھر چاشت کی نماز ادا کی۔

⑥ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا كَانَ فِينَا فَارِسٌ يَّوْمَ بَدْرٍ غَيْرُ الْمِقْدَادِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا، وَمَا فِينَا إِلَّا نَائِمٌ، إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ يُّصَلِّي، وَيَبْكِي، حَتّٰى أَصْبَحَ.

”غزوہ بدر کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روتے ہوئے گزاری، مجھے یاد ہے کہ ہم سب سو رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت تلے نماز پڑھ رہے تھے، تب ہمارے پاس مقداد رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی گھڑسوار نہیں تھا۔“

(مسند الإمام أحمد :125/1، 138، مسند أبي يعلٰى : 280، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (899) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2257) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

فائدہ :

سفر میں سنتیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ، فَأَفْطَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصُمْتُ، وَقَصَرَ وَأَتْمَمْتُ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَفْطَرْتَ وَصُمْتُ، وَقَصَرْتَ وَأَتْمَمْتُ، فَقَالَ : أَحْسَنْتِ يَا عَائِشَةُ .

''میں رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کے لیے گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ چھوڑ دیا، مگر میں نے روزہ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز قصر کی، مگر میں نے پوری پڑھی۔ پھر میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ نے روزہ چھوڑ دیا تھا، جبکہ میں نے رکھا ہے اور آپ نے نماز قصر کی، جبکہ میں نے پوری پڑھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! آپ نے اچھا کام کیا ہے۔''

(سنن الدارقطني : 188/2، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 142/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کی سند کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''حسن'' اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تهـذيب التّهـذيب : 181/8)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ النَّوَافِلِ الْمُطْلَقَةِ فِي السَّفَرِ .

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ سفر میں مطلق (عام) نوافل مستحب ہیں۔“

(شرح النّووي : 198/5)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ مختار ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے، اپنی محتاجی اللہ کے سامنے بیان کرتے تھے، جو بھی ضرورت پیش آتی، اللہ کے حضور ہاتھ اٹھاتے۔ لہٰذا نبی ﷺ مختار نہیں ہیں۔ ہر چیز کی کنجیاں اللہ رب العزت کے پاس ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾

(الزّمر : ١٩)

”بھلا جس کے لیے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے، کیا آپ جہنمی کو چھڑا سکتے ہیں؟“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾(التّوبة : ٨٠)

”(اے نبی!) آپ ان (مشرکوں) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں، تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾(المائدة : ٤١)

”جسے اللہ تعالیٰ فتنے میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر لے، تو آپ ہرگز اسے اللہ تعالیٰ سے کچھ فائدہ دینے کے مالک نہیں ہیں۔“

❁ حدیث میں ہے:

مَا أُعْطِيكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ، إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ .

”میں نہ تمہیں کچھ دے سکتا ہوں اور نہ روک سکتا ہوں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے، وہیں خرچ کرتا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 3117)

یہاں نبی کریم ﷺ واضح فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں کچھ عطا نہیں کر سکتا، نہ ہی رب کی عطا میں بندش ڈال سکتا ہوں۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا، فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً .

”میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا، اس نے دو عطا کر دیں اور ایک عطا نہیں کی۔“

(صحيح مسلم : 2890)

انبیا کو مختار کل اور ماذون مطلق قرار دینا درست نہیں، کیونکہ مسلمانوں میں کسی نے یہ عقیدہ اختیار نہیں کیا۔

❁ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ ہلتے نظر آئے، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وظیفہ ہو رہا ہے؟ فرمایا:

اللّٰهُمَّ بِكَ أُحَاوِلُ، وَبِكَ أُصَاوِلُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ .

”یا اللہ! تیری مدد سے نیک کام کا ارادہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے ہی دشمن پر حملہ کرتا اور جنگ کرتا ہوں۔“

(عمل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 118؛ وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: رمضان میں تکمیل قرآن پر مسجد میں لائٹنگ اور چراغاں کرنا کیسا ہے؟

جواب: رمضان المبارک میں تکمیل قرآن کریم کے موقع پر مسجد میں لائٹنگ کرنا بدعت اور منکر کام ہے۔ خیر القرون میں اس کا وجود نہیں ملتا، بعد کی ایجاد ہے۔ وقت اور مال کا ضیاع ہے، مجوسیوں سے مشابہت ہے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

صَارُوا يُوقِدُونَ النِّيرَانَ الْكَثِيرَةَ لِلْخَتْمَةِ فَيَجْمَعُونَ بَيْنَ تَضْيِيعِ الْمَالِ وَالتَّشَبُّهِ بِالْمَجُوسِ وَالتَّسَبُّبِ إِلَى اجْتِمَاعِ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ بِاللَّيْلِ لِلْفَسَادِ وَيُرِيهِمْ إِبْلِيسُ أَنَّ فِي هٰذَا إِعْزَازًا لِّلْإِسْلَامِ وَهٰذَا تَلْبِيسٌ عَظِيمٌ لِّأَنَّ إِعْزَازَ الشَّرْعِ بِاسْتِعْمَالِ الْمَشْرُوعِ .

''تکمیل قرآن کے موقع پر چکا چوند روشنیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور مال کا ضیاع، مجوس سے مشابہت اور رات میں مرد وزن کے اختلاط جیسے کئی فسادات کا موجب بنتے ہیں۔ شیطان یہ چکمہ دیتا ہے کہ یہ عمل اسلام کی سربلندی کا باعث ہے۔ یہ شیطان کی ملمع سازی ہے، کیوں کہ اسلام کی سربلندی مشروع ذرائع سے ہی ممکن ہے۔''

(تلبيس إبليس، ص 138)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُزَادُ فِي لَيْلَةِ الْخَتْمِ شَيْءٌ زَائِدٌ عَلٰى مَا فُعِلَ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ، لِأَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مِنْ فِعْلِ مَنْ مَضٰى بِخِلَافِ مَا أَحْدَثَهٗ بَعْضُ

النَّاسِ الْيَوْمَ مِنْ زِيَادَةِ وُقُودِ الْقَنَادِيلِ الْكَثِيرَةِ الْخَارِجَةِ عَنِ الْحَدِّ الْمَشْرُوعِ لِمَا فِيهَا مِنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَالسَّرَفِ وَالْخُيَلَاءِ سِيَّمَا إِذَا انْضَافَ إِلٰى ذَالِكَ مَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُهُمْ مِنْ وُّقُودِ الشَّمْعِ وَمَا يُرْكَزُ فِيهِ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ مِّنَ الْفِضَّةِ أَوِ الذَّهَبِ فَاسْتِعْمَالُهٗ مُحَرَّمٌ لِّعَدَمِ الضَّرُورَةِ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِهِمَا، فَهُوَ إِضَاعَةُ مَالٍ وَّسَرَفٌ وَّخُيَلَاءُ .

''جو کچھ آغازِ رمضان میں کیا جاتا ہے، تکمیل قرآن کی رات اس سے زائد کچھ نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ یہ اسلاف امت کی مخالفت ہے۔ آج کل بعض لوگوں نے اس فانوس اور روشنیوں کا انتظام شروع کر دیا ہے، جس سے شرعی حدود پر زد آتی ہے، کیوں کہ اس میں مال کا ضیاع، اسراف اور فخر و تکبر ہے۔ بعض لوگ خصوصی طور پر شمعیں وغیرہ روشن کرتے ہیں اور ان موم بتیوں میں طرح طرح کی چیزیں گاڑی جاتی ہیں، یہ اور بھی قبیح عمل ہے۔ اگر تو سونا چاندی گاڑیں، تو یہ ممنوع اور حرام ہے اور اگر کوئی اور قیمتی چیز گاڑیں، تو مال کے ضیاع، اسراف و تبذیر اور تفاخر کا باعث ہے۔''

(المَدخل : 302/2)

اس عمل میں مذاہب باطلہ کی پیروی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: موت کی تمنا کرنا کیسا ہے؟

جواب: پریشانی سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، البتہ دین میں فساد کا اندیشہ ہو، تو بایں الفاظ تمنا کی جا سکتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کریں، کرنی ہی ہو، تو یوں کہیں:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي .

''اللہ! جب تک زندگی بہتر ہو، مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو، مجھے اپنے پاس بلا لینا۔''

(صحیح البخاري :5671؛ صحیح مسلم : 2680)

اہل علم کہتے ہیں کہ موت طلب کرنے کی یہ صورت تب تو درست ہو گی، جب کوئی تکلیف یا پریشانی ہو، البتہ اس وجہ سے موت کی تمنا کرنا کہ زمانہ بگڑ چکا ہے، دین کو خطرہ لاحق ہے یا فتنے کا اندیشہ ہے، تو یہ درست نہیں، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احْضَرُوا مَوْتَاكُمْ وَلَقِّنُوهُمْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَبَشِّرُوهُمْ بِالْجَنَّةِ، فَإِنَّ الْحَلِيمَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يَتَحَيَّرُونَ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَصْرَعِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَأَقْرَبُ مَا يَكُونُ مِنِ ابْنِ آدَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَصْرَعِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَمُعَايَنَةُ مَلَكِ الْمَوْتِ أَشَدُّ مِنْ أَلْفِ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَا تَخْرُجُ نَفْسُ عَبْدٍ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْلَمَ كُلُّ عِرْقٍ مِنْهُ عَلٰى حِيَالِهٖ .

”اپنے قریب المرگ افراد کے پاس حاضر ہوا کریں، انہیں لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائیں، کیونکہ نزع کے وقت بڑے بڑے دانش مند مرد وخواتین پریشان ہو جاتے ہیں اور نزع کے وقت شیطان انسان کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ملک الموت کے روبرو ہونا، تلوار کے ہزار وار سے زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کسی بھی شخص کی روح اس وقت تک دنیا سے نہیں نکلتی، جب تک کہ اس کا جوڑ جوڑ تکلیف محسوس نہیں کر لیتا۔“

(حلية الأولياء لأبي نعيم : 186/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① مکحول کا سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے، ابو معاذ عتبہ بن حمید ”بصری“ ہے، لہٰذا روایت ”ضعیف و مضطرب“ ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

''اسماعیل بن عیاش جب اپنے علاقہ کے علاوہ کسی اور سے بیان کرے، تو محدثین کے ہاں اس کی حدیث قبول نہیں ہوتی۔ جب شامیوں سے بیان کرے، تو اس کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔ جب مدنیوں اور دیگر علاقے والوں سے بیان کرے، تو اس کی روایت میں بہت زیادہ غلطی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق محدثین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب اسماعیل بن عیاش اپنے اہل علاقہ کے علاوہ کسی سے بیان کرے، تو اس کی حدیث قابل التفات نہیں ہوتی۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 6/429)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَهلِ بَلَدِهٖ، مُخَلَّطٌ فِي غَيْرِهِمْ.

''اپنے اہل علاقہ سے بیان کریں، تو صدوق ہیں، کسی اور سے بیان کریں، تو حافظے کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔''

(تقريب التّهذيب : 473)

❀ حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غریب'' کہا ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

عہد فاروقی میں ایک نوجوان تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں پڑا رہتا، عشاء کے بعد اپنے باپ کے پاس چلا جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا، وہ اس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، مگر نوجوان نہیں دیکھتا تھا، ایک رات قدم نے لغزش کی۔ ساتھ ہولیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا، اللہ تعالیٰ

یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾

''اللہ سے ڈرنے والوں کو شیطان گمراہی کے رستے لے جاتا ہے، تو وقت گناہ انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ بصیرت پا لیتے ہیں۔''

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز ساتھ لی، اٹھایا اور اس کے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر لے گیا۔ رات گئے، ہوش آئی۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا: خیریت ہے؟ کہا: بتا دے۔ ناچار قصہ بیان کیا۔ باپ بولا: جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا۔ حرکت دی، تو مردہ حالت میں پایا۔ رات ہی نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: امیر المومنین! رات تھی۔ پھر امیر المومنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر گئے۔

فَقَالَ عُمَرُ: يَا فُلَانُ! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰانِ، فَأَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ! قَدْ أَعْطَانِيهُمَا رَبِّي يَا عُمَرُ.

''تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُو فلاں! جو اپنے ربّ کے سامنے جوابدہی سے ڈر جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: عمر! اللہ تعالیٰ نے وہ دونوں مجھے عطا کر دی ہیں۔''

(ذمّ الهوٰى لابن الجوزي، ص 252-253، تاريخ دِمَشق لابن عساكر: 450/45)

(جواب): سند باطل ہے،

✿ یحییٰ بن ایوب غافقی مصری (168ھ) کہتے ہیں:

سَمِعْتُ مَنْ يَذْكُرُ أَنَّهُ كَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ .....

"میں نے ایک بیان کرنے والے کو سنا کہ عہدِ فاروقی میں۔۔۔"

لہٰذا یہ سند "معضل" (سخت منقطع) ہے۔ معلوم نہیں وہ قصہ گو کون تھا اور اس نے کہاں سے یہ حکایت سنی تھی؟

✿ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک قول کی سند بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ (ابْنِ الْمُبَارَكِ) ....

"میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو بیان کرتے سنا۔۔۔"

(مقدّمة صحيح مسلم : 19)

✿ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) کہتے ہیں:

سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ، هٰذَا مَجْهُولٌ، وَلَا يَصِحُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ .

"(امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو سنا ہے۔ یہ شاگرد مجہول ہے اور اس سند سے دلیل لینا درست نہیں۔"

(شرح مسلم : 117/1)

مبہم اور غیر معروف لوگوں کی روایات پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھنا جائز نہیں۔

(سوال): کیا نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع الیدین غیر مشروع ہے؟

(جواب): نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور اسلاف اُمت سے ثابت ہے، البتہ اس بارے میں مروی مرفوع روایات ضعیف ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے گا، ان کے دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے، ملاحظہ ہو:

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، وَوَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں تکبیرات کہیں، صرف پہلی تکبیر میں رفع الیدین کیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔''

(سنن التّرمذي : 1077، سنن الدّارقُطني : 1813)

سند ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن یعلی اسلمی ''ضعیف'' ہے۔

② ابوفروہ یزید بن سنان رہاوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''اکثر محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 4/218)

③ امام زہری رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ غَيْرُ ثَابِتٍ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل : 151/8)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 984/2)

نیز اس روایت میں دوسری تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کرنے کی نفی ثابت نہیں۔

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى الْجِنَازَةِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے پر پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہ کرتے تھے۔''

(سنن الدّارقُطني : 74/2، ح : 1814)

سند سخت ضعیف ہے۔

① حجاج بن نصیر بصری جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى تَرْكِهٖ .

''اس کو ترک کرنے پر محدثین کا اجماع ہو گیا ہے۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 174)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 121/8)

② فضل بن سکن ''مجہول'' ہے۔

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الضّعفاء الکبیر : 449/3)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُدْرٰی مَنْ ذَا؟

''معلوم نہیں یہ کون ہے؟''

(المُغني في الضّعفاء : 191/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''غیر معروف ہے۔''

(میزان الاعتدال : 352/3)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحکام : 984/2)

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ؛ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِذَا رَأَى الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَفِي عَرَفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ .

''سات مقامات پر رفع الیدین کیا جائے: نماز کے لیے کھڑا ہو، جب بیت اللہ

کو دیکھے، کوہِ صفا اور کوہِ مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور جمرات کے پاس۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 235/2)

① سند ''ضعیف'' ہے۔ عطاء بن السائب (حسن الحدیث) ''مختلط'' ہیں اور ابن فضیل نے ان سے اختلاط کے بعد روایت لی ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَوٰى عَنْهُ ابْنُ فُضَيْلٍ، فَفِيهِ غَلَطٌ وَاضْطِرَابٌ .

''عطاء بن سائب سے ابن فضیل نے جو بھی روایت کیا ہے، اس میں غلطیاں اور اضطراب ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 334/6)

یہ جرح مفسر ہے، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

② ابوحمزہ، عمران بن ابی عطاء، قصاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة :239/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(ا) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نماز میں رفع الیدین کے قائل تھے۔

(ب) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا رفع الیدین کرنا اس بات کی واضح

دلیل ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔

فائدہ:

یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے، لیکن اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، اس میں ابن ابی لیلیٰ راوی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف، سیء الحفظ'' ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَفَرَّدُ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى بِرِوَايَتِهٖ، وَقَدِ اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْحَدِيثِ عَلٰى تَرْكِ الْاِحْتِجَاجِ بِرِوَايَتِهٖ .

''اسے روایت کرنے میں ابن ابی لیلیٰ منفرد ہے، ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ اس کی روایت سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(الخِلافيّات، تحت الحديث : 1732)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى سَيِّءُ الْحِفْظِ، لَا يُحْتَجُّ بِهٖ عِنْدَ أَكْثَرِهِمْ .

''ابن ابی لیلیٰ خراب حافظہ والا ہے، اکثر محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں۔''

(تُحفة الطّالب : 345)

۞ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدِي كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْجُمْهُورُ .

''میرے نزدیک بھی ضعیف ہے، جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔''

(فيض الباري : 3/168)

③ حکم بن عتیبہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ وَاهٍ مِنْ أَوْجُهٍ كَثِيرَةٍ .

''یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف ہے۔''

(الخِلافيّات للبيهقي، تحت الحديث : 1732)

④ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 296/3)

یہ امام صاحب کی اجتہادی خطا ہے، جو صحابہ اور دیگر سلف صالحین کے عمل کے موافق نہیں، لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

سوال: کیا مسلمان اپنے قریبی مشرک کو دفن کر سکتا ہے؟

جواب: مسلمان اپنے قریبی مشرک کو دفن کرنے میں شریک ہو سکتا ہے، البتہ اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کر سکتا۔ اس کی ممانعت ہے۔

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَ أَبِي أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : إِنَّ عَمَّكَ قَدْ تُوُفِّيَ قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِهِ، قُلْتُ : إِنَّهٗ مَاتَ مُشْرِكًا، قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِهِ وَلَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا حَتّٰى تَأْتِيَنِي، فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ .

''جب میرے والد فوت ہوئے، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا کر

انہیں دفنا دیں۔ میں نے عرض کی: وہ تو شرک کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ فرمایا: جائیں اور انہیں دفنا دیں، لیکن جب تک میرے پاس واپس نہ آئیں، کوئی نیا کام نہ کریں۔ میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا۔''

(مسند الطّيالسي : 120، وسندہٗ حسنٌ)

❀ ایک روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ مَاتَ فَمَنْ يُوَارِيهِ؟ قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ .

''آپ کے گمراہ چچا فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو کون دفنائے؟ فرمایا: جائیں اور اپنے والد کو دفنا دیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 97/1، سنن أبي داوٗد : 3214، سنن النّسائي : 190، 2008، واللّفظ لهٗ، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کما فی الاصابۃ لابن حجر: ۴/ ۱۱۴) اور امام ابن جارود رحمہ اللہ (۵۵۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ سیّدنا مسیّب بن حزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ أَبُو جَهْلٍ، فَقَالَ : أَيْ عَمِّ، قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ، تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهٖ، حَتّٰى قَالَ آخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ : عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ

الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ : ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : ١١٣)، وَنَزَلَتْ : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص : ٥٦).

''ابوطالب کی وفات کا وقت آیا، تو رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے اُن کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو دیکھا، تو فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیں، تاکہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے: ابو طالب! عبد المطلب کے دین سے مُنحرف ہو جاؤ گے؟ رسولِ اکرم ﷺ مسلسل اپنی بات ابوطالب کو پیش کرتے رہے اور بار بار یہ کہتے رہے، حتی کہ ابوطالب نے اپنی آخری بات یوں کی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جب تک روکا نہ گیا، اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : 113).

”نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں قرآن نازل کرتے ہوئے اپنے رسول سے فرمایا:﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص : ٥٦)

”آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔“

(صحيح البخاري : 3884، صحيح مسلم : 24)

معلوم ہوا کہ مشرک کے لیے دعائے مغفرت یا اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی، البتہ قریبی مثلاً بیٹا یا بھائی وغیرہ کو اس کے دفن کے معاملات سنبھال لینے چاہئیں۔

سوال: جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنا کیسا ہے؟

سوال: جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنا ثابت نہیں، اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❀ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ يٰس غُفِرَ لَهٗ .

”جس نے ہر جمعہ اپنے والدین یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور سورت یس کی تلاوت کی، اس کی بخشش ہو جائے گی۔“

(الكامل لابن عدي : 260/6، طَبَقات المحدثين لأبي الشّيخ : 331/3)

روایت من گھڑت ہے۔

① عمرو بن زیاد بن عبد الرحمٰن ثوبانی ”وضاع“ ہے۔

② ابو مسعود یزید بن خالد ”مجہول“ ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بَاطِلٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

''یہ حدیث اس سند سے باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 260/6)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ، أَوْ أَحَدِهِمَا، فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا .

''جس ہر جمعہ ایک دفعہ اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی، اسے بخش دیا جائے گا اور نیکو کاروں میں لکھ دیا جائے گا۔''

(المعجم الصغير : 955، المعجم الأوسط للطبراني : 6114)

سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن محمد بن نعمان بن شبل ''متروک ووضاع'' ہے۔

② یحییٰ بن العلاء بجلی ''متہم بالوضع'' ہے۔

③ عبدالکریم بن ابی المخارق ''ضعیف'' ہے۔

④ محمد بن نعمان بصری ''مجہول'' ہے۔

(الضّعفاء للعقيلي : 146/4)

❁ مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا (۲۴۹) اور شعب الایمان للبیہقی (۷۵۲۲) میں یہ روایت محمد بن نعمان بصری (مجہول) سے معضل بھی مروی ہے۔

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ أَوْ عَمَّتِهِ أَوْ خَالَتِهِ أَوْ أَحَدُ قَرَابَاتِهِ كَانَتْ لَهٗ حَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ، وَمَنْ كَانَ زَائِرًا لَهُمَا حَتّٰى يَمُوتَ زَارَتِ الْمَلَائِكَةُ قَبْرَهٗ.

''جس نے اپنے والد، والدہ، پھوپھی، خالہ یا کسی بھی قریبی رشتہ دار کی قبر کی زیارت کی، اس کے لیے حج مبرور کا ثواب ہے اور جو ساری عمر والدین کی قبر کی زیارت کرتا رہا، مرنے کے بعد فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے۔''

(الكامل لابن عدي : 3/295)

سند سخت ضعیف ہے۔

① احمد بن حفص سعدی ''ضعیف'' ہے۔

② ابراہیم بن موسیٰ وزدولی کی توثیق نہیں۔

③ خاقان بن عبداللہ بن اہتم ''ضعیف'' ہے۔

④ ابو مقاتل حفص بن سلم سمرقندی سخت مجروح ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 3/296)

قبرستان میں مطلق طور پر قرآن پڑھنا ممنوع ہے اور اسے کسی دن کے ساتھ خاص کر دینے سے ممانعت شدید ہو جائے گی۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمُورِ يَسْتَحْسِنُونَ أَشْيَاءَ، لَمْ تَأْتِ فِي كِتَابٍ

وَّلَا سُنَّةٍ، وَّلَا عَمِلَ بِأَمْثَالِهَا السَّلَفُ، فَيَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَاهَا، وَيُثَابِرُونَ عَلَيْهَا، وَيُحَكِّمُونَهَا طَرِيقًا لَّهُمْ مَهِيعًا وَّسُنَّةً لَّا تُخْلَفُ، بَلْ رُبَّمَا أَوْجَبُوهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ.

''اہل بدعت بہت سے امور میں ان کاموں کو مستحب قرار دے دیتے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہوتی، نہ ہی سلف صالحین نے اس طرح کا کوئی کام کیا ہوتا ہے۔ بدعتی اس طرح کے کام کرتے ہیں، ان پر دوام کرتے ہیں اور اسے اپنے لیے واضح راستہ اور سنت غیر معارضہ سمجھتے ہیں، بلکہ بسا اوقات اسے واجب قرار دیتے ہیں۔''(الاعتصام :212/1)

❀ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

صَارُوا يَبْتَدِعُونَ مِنَ الدَّلَائِلِ وَالْمَسَائِلِ مَا لَيْسَ بِمَشْرُوعٍ، وَيُعْرِضُونَ عَنِ الْأَمْرِ الْمَشْرُوعِ.

''اہل بدعت ایک طرف تو ایسے دلائل ومسائل تراشتے ہیں، جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، دوسری طرف مشروع کام سے بھی اعراض کرتے ہیں۔''

(شرح العقیدۃ الطّحاویۃ، ص 593)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ.

''رسول اللہ ﷺ نے ان خواتین پر لعنت کی ہے، جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں، انہیں سجدہ گاہ بناتی ہیں اور ان پر چراغاں کرتی ہیں۔''

(سنن أبي داود : 3236، سنن التّرمذي : 320)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابو صالح باذام جمہور کے نزدیک ضعیف اور مختلط ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْأَكْثَرُونَ : لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ ابو صالح باذام سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(البدر المنير : 349/5)

② ابو صالح باذام کا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .

''ابو صالح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے، مگر اس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔''

(كتاب المجروحين : 185/1)

❀ اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عِنْدِي حَدِيثُهٗ هٰذَا .

''ابو صالح باذام کی یہ حدیث میرے مطابق ثابت نہیں ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 201/3)

قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اوران پر چراغاں کرنا ناجائز اور حرام ہے، البتہ عورتوں کے لیے قبرستان کی زیارت کرنا ممنوع نہیں، اس کی ممانعت منسوخ ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: جب میں قبرستان جاؤں، تو کیا دُعا کروں؟ فرمایا: قبرستان کی زیارت کے وقت یہ دُعا کیجیے:

السَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ .

''ان گھروں والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ پہلے اور بعد میں آنے والوں سب پر رحم فرمائے۔ ہم بھی اللہ نے چاہا تو تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔'' (صحيح مسلم : 974)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت قبرستان جا سکتی ہے، ورنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتاتے کہ عورت کا قبرستان میں جانا ہی جائز نہیں، تو وہ دُعا کیا کرے گی؟

سوال: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے مدد مانگنا کیسا ہے؟

جواب: غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔

❀ علامۃ الہند، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے کہ: ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (الفاتحہ:۵) (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔ نیز فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸) (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔ اس آیتِ کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت مراد ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام: ۴۱) (بلکہ تم [سخت مصیبت کے وقت] اسی [اللہ] کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔''

(حُجّة اللّٰه البالغة :1/185)

❀ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ.

''جب سوال کریں، تو اللہ سے کریں اور جب مدد مانگیں، تو اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔''

(سنن التّرمذي : 2516، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِسْتَعِنْ بِاللّٰهِ.

''اللہ سے مدد مانگیں۔''

(صحيح مسلم : 2664)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بظاہر سند حسن یا صحیح ہو اور ائمہ علل اس حدیث کو ضعیف یا منکر کہہ دیں، تو کیا ان کی بات مانی جائے گی؟

جواب: اگر بظاہر کسی حدیث کی سند حسن یا صحیح معلوم ہو، مگر ائمہ علل میں سے کوئی اس حدیث پر جرح کرے، تو امام علل کی بات ہی مانی جائے گی، کیونکہ وہ حدیث کی مخفی علتوں سے واقف تھے۔

❁ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنْكَارُنَا الْحَدِيثَ عِنْدَ الْجُهَّالِ كِهَانَةٌ .

''ہم کسی حدیث کو ''منکر'' قرار دیں، تو جاہل لوگ اسے کہانت سمجھتے ہیں۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم :389/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَعْرِفَةُ الْحَدِيثِ إِلْهَامٌ، قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ : وَصَدَقَ لَوْ قُلْتَ : مِنْ أَيْنَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ جَوَابٌ .

''حدیث کی پہچان کرنا الہام ہے۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابن مہدی رحمہ اللہ نے سچ فرمایا، اگر آپ پوچھیں کہ یہ پہچان (حدیث پر حکم لگانا) آپ کو کیسے ہوئی؟ تو کوئی جواب نہ ہوگا۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم :388/1، الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع للخطيب : 1774، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

مَثَلُ مَعْرِفَةِ الْحَدِيثِ كَمَثَلِ فَصٍّ ثَمَنُهٗ مِئَةُ دِينَارٍ، وَآخَرَ مِثْلِهٖ عَلٰى لَوْنِهٖ ثَمَنُهٗ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ.

”حدیث کی (صحت وسقم کے حوالہ سے) معرفت کی مثال ایسے ہے، جیسے ایک نگینہ ہو اور اس کی قیمت سو دینار (سونے کا سکہ) ہو اور اس جیسا اسی رنگ کا دوسرا نگینہ ہو اور اس کی قیمت دس درہم (چاندی کا سکہ) ہو۔“

(عِلَل الحديث :389/1)

❁ امام ابوجعفر احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ (۲۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مَعْرِفَةُ الْحَدِيثِ بِمَنْزِلَةِ مَعْرِفَةِ الذَّهَبِ وَالشَّبَهِ؛ فَإِنَّ الْجَوْهَرَ إِنَّمَا يَعْرِفُهٗ أَهْلُهٗ، وَلَيْسَ لِلْبَصِيرِ فِيهِ حُجَّةٌ إِذَا قِيلَ لَهٗ : كَيْفَ قُلْتَ : إِنَّ هٰذَا بَائِنٌ يَعْنِي الْجَيِّدَ أَوِ الرَّدِيءَ.

”حدیث کے (صحیح اور معلول ہونے کی) معرفت کھرے اور کھوٹے سونے کی معرفت کی طرح ہے، کیونکہ جوہری یا سنار سونے کو خوب پہنچانتا ہے، اگر کوئی دیکھنے والا سنار سے پوچھے: آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ کھرا ہے اور یہ کھوٹا ہے؟ تو وہ اسے کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے گا۔“

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم :389/1-390، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

جَاءَ نِي رَجُلٌ مِنْ جِلَّةِ أَصْحَابِ الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِ الْفَهْمِ مِنْهُمْ وَمَعَهُ دَفْتَرٌ، فعرَضَهُ عَلَيَّ، فَقُلْتُ فِي بَعْضِهَا : هٰذَا حَدِيثٌ خَطَأٌ، قَدْ دَخلَ لِصَاحِبِهِ حَدِيثٌ فِي حَدِيثٍ، وَقُلْتُ فِي بَعْضِهِ : هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَقُلْتُ فِي بَعْضِهِ : هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، وَقُلْتُ فِي بَعْضِهِ : هٰذَا حَدِيثٌ كَذِبٌ، وَسَائِرُ ذٰلِكَ أَحَادِيثُ صَحَاحٌ، فَقَالَ : مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ أَنَّ هٰذَا خَطَأٌ، وَأَنَّ هٰذَا بَاطِلٌ، وَأَنَّ هٰذَا كَذِبٌ؛ أَخْبَرَكَ رَاوِي هٰذَا الْكِتَابِ بِأَنِّي غَلِطْتُ، وَأَنِّي كَذَبْتُ فِي حَدِيثِ كَذَا؟! فَقُلْتُ : لَا، مَا أَدْرِي هٰذَا الْجُزْءُ مِنْ رِوَايَةِ مَنْ هُوَ؟ غَيْرَ أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا خَطَأٌ، وَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ باطلٌ، وَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَذِبٌ، فَقَالَ : تَدَّعِي الْغَيْبَ؟ قَالَ : قُلْتُ : مَا هٰذَا ادِّعَاءُ الْغَيْبِ، قَالَ : فَمَا الدَّلِيلُ عَلٰى مَا تَقُولُ؟ قُلْتُ : سَلْ عَمَّا قُلْتُ مَنْ يُحْسِنُ مِثْلَ مَا أُحْسِنُ، فَإِنِ اتَّفَقْنَا عَلِمْتَ أَنَّا لَمْ نُجَازِفْ، وَلَمْ نَقُلْهُ إِلَّا بِفَهْمٍ، قَالَ : مَنْ هُوَ الَّذِي يُحْسِنُ مِثْلَ مَا تُحْسِنُ؟ قُلْتُ : أَبُو زُرْعَةَ، قَالَ : وَيَقُولُ أَبُو زُرْعَةَ مِثْلَ مَا قُلْتَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : هٰذَا عَجَبٌ! فَأَخَذَ فَكَتَبَ فِي كَاغَذٍ أَلْفَاظِي فِي تِلْكَ الْأَحَادِيثِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَقَدْ كَتَبَ أَلْفَاظَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ أَبُو

زُرْعَةَ فِي تِلْكَ الْأَحَادِيثِ، فَمَا قُلْتُ : إِنَّهٗ بَاطِلٌ، قَالَ أَبُو زُرْعَةَ : هُوَ كَذِبٌ، قُلْتُ : اَلْكَذِبُ وَالْبَاطِلُ وَاحِدٌ، وَمَا قُلْتُ : إِنَّهٗ كَذِبٌ، قَالَ أَبُو زُرْعَةَ : هُوَ بَاطِلٌ، وَمَا قُلْتُ : إِنَّهٗ مُنْكَرٌ، قَالَ : هُوَ مُنْكَرٌ، كَمَا قُلْتُ، وَمَا قُلْتُ : إِنَّهٗ صَحَاحٌ، قَالَ أَبُو زُرْعَةَ : هُوَ صَحَاحٌ.

فَقَالَ : مَا أَعْجَبَ هٰذَا؛ تَتَّفِقَانِ مِنْ غَيْرِ مُوَاطَأَةٍ فِيمَا بَيْنَكُمَا!

فَقُلْتُ : فَقَدْ بَانَ لَكَ أَنَّا لَمْ نُجَازِفْ، وَإِنَّمَا قُلْنَاهُ بِعِلْمٍ وَمَعْرِفَةٍ قَدْ أُوتِينَا، وَالدَّلِيلُ عَلٰى صِحَّةِ مَا نَقُولُهٗ، أَنَّ دِينَارًا نَبَهْرَجًا يُحْمَلُ إِلَى النَّاقِدِ، فَيَقُولُ : هٰذَا دِينَارٌ نَبَهْرَجٌ، وَيَقُولُ لِدِينَارٍ : هُوَ جَيِّدٌ، فَإِنْ قِيلَ لَهٗ : مِنْ أَيْنَ قُلْتَ : إِنَّ هٰذَا نَبَهْرَجٌ، هَلْ كُنْتَ حَاضِرًا حِينَ بُهْرِجَ هٰذَا الدِّينَارُ؟ قَالَ : لَا، فَإِنْ قِيلَ لَهٗ : فَأَخْبَرَكَ الرَّجُلُ الَّذِي بَهْرَجَهٗ : إِنِّي بَهْرَجْتُ هٰذَا الدِّينَارَ؟ قَالَ : لَا، قِيلَ : فَمِنْ أَيْنَ قُلْتَ : إِنَّ هٰذَا نَبَهْرَجٌ؟ قَالَ : عِلْمًا رُزِقْتُ، وَكَذٰلِكَ نَحْنُ رُزِقْنَا مَعْرِفَةَ ذٰلِكَ.

قُلْتُ لَهٗ : فَتَحْمِلُ فَصَّ يَاقُوتٍ إِلٰى وَاحِدٍ مِنَ الْبُصَرَاءِ مِنَ الْجَوهَرِيِّينَ، فَيَقُولُ : هٰذَا زُجَاجٌ، وَيَقُولُ لِمِثْلِهِ : هٰذَا يَاقُوتٌ، فَإِنْ قِيلَ لَهٗ : مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ أَنَّ هٰذَا زُجَاجٌ، وَأَنَّ هٰذَا يَاقُوتٌ؟

هَلْ حَضَرْتَ الْمَوْضِعَ الَّذِي صُنِعَ فِيهِ هٰذَا الزُّجَاجُ؟ قَالَ : لَا، قِيلَ لَهٗ : فَهَلْ أَعْلَمَكَ الَّذِي صَاغَهٗ بِأَنَّهٗ صَاغَ هٰذَا زُجَاجًا؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَمِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ : هٰذَا عِلْمٌ رُزِقْتُ، وَكَذٰلِكَ نَحْنُ رُزِقْنَا عِلْمًا لَا يَتَهَيَّأُ لَنَا أَنْ نُخْبِرَكَ كَيْفَ عَلِمْنَا بِأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَذِبٌ، وَهٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، إِلَّا بِمَا نَعْرِفُهٗ .

''اہل رائے کے کبار علما میں سے ایک شخص آیا، جوان میں فہم وفراست والا تھا، اس کے پاس ایک رجسٹر تھا (جس میں احادیث درج تھیں)، اس نے وہ رجسٹر مجھے پیش کیا، میں نے کسی حدیث کے متعلق کہا: یہ حدیث خطا ہے، کسی راوی سے ایک حدیث کے الفاظ دوسری حدیث میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک حدیث کے متعلق کہا: یہ حدیث باطل ہے۔ ایک حدیث کے متعلق کہا: یہ حدیث منکر ہے اور ایک حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور باقی ساری احادیث صحیح ہیں۔ اس شخص نے کہا: آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہ حدیث خطا ہے، یہ حدیث باطل ہے اور یہ جھوٹی ہے۔ کیا آپ کو اس کتاب کے راوی نے بتایا ہے کہ میں نے فلاں حدیث میں غلطی کی اور میں نے فلاں حدیث میں جھوٹ بولا؟ میں (ابو حاتم رحمہ اللہ) نے کہا: نہیں، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کا روایت کردہ کتابچہ ہے؟ البتہ میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ یہ حدیث خطا ہے، یہ باطل ہے اور یہ جھوٹی ہے۔ وہ شخص کہنے لگا: کیا آپ علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں؟ میں نے کہا: یہ غیب کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس نے کہا: تو پھر آپ نے جو کہا ہے، اس پر کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا: جو کچھ میں نے احادیث کے

متعلق کہا ہے، اس بارے میں میری طرح کے کسی ماہر فن سے پوچھ لیں، اگر ہمارا حکم ایک جیسا ہوا، تو جان لینا کہ ہم اٹکل پچو نہیں لگاتے۔ کہنے لگا: آپ جیسا ماہر علل کون ہے؟ میں نے کہا: ابوزرعہ رحمہ اللہ۔ کہنے لگا: کیا ابوزرعہ رحمہ اللہ بھی وہی بات کریں گے، جو آپ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگا: یہ تعجب خیز ہے! پھر وہ ایک کاغذ پر میرے وہ الفاظ لکھنے لگا، جو میں نے ان احادیث کے متعلق کہے تھے (اور چلا گیا۔) پھر میرے پاس واپس آیا اور اس نے ان احادیث کے بارے میں ابوزرعہ رحمہ اللہ کا حکم لکھا ہوا تھا۔ پس جس حدیث کے متعلق میں نے ''باطل'' کا لفظ بولا، اس کے متعلق ابوزرعہ رحمہ اللہ نے ''کذب'' کا لفظ بولا۔ میں نے کہا: کذب اور باطل ایک ہی چیز ہے۔ جس حدیث کے متعلق میں نے ''کذب'' کا لفظ بولا، اس کے متعلق ابوزرعہ نے ''باطل'' کہا، جس حدیث کو میں نے ''منکر'' کہا، ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بھی اسے ''منکر'' کہا اور جن احادیث کو میں نے ''صحیح'' کہا، ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بھی انہیں ''صحیح'' کہا۔ تو وہ شخص کہنے لگا: یہ بڑی عجیب بات ہے! آپ دونوں کی بات ایک کیسے ہوگئی، یہ محض اتفاق نہیں ہے۔ میں (ابوحاتم رحمہ اللہ) نے کہا: اب آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ہم نے اٹکل پچو نہیں لگایا، بلکہ ہم نے یہ حکم علم اور معرفت کی بنا پر لگایا ہے، جو ہمیں ودیعت کی گئی ہے۔ ہماری سچائی پر دلیل یہ ہے کہ (مثال کے طور پر) ایک کھوٹا دینار نقاد (کرنسی کی جانچ پڑتال کرنے والا) کے پاس لایا جائے اور وہ کہے: یہ دینار نقلی ہے اور یہ دینار اصلی ہے۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یہ دینار نقلی ہے، کیا آپ اس

دینار کے نقلی بنانے جانے کے وقت وہاں حاضر تھے؟ تو وہ کہے گا: نہیں۔ پھر اس سے پوچھا جائے کہ کیا آپ کو اس شخص نے بتایا ہے، جس نے اس نقلی دینار کو بنایا ہے، وہ کہے گا: نہیں۔ پھر اس سے پوچھا جائے کہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ نقلی دینار ہے، تو وہ کہے گا: اس مہارت کی بنا پر جو مجھے حاصل ہے۔ بس اسی طرح ہمیں بھی حدیث (کے صحت وسقم) کی پہچان دی گئی ہے۔

میں نے اس شخص سے مزید کہا: اگر آپ یاقوت کا نگینہ کسی ماہر جوہری کے پاس لے جائیں اور وہ کہے: یہ زجاج ہے اور اسی طرح کے ایک نگینے کے بارے میں کہے کہ یہ یاقوت ہے۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ زجاج ہے اور وہ یاقوت ہے؟ کیا آپ اس جگہ موجود تھے، جہاں اس نگینے میں زجاج ڈالا گیا، وہ کہے گا: نہیں۔ اس سے پوچھا جائے کہ کیا آپ کو جوہری نے بتایا ہے کہ میں نے اس میں زجاج جڑا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، تو اس سے پوچھا جائے: تو پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟ وہ کہے گا: یہ ایک مہارت ہے، جو مجھے دی گئی ہے۔ بالکل اسی طرح ہمیں بھی (علل حدیث کا) علم دیا گیا ہے، ہم بھی آپ کو نہیں بتا سکتے ہیں کہ ہم نے کیسے جان لیا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور یہ حدیث ''منکر'' ہے، البتہ ہم انہیں جانتے ہیں۔''

(تقدمة الجرح والتعديل :349/1)

❁ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

مَعْرِفَةُ عِلَلِ الْحَدِيثِ، وَهُوَ عِلْمٌ بِرَأْسِهِ غَيْرَ الصَّحِيحِ، وَالسَّقِيمِ، وَالْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ ...... إِنَّمَا يُعَلَّلُ الْحَدِيثُ مِنْ أَوْجُهٍ لَيْسَ

لِلْجَرْحِ فِيهَا مَدْخَلٌ، فَإِنَّ حَدِيثَ الْمَجْرُوحِ سَاقِطٌ وَاهٍ، وَعِلَّةُ الْحَدِيثِ، يَكْثُرُ فِي أَحَادِيثِ الثِّقَاتِ أَنْ يُحَدِّثُوا بِحَدِيثٍ لَهُ عِلَّةٌ، فَيَخْفٰى عَلَيْهِمْ عِلْمُهُ، فَيَصِيرُ الْحَدِيثُ مَعْلُولًا، وَالْحُجَّةُ فِيهِ عِنْدَنَا الْحِفْظُ، وَالْفَهْمُ، وَالْمَعْرِفَةُ لَا غَيْرَ .

''علل حدیث کی معرفت ایک مستقل علم ہے، یہ صحت وضعف اور جرح وتعدیل سے الگ فن ہے۔ ......حدیث کو بعض ایسی وجوہات سے بھی معلول قرار دیا جاتا ہے، جس میں راوی کے مجروح ہونے کا کوئی عمل دخل نہیں، کیونکہ مجروح راوی کی حدیث ساقط اور ضعیف ہوتی ہے اور حدیث کی (مخفی) علت اکثر ثقات راویوں کی احادیث میں ہوتی ہے کہ انہوں نے معلول حدیث کو بیان کیا ہوتا ہے، ان پر اس کی علت مخفی رہ جاتی ہے، وہ حدیث معلول قرار پاتی ہے۔ اس باب میں ہماری دلیل (ائمہ علل کا) حفظ، فہم اور معرفت ہے اور کچھ نہیں۔''

(معرفة علوم الحديث، ص 112)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْحَدِيثِ مِنَ السَّلَفِ عَلٰى إِنْكَارِهٖ ...... وَأَمَّا الْفُقَهَاءُ الْمُتَأَخِّرُونَ، فَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ نَظَرَ إِلٰى ثِقَةِ رِجَالِهٖ، فَظَنَّ صِحَّتَهُ، وَهٰؤُلَاءِ يَظُنُّونَ أَنَّ كُلَّ حَدِيثٍ رَوَاهُ ثِقَةٌ فَهُوَ صَحِيحٌ، وَلَا يَتَفَطَّنُونَ لِدَقَائِقِ عِلْمِ عِلَلِ الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کے منکر ہونے پر پہلے محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ ......البتہ

متاخرین فقہا میں سے اکثر نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کو دیکھا، تو روایت کو صحیح خیال کر لیا، ان فقہا نے سمجھا کہ جس حدیث کو ثقہ راوی روایت کرے، وہ صحیح ہوتی ہے، وہ علل حدیث کی باریکیوں سے واقف نہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب :363/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ : هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، قُلْتُ : إِسْنَادُهٗ ظَاهِرُهُ الصِّحَّةُ ...... لٰكِنْ أَبُو حَاتِمٍ إِمَامٌ لَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِ بِالْبُطْلَانِ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهٗ .

''امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے علل میں اس حدیث کو باطل کہا ہے۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ بظاہر اس کی سند صحیح ہے۔ ...... لیکن امام ابو حاتم رحمہ اللہ (علل حدیث کا) امام ہے، آپ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باطل ہونے کا حکم (اس کی مخفی علت پر) مطلع ہونے کے بعد ہی لگایا ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 304/2)

سوال: جامع ترمذی حدیث (۱۴) کے تحت امام اعمش رحمہ اللہ کا قول ہے:

كَانَ أَبِي حَمِيلًا فَوَرَّثَهٗ مَسْرُوقٌ .

''میرا والد ''حمیل'' تھا، مسروق بن اجدع نے اسے وارث قرار دیا۔''

اس عبارت کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: حمیل سے مراد وہ بچہ ہے، جو ماں کے پیٹ میں ہو اور اس کی ماں کو دار الحرب میں گرفتار کر لیا جائے۔ پیدائش کے بعد کیا یہ بچہ اپنی ماں کا وارث بنے گا یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے۔

بعض کے نزدیک یہ بچہ محض ماں کے دعویٰ سے وارث نہیں بنے گا، بلکہ دلیل مزید کی بھی ضرورت ہوگی۔

درست بات یہ ہے کہ یہ بچہ اپنی ماں کا وارث بنے گا۔اس پر مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی، محض ماں کے دعویٰ سے وارث قرار پائے گا۔ ماں اور بیٹے کا ایک ساتھ گرفتار ہونا بھی دلیل ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ کے والد مہران بھی حمیل تھے، جب ان کا بھائی یعنی ماں کا وہ بیٹا جو دارالاسلام میں پیدا ہوا تھا، وہ فوت ہوا، تو امام مسروق بن اجدع رحمہ اللہ نے فیصلہ کیا کہ مہران بھی اپنے بھائی کا وارث بنے گا۔

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَرِّثِ الْحَمِيلَ .

”حمیل کو وارث بنائیں۔“

(سنن الدّارمي : 3138، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ حمیل کو وراثت اس وقت ملے گی، جب وہ آزاد ہوگا۔ اگر وہ غلام ہو، تو محروم ہوگا، کیونکہ غلامی وراثت میں مانع ہے، لہٰذا اس صورت میں حمیل اور مورث کا آزاد ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا ذمی کافر سے زکوٰۃ لی جائے گی؟

جواب: زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر ہے، کافر ذمی یا غیر ذمی پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ واجب ہی تب ہوتی ہے، جب اسلام کا اقرار کیا جائے، تو جب ذمی اسلام کا اقرار ہی نہیں کرتا، تو اس سے زکوٰۃ وصول کرنا کیونکر جائز ہوگا؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ إِلَى الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَمَنْ مَعَهٗ مِنْ مَعَافِرَ وَهَمْدَانَ : عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي صَدَقَةِ الثِّمَارِ أَوْ قَالَ : الْعَقَارِ عُشْرُ مَا تَسْقِي الْعَيْنُ وَمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَعَلٰى مَا يُسْقٰى بِالْغَرْبِ نِصْفُ الْعُشْرِ .

''نبی کریم ﷺ نے اہل یمن میں حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافر اور ہمدان کی طرف خط لکھا: مومنوں پر پھلوں میں (یا فرمایا:) بارانی زمین میں عشر ہے اور غیر بارانی زمین میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 7487، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ : «عَلَى الْمُؤْمِنِينَ» كَالدَّلَالَةِ عَلٰى أَنَّهَا لَا تُؤْخَذُ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''فرمان نبوی: ''مومنوں پر......'' میں دلیل ہے کہ اہل ذمہ سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی، واللہ اعلم!''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الحديث : 7487)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ روایت ہے:

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِنَضْحٍ، أَوْ غَرْبٍ؛

نِصْفُ الْعُشْرِ، فِي قَلِيلِهٖ وَكَثِيرِهٖ .

''جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہو،اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی اور جسے جانوروں یا کنویں سے سیراب کیا جاتا ہو،اس کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ،اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی۔''

(التّحقيق لابن الجوزي : 962، نصب الرّاية للزّيلعي : 385/2)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① ابو مطیع بلخی سخت ضعیف ہے۔

② اس کا استاذ بھی باتفاقِ محدثین ''ضعیف'' ہے۔

③ ابان بن ابی عیاش کے ''ضعیف ومتروک'' ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

❀ امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَأَنْ أَزْنِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ .

''ابان بن ابوعیاش سے حدیث لینے کی نسبت زنا کرنا مجھے بہتر لگتا ہے۔''

(كتاب المَجروحين لابن حبّان : 97/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ جِدًّا .

''سخت ضعیف ہے۔''

(نصب الرّاية : 385/2)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ لَّا يُسَاوِي شَيْئًا .

’’یہ سند کسی کام کی نہیں۔‘‘

(التّحقیق : 962)

❁ علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب (1397ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ تَابَعَهٗ عَنْ أَنَسٍ عِنْدَ الْبَزَّارِ .

’’قتادہ نے مسند بزار میں انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے میں اس کی متابعت کی ہے۔‘‘

(مَعارف السّنن : 203/5)

لیکن حقیقت میں کوئی متابعت موجود نہیں۔

④ ’’رجل‘‘ کا واسطہ ہے اور یہ ’’مبہم و مجہول‘‘ ہے۔

سوال: کھانے پینے کی شے میں مکھی یا مچھر وغیرہ گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کھانے پینے کی شے میں مکھی وغیرہ گر جائے، تو اسے ڈبو کر باہر نکال دینا چاہیے، کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔ مکھی گرتے وقت بیماری والا پَر نیچے لگاتی ہے، جب اسے ڈبو دیا جائے، تو شفا والے پَر سے بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کھانے یا پینے کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالْأُخْرٰى شِفَاءً .

’’جب کسی کے پانی میں مکھی گر جائے، تو اسے ڈبوئے، پھر نکال دے، کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3320)

❀ ثمامہ بن عبداللہ بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَقَعَ ذُبَابٌ فِي إِنَاءٍ فَقَالَ أَنَسٌ بِإِصْبَعِهٖ فَغَمَسَهٗ فِي الْمَاءِ ثَلاثًا وَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَمَرَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا ذٰلِكَ، وَقَالَ : أَحَدُ جَنَاحَيْهِ دَاءٌ وَفِي الْآخَرِ شِفَاءٌ .

''ہم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ مکھی ان کے برتن میں گر گئی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی سے اسے پانی میں تین دفعہ ڈبویا اور کہا: بسم اللہ! اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ ایسا ہی کریں، اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔''

(المُختارة للضّياء : 206/5، ح : 1835، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سعید بن خالد قارظی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَزُورُهٗ بِقُبَاءَ، فَقَدَّمَ إِلَيْنَا زُبْدًا وَّكُتْلَةً، فَسَقَطَ فِي الزُّبْدِ ذُبَابٌ، فَجَعَلَ أَبُو سَلَمَةَ يَمْقُلُهٗ بِخِنْصَرِهٖ، فَقُلْتُ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا خَالُ، مَا تَصْنَعُ؟، فَقَالَ : إِنِّى سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا سَقَطَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ؛ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً، وَإِنَّهٗ يُقَدِّمُ السُّمَّ، وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ .

''میں سیدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے قبا میں حاضر ہوا، انہوں

نے ہمیں مکھن اور (گوشت کا ایک بڑا) ٹکڑا پیش کیا، مکھن میں مکھی گر گئی، ابوسلمہ رحمہ اللہ اس کو اپنے ہاتھ سے ڈبونے لگے، میں نے کہا: اللہ آپ کو معاف کرے، ماموں جان! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مکھی کھانے میں گر جائے، تو اسے ڈبوئیں، کیونکہ اس کے ایک پَر میں زہر (بیماری) اور دوسرے میں شفا ہے، مکھی زہر والا پَر پہلے نیچے لے جاتی ہے اور شفا والا اوپر رکھتی ہے۔''

(مسند أحمد: 3/24، 67، شرح مشكل الآثار للطّحاوي: 3289، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (388) لکھتے ہیں:

''اس روایت کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں، جو ہر چیز کو مشاہدے اور حس سے پرکھنے کا رجحان رکھتے ہیں، وہ اسی چیز کو مانتے ہیں، جو ان کے ہاں تجربے سے صحیح قرار پائی ہو، یا عرف میں صحیح ہو۔ اور وہ لوگ جن کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے نور سے کھول کر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت بھر دیا ہے، وہ لوگ کچھ ایسا مزاج رکھتے ہیں کہ جب روایت ثابت ہو جائے، پھر اس کا انکار نہیں کرتے۔

یہ قاعدہ سرے سے غلط ہے کہ صحیح صرف وہ ہوتا ہے، جس کی نظیر موجود ہو، محض چیز کی دلیل کی موجودگی سے چیز صحیح ہو جاتی ہے۔ کسی چیز پر عقلی دلالت قائم ہو جائے اور اس بارے میں صحیح روایت مل جائے، تو ان دونوں سے اس چیز کو تسلیم کرنا واجب ہو جاتا ہے اور فسادیوں کی دلیل کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ شہد کی مکھی سے کیوں تعجب نہیں کرتے؟ اللہ نے اس کے پر میں زہر اور شفا جمع کر

دیئے ہیں، اوپر والے پَر سے شہد بناتی ہے اور نیچے والے سے کاٹ کر سوجا دیتی ہے، انسان کا دشمن سانپ ہے، اس کے زہر سے انسان مرجاتا ہے، لیکن اس کا گوشت اس کے زہر کا تریاق اکبر ہے، یہ چیز کئی چیزوں میں ہے اور اطبا کے ہاں معروف ہے، حتی کہ عوام کے ہاں بھی معروف ہے، بلکہ مکھی کو اثمد سرمے میں ڈال کر اس سے آنکھیں تیز کرنے کی دوا بنائی جاتی ہے، اس سے نظر تیز ہوتی ہے، اسی طرح جس کو کتا کاٹ لے اس کے منہ پر مکھیاں ملی جاتی ہیں، اس سیکتے کا زہر بہت جلد مرجاتا ہے۔ یہ تو ہوئے اطبا کے اقوال جن کے مطابق ایک ہی چیز میں ایک ہی وقت زہر اور شفا ہوتی ہے، لیکن ان اقوال کی ہمیں کوئی حاجت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ صادق مصدوق ہیں، آپ کے پاس اللہ کی وحی آتی ہے۔ یہ اقوال تو ہم ان کے لئے پیش کر رہے ہیں، جو اپنے استاد بقراط کے اقوال کی بنا پر ہر چیز میں تجربہ کی بات کرتے ہیں۔“

(إعلام الحديث : 2141/3)

❀ نیز لکھتے ہیں:

”یہ سوال جاہل یا جان بوجھ کر جاہل بننے والا کرسکتا ہے، جو اپنے نفس میں اور حیوانوں کے انفاس کو دیکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ نے ایک ہی چیز میں ایک ہی وقت میں خشکی تری، گرمی سردی کے مزاج جمع کر دیئے ہیں، حالانکہ یہ متضاد اشیا ہیں، جب ملتی ہیں، فساد میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ ان چیزوں کو جمع کر دیتا ہے۔ اس کو حیوان کی قوت بنا دیتا ہے، کہ اس کی وجہ ہی سے اس حیوان کی بقا ہوتی ہے، اور ضروری ہو جاتا ہے کہ اس میں ایک ہی

وقت میں بیماری اور شفا جمع ہو جاتی ہے۔ اللہ مکھی کو الہام کرتا ہے کہ حیران کن گھر بنائے اور اس میں شہد تیار کرے، وہ چیونٹی کو الہام کرتا ہے اپنا کھانا جمع کر کے رکھ لے، تاکہ بعد میں کھا لے، مکھی بھی اسی رب نے بنائی ہے، اس کو بھی ایک راہ دکھا سکتا ہے کہ ایک پر کو اندر لے جائے دوسرے کو اوپر رکھ لے، جب اس کے ابتلا کا ارادہ کرے، یہ تعبد کے مدارج ہیں اور جن کو مکلّف بنایا گیا ہے، ان کا امتحان ہیں، ہر چیز میں عبرت ہے اور حکمت ہے، اس کو صرف وہی لوگ یاد کرتے ہیں، جو اولوا الالباب ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 239/4)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ أَمْرَانِ ؛ أَمْرٌ فِقْهِيٌّ، وَأَمْرٌ طِبِّيٌّ، فَأَمَّا الْفِقْهِيُّ فَهُوَ دَلِيلٌ ظَاهِرُ الدَّلَالَةِ جِدًّا عَلٰى أَنَّ الذُّبَابَ إِذَا مَاتَ فِي مَاءٍ أَوْ مَائِعٍ فَإِنَّهٗ لَا يُنَجِّسُهٗ، وَهٰذَا قَوْلُ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ، وَلَا يُعْرَفُ فِي السَّلَفِ مُخَالِفٌ فِي ذٰلِكَ، وَوَجْهُ الْاِسْتِدْلَالِ بِهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمَقْلِهٖ، وَهُوَ غَمْسُهٗ فِي الطَّعَامِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهٗ يَمُوتُ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ الطَّعَامُ حَارًّا، فَلَوْ كَانَ يُنَجِّسُهٗ لَكَانَ أَمْرًا بِإِفْسَادِ الطَّعَامِ، وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَمَرَ بِإِصْلَاحِهٖ ....

وَأَمَّا الْمَعْنَى الطِّبِّيُّ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ : مَعْنَى امْقُلُوهُ : اغْمِسُوهُ

لِيَخْرُجَ الشِّفَاءُ مِنْهُ، كَمَا خَرَجَ الدَّاءُ، يُقَالُ لِلرَّجُلَيْنِ : هُمَا يَتَمَاقَلَانِ، إِذَا تَغَاطَّا فِي الْمَاءِ .

وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الذُّبَابِ عِنْدَهُمْ قُوَّةً سُمِّيَّةً يَدُلُّ عَلَيْهَا الْوَرَمُ، وَالْحِكَّةُ الْعَارِضَةُ عَنْ لَسْعِهِ، وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ السِّلَاحِ، فَإِذَا سَقَطَ فِيمَا يُؤْذِيهِ، اتَّقَاهُ بِسِلَاحِهِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَابِلَ تِلْكَ السُّمِّيَّةَ بِمَا أَوْدَعَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فِي جَنَاحِهِ الْآخَرِ مِنَ الشِّفَاءِ، فَيُغْمَسُ كُلُّهٗ فِي الْمَاءِ وَالطَّعَامِ، فَيُقَابِلُ الْمَادَّةَ السُّمِّيَّةَ الْمَادَّةُ النَّافِعَةُ، فَيَزُولُ ضَرَرُهَا، وَهٰذَا طِبٌّ لَا يَهْتَدِي إِلَيْهِ كِبَارُ الْأَطِبَّاءِ وَأَئِمَّتُهُمْ، بَلْ هُوَ خَارِجٌ مِنْ مِشْكَاةِ النُّبُوَّةِ، وَمَعَ هٰذَا فَالطَّبِيبُ الْعَالِمُ الْعَارِفُ الْمُوَفَّقُ يَخْضَعُ لِهٰذَا الْعِلَاجِ، وَيُقِرُّ لِمَنْ جَاءَ بِهِ بِأَنَّهٗ أَكْمَلُ الْخَلْقِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَأَنَّهٗ مُؤَيَّدٌ بِوَحْيٍ إِلٰهِيٍّ خَارِجٍ عَنِ الْقُوَى الْبَشَرِيَّةِ .

''اس حدیث میں دو طرح کے امور سے بحث ہے؛ ایک فقہی اور ایک طبی، فقہی مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ جب پانی یا کسی مائع چیز میں مکھی گر جائے، تو وہ نجس نہیں ہوگا۔ یہ جمہور علما کا قول ہے۔ سلف میں سے کوئی شخص اس کا مخالف نظر نہیں آتا۔ یہ استدلال اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈبونے کا حکم دیا ہے اور ڈبونے سے وہ پوری پانی میں داخل ہو جائے اور مر جائے گی اور اگر سالن گرم ہوا، تو بالاولی مر جائے گی، اگر اس کے مرنے سے سالن یا پانی نجس

ہوتا، تو آپ ﷺ اس کھانے کو ضائع کرنے کا حکم دیتے، لیکن آپ ﷺ نے صرف (مکھی ڈبو کر) کھانے کی اصلاح کا حکم فرمایا۔

طبی لحاظ سے ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کو ڈبو دو، تاکہ اس سے شفا نکل آئے۔ جس طرح اس سے بیماری نکلی تھی۔

یاد رکھیں کہ مکھی میں زہریلی طاقت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات سوج بھی پڑ جاتی ہے۔ اس کے لڑنے سے عارضی طور پر کھجلی بھی ہو جاتی ہے۔ تو یہ اس کا ہتھیار ہے۔ جب کسی ایسی جگہ میں گرتی ہے، جہاں اسے تکلیف ہو، تو وہاں اپنے ہتھیار سے بچاؤ کرتی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس زہر کا مقابلہ اس کے دوسرے شفا والے پَر کو ڈبو کر کیا جائے۔ جب وہ پوری مکھی پانی میں ڈوب جائے گی، تو اس کا زہریلا مادہ اس کے شفا والے مادے سے ختم ہو جائے گا۔ یوں اس کا ضرر ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ طب ہے، جس کو بڑے بڑے اطبا بھی نہیں جان سکے، یہ نبوت کے چراغ سے ملی ہے۔ البتہ ایک ماہر عالم طبیب، جس کو اللہ توفیق دے، وہ اس علاج کے سامنے سر جھکا دے گا اور آپ کی لائی ہوئی وحی کا اقرار کرے گا، کیونکہ آپ ﷺ کامل ترین مخلوق ہیں۔ وہ وحی الٰہی کی تائید کرے گا، جو قوی بشریہ سے خارج ہوتی ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد : 4/112)

سوال: سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر سفر میں روزہ رکھنے سے دشواری محسوس نہ ہو، تو روزہ رکھا جا سکتا ہے، البتہ اگر مشکل پیش آئے، تو سفر میں روزہ ترک کرنا اولیٰ ہے۔

❁ سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَجِدُ بِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللّٰهِ، فَمَنْ أَخَذَ بِهَا، فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ.

''اللہ کے رسول! میں سفر میں روزہ رکھنے کی (جسمانی) استطاعت رکھتا ہوں، کیا مجھ پر گناہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں (فرض) روزہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے، لہٰذا جس نے اس رخصت کو اختیار کیا، اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے روزہ رکھنا چاہا، تو کوئی حرج نہیں۔''

(صحيح مسلم: 1121)

البتہ اگر سفر میں روزہ رکھنا بہت مشکل ہو، تو رخصت کو چھوڑ کر روزہ رکھنا درست نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟، فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر پر تھے، اسی اثنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا ہجوم دیکھا، ایک شخص پر سایہ کیا گیا تھا، تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اس نے روزہ رکھا ہوا ہے، فرمایا: سفر میں (مشقت کے ساتھ) روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري: 1946، صحيح مسلم: 1115)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا جُلُوسًا نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا مِنْ بَعْضِ بُيُوتِ نِسَائِهٖ، قَالَ : فَقُمْنَا مَعَهٗ، فَانْقَطَعَتْ نَعْلُهٗ، فَتَخَلَّفَ عَلَيْهَا عَلِيٌّ يَخْصِفُهَا، فَمَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَضَيْنَا مَعَهٗ، ثُمَّ قَامَ يَنْتَظِرُهٗ وَقُمْنَا مَعَهٗ، فَقَالَ : إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلٰى تَأْوِيلِ هٰذَا الْقُرْآنِ، كَمَا قَاتَلْتُ عَلٰى تَنْزِيلِهٖ، فَاسْتَشْرَفْنَا وَفِينَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ : لَا، وَلٰكِنَّهٗ خَاصِفُ النَّعْلِ، قَالَ : فَجِئْنَا نُبَشِّرُهٗ، قَالَ : وَكَأَنَّهٗ قَدْ سَمِعَهٗ .

”ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ کے گھر سے تشریف لائے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیئے، راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا ٹوٹ گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ رُک کر جوتا گانٹھنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل پڑے، ہم بھی چلتے رہے۔ ایک جگہ پہنچ کر کھڑے ہو

گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے، ہم بھی کھڑے ہو گئے، اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ میں ایک ایسا آدمی ہوگا، جو قرآن کریم کی تاویل وتفسیر پر اسی طرح قتال کرے گا، جیسے میں نے اس کی تنزیل پر قتال کیا تھا۔ یہ سن کر ہم جھانک جھانک کر دیکھنے لگے، اس وقت ہمارے درمیان سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ خاصف النعل (جوتا گانٹھنے والا) ہے۔ اس پر ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے آئے، تو ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے بھی یہ سن لی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 82/3)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۹۳۷) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۲۲/۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ حدیث اعلام نبوت میں سے ہے۔ جس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منقبت وفضیلت ثابت ہوتی ہے کہ فتنہ خوارج کے خلاف برسرپیکار ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدح وتعریف فرمائی ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيْثٌ فِي مَدْحِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى قِتَالِ الْخَوَارِجِ قَبَّحَهُمُ اللّٰهُ .

''اس حدیث میں خوارج کے خلاف قتال کرنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے، اللہ خوارج کو تباہ وبرباد کرے۔''

(البِداية والنّهاية : 305/7)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا كَانَ حَلَالًا؛ الصَّائِمُ، وَالْمُتَسَحِّرُ، وَالْمُرابِطُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''تین طرح کے لوگ حلال کھائیں، تو ان سے کھانے کے متعلق حساب نہیں ہوگا؛ ① روزہ دار (روزہ افطار کرنے والا) ② سحری کھانے والا ③ راہِ خدا میں پہرہ دینے والا۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : 12012)

جواب: روایت من گھڑت ہے۔

① ابوصباح عبدالغفور واسطی ''وضاع'' ہے۔

② عبداللہ بن عصمہ ''مجہول'' ہے۔

تنبیہ:

اس معنی کی روایات دیگر صحابہ سے بھی مروی ہیں، سب کی سب ضعیف و باطل ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

قَدِمَ وَفْدُ ثَقِيفٍ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنِ الْإِيمَانِ أَيَزِيدُ أَوْ يَنْقُصُ قَالَ : إِيمَانٌ مُتَثَبِّتٌ فِي الْقُلُوبِ كَالْجِبَالِ الرَّوَاسِي وَزِيَادَتُهُ

وَنُقْصَانُهُ كُفْرٌ .

''بنوثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ سے ایمان کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئے ہیں، ایمان میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے؟ فرمایا: ایمان دلوں میں پہاڑوں کی طرح ثابت رہتا ہے، اس میں زیادتی یا کمی کفر ہے۔''

(كتاب المَجروحين لابن حبان : 103/2)

جواب: روایت جھوٹی ہے۔

① عثمان بن عبداللہ اُموی ''کذاب'' ہے۔

② ابومہزم تمیمی بصری ''متروک'' ہے۔

③ جعفر بن احمد بن سلمہ سلمی نیشاپوری کی توثیق نہیں۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا شَيْءٌ وَضَعَهُ أَبُو مُطِيعٍ الْبَلْخِيُّ عَلٰى حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فَسَرَقَهُ هٰذَا الشَّيْخُ وَحَدَّثَ عَنْهُ .

''اس روایت دراصل ابومطیع بلخی نے گھڑ کر حماد بن سلمہ سے منسوب کر دیا۔ پھر اس شیخ (عثمان بن عبداللہ اُموی) نے اس حدیث کا سرقہ کر کے بیان کر دیا۔''

(كتاب المَجروحين : 103/2)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَرْجِعُ مِنْهُ إِلَى الصِّحَّةِ، وَلَيْسَ هٰذَ الْحَدِيثُ أَصْلًا مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ

اللّٰهِ الْمَغْرِبِيُّ هٰذَا كَذَّابٌ، فَسَرَقَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي مُطِيعٍ .

''یہ حدیث کسی لحاظ سے صحیح نہیں ہوسکتی، رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ عثمان بن عبداللہ مغربی کذاب ہے، اس نے یہ حدیث ابو مطیع بلخی سے سرقہ کی ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :146/1)

تنبیہ:

جس طریق میں ابو مطیع بلخی کا ذکر ہے، وہ بھی کذاب اور نامعلوم افراد پر مشتمل ہے۔

سوال: کیا روزہ دار دوران سفر روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب: دوران سفر روزہ ختم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، رمضان کے بعد قضا کر لے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ عَامَ الْفَتْحِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ أَفْطَرَ .

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال (سفر میں) روزہ رکھا، جب کدید نامی جگہ پر پہنچے، تو روزہ توڑ دیا۔''

(صحيح البخاري : 1944، صحيح مسلم : 1113، المُنتقى لابن الجارود : 398)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيهِ طَعَامٌ مِنَ الطُّعْمِ

وَشِفَاءٌ مِنَ السُّقْمِ .

”روئے زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم ہے، اس میں مکمل غذا ہے اور بیماریوں سے شفا ہے۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11167، المعجم الأوسط للطّبراني : 8129)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف بھی مروی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں دن کے آخری وقت مسواک کرتے تھے۔“

(كتاب المَجروحين لابن حبان : 144/1)

جواب: سند باطل ہے۔ ابو میسرہ احمد بن عبداللہ بن میسرہ حرانی سخت ضعیف ہے۔ اس روایت کو مرفوع بیان کرنا خطا ہے، اس کا موقوف ہونا ہی درست ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ”باطل“ کہا ہے۔

(كتاب المَجروحين : 144/1)

فائدہ:

روزہ کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے۔

سوال: میت کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں، تو کیا انہیں تراشا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی کسی شرعی عذر کی بنا پر یا سستی و کاہلی کی وجہ سے ناخن نہ تراش سکا اور اسے موت آ گئی، تو زندہ لوگ اس کے ناخن نہیں تراشیں گے، کیونکہ اس عمل کی کوئی شرعی دلیل نہیں، نیز یہ عمل زندہ لوگوں کے لیے باعث ضرر ہے، جبکہ میت کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ عَانَةِ أَوْ ظُفُرِ الْمَيِّتِ .

''وہ میت کے زیرناف بال مونڈھنا اور اس کے ناخن تراشنا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 245/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کے خلاف اسلافِ امت سے کچھ ثابت نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے میت کو غسل دیا اور استرا منگوایا۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 246/3)

اس کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

تُقَلَّمُ أَظْفَارُ الْمَيِّتِ .

''میت کے ناخن اتار دیے جائیں گے۔''

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یہ بات حماد رحمہ اللہ کے سامنے ذکر کی، تو انہوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا:

أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَقْلَفَ، أَيُخْتَتَنُ؟

''بھلا بتائیے کہ اگر وہ مختون نہ ہو، تو کیا اس کا ختنہ بھی کیا جائے گا؟''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 246/3، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ سارے کام زندگی سے متعلق ہیں۔ اگر اس نے زندگی میں سستی کاہلی کی ہے، تو اس کا گناہ لکھ دیا گیا ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر ایسا نہ کر سکا، تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اب موت کے بعد کی صفائی پر کوئی جزا و سزا نہیں۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ ذٰلِكَ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ : إِذَا كَانَ أَقْلَفَ أَيُخْتَتَنُ؟، يَعْنِي : لَا يُفْعَلُ .

''بعض لوگ کہتے ہیں: میت کے ناخن کاٹ دیے جائیں، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ مختون ہو، تو کیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ یعنی ایسا کرنا درست نہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد لأبي داوٗد : 246/3)

جب غیر مختون کا موت کے بعد ختنہ کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں، تو ناخن اور بال کاٹنا بھی جائز نہیں۔

ثابت ہوا کہ میت کے ناخن کاٹنا درست نہیں۔ یہ مُردے کے لیے بے فائدہ اور زندوں کے لیے تکلیف دہ عمل ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ معبد بن ہوذہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِيَتَّقِهِ الصَّائِمُ .

''روزہ دار سرمہ لگانے سے اجتناب کرے۔''

(سنن أبي داود : 2377)

جواب: روایت ضعیف و منکر ہے۔

① عبدالرحمٰن بن نعمان بن معبد ''ضعیف'' ہے۔

② نعمان بن معبد ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/۵۳۰'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ اس روایت کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(سنن أبي داود، تحت الحديث: 2377)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی ''منکر'' کہا ہے۔

(مسائل أبي داود: 1891)

تنبیہ:

روزے میں سرمہ لگانا جائز ہے۔ اس بارے میں ممانعت یا کراہت ثابت نہیں۔

❀ امام سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ .

''میں اپنے اصحاب میں کسی کو نہیں جانتا، جو روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے کو مکروہ کہتا ہو۔''

(سنن أبي داود: 2379، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کے رد میں کون سی مثالیں بیان کی ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کی قباحت و بطلان کے سلسلے میں جو دلائل دیئے ہیں، ان میں بہت سی مثالیں بھی ہیں، جن میں شرک اور اہل شرک کو بدترین صورت میں پیش کر کے لوگوں کو ان سے متنفر کیا گیا ہے۔

❀ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرمان باری تعالیٰ: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾(الزُّمر : ٢٩) ''اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام میں بہت سے جھگڑالو مالک شریک ہیں اور ایک غلام ایسا ہے، جو خالص ایک ہی مالک کا ہے۔ کیا مثال میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ مثال اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشرک اور مؤحد کے لیے بیان کی ہے، مشرک اس غلام کی طرح ہے، جس میں ایک جماعت حصہ دار ہے، ان سب کو خوش کرنا اس کے بس کی بات نہیں اور موحد آدمی چونکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، تو اس کی مثال ایک آدمی کے غلام کی طرح، وہ اسی کے لیے خاص ہوتا ہے اور اس کے مقاصد کو بخوبی جانتا ہے، اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بھی اسے معلوم ہوتا ہے، وہ حصہ داروں کے بغض وعناد سے محفوظ ایک ہی مالک کا غیر متنازع فیہ غلام ہوتا ہے، اس کے مالک کا لطف وکرم، شفقت، احسان اور خیر خواہی بھی اسے حاصل ہوتی ہے، کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک ہی مالک کے لیے خاص، اس کی شفقت، تعاون، احسان، نظر کرم اور خیر سگالی کا مستحق بنتا ہے، جبکہ کئی حصہ دار مالکوں کا غلام، اس سے محروم رہتا ہے، سب تعریف اللہ کی ہے، لیکن اکثر مشرک اس بات کو نہیں جانتے۔''

(کتاب الأمثال، ص 53)

❀ نیز آیت مبارکہ : ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ﴾

(الرّوم : ۲۸) ''اللہ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے زیر دست غلاموں میں سے کوئی ہمارے دیئے ہوئے مال میں تمہارے شریک بن سکتے ہیں کہ تم اس (مال) میں برابر کے حصہ دار ہو جاؤ؟'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ ایک قیاسی دلیل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے لیے بیان کیا ہے جو اللہ کے بندوں اور اس کی زیر مملکت چیزوں کو اس کا شریک بناتے تھے، ان پر ایسی دلیل پیش کی، جس کی حقیقت وہ اپنے نفس کے اندر پاتے تھے اور اس کو سمجھنے کے لیے دوسروں کے محتاج نہیں تھے، سب سے عمدہ دلیل وہ ہے، جو انسان اپنے اندر سے حاصل کرے اور اپنے ہاں معلوم و معین طریقے سے حجت بنائے، چنانچہ فرمان ہوا کہ کیا تمہارے غلام اور لونڈیاں اس طرح تمہارے مال اور اہل میں شریک ہو سکتے ہیں کہ وہ تمہارے برابر ہو جائیں؟ جب تم اسے اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، تو میری مخلوق و مملوک ہستیوں کو میرے برابر کیوں کرتے ہو؟ اگر یہ کام تمہاری عقلوں کے مطابق تمہارے لیے باطل ہے، تو میرے لیے اسے کیوں ممکن سمجھتے ہو، حالانکہ یہ کام تمہارے حق میں ممکن ہے، کیونکہ تمہارے غلام تمہاری حقیقی ملکیت نہیں ہیں، بلکہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے مطیع کر دیا ہے، تم دونوں ہی میرے بندے ہو، جبکہ جن کو تم میرے شریک ٹھہراتے ہو، وہ میری مخلوق اور ملکیت ہیں۔ عقل والوں کے لیے آیات اسی طرح تفصیل سے بیان کی جاتی ہیں۔''

(کتاب الأمثال، ص 26)

فرمان الٰہی : ﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ

الْعَنْكَبُوتِ﴾(العنکبوت : ٤١) ''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے علاوہ کارساز بنائے ہوئے ہیں، مکڑی جیسی ہے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس مثال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کمزور ترین مخلوق ہیں، انہوں نے تو اللہ کے سوا کارساز بنائے تھے، لیکن وہ ان سے کمزوری کے علاوہ کچھ حاصل نہ کر سکے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۞كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا۞﴾(مریم : ٨١-٨٢) ''انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے، تاکہ ان کی مدد ہو سکے، لیکن وہ معبود ان کی مدد نہیں کر سکتے، عنقریب وہ (قیامت کے دن) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔'' ایک مقام پر مشرک قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ﴾(هود : ١٠١) ''ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، جب اللہ کا عذاب آیا، تو انہیں ان کے وہ معبودان باطلہ ذرا بھی بچا نہ سکے، جنہیں وہ اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے، انہوں نے سوائے ہلاکت کے انہیں کچھ نہ دیا۔'' یہ چاروں مقامات قرآنی وضاحت کرتے ہیں کہ جو بھی اللہ کے سوا کسی کو قوت بڑھوتری اور مدد کے لیے دوست بناتا ہے، اسے اس سے اپنے مقصود کے برعکس نتیجہ حاصل ہوتا ہے،

قرآن میں اس طرح کی اور مثالیں بھی ہیں، لیکن شرک کے بطلان، مشرک کے خسارے اور خلاف توقع نتائج کے حصول کی یہ سب سے بہترین اور واضح مثال ہے۔“

(کتاب الأمثال، ص 21)

۞ ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ﴾ (الحَجّ : ٣١)

”جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، گویا آسمان سے گر پڑا ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اس مثال اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے پر اس کی مطابقت پر غور کریں، اس تشبیہ میں آپ دو انداز اختیار کر سکتے ہیں؛ ایک تو یہ کہ اسے تشبیہ مرکب بنائیں، اس طرح اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے والا اس شخص سے تشبیہ دیا گیا ہے، جو خود اپنی ہلاکت کا ایسا سبب بنا کہ اب بچاؤ کی صورت نہیں، اسے آسمان سے گرنے والے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، پرندے اسے فضا میں ہی جھپٹ لیتے ہیں، اپنے پیٹوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈال لیتے ہیں، یا تیز تند ہوا اسے دور کے بیابان میں پھینک دیتی ہے، اس صورت میں آپ کو تشبیہ کے ہر فرد کو مشبہ بہ کے ہر فرد سے موازنہ کر کے نہیں دیکھنا پڑے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اسے تشبیہ مفرق بنائیں، چنانچہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے مقابلے میں لایا جائے گا، اس طرح ایمان و توحید کو شرف اور بلندی و وسعت میں آسمان سے تشبیہ دی گئی ہے جو اوپر چڑھنے اور نیچے اترنے کی جگہ ہے اور ایمان و توحید کے مخالف کو آسمان سے نیچے گرنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے، جہاں سخت تنگی ہے، پے در پے تکالیف ہیں اور ان پرندوں کو جو اسے نوچتے ہیں، ان کو ان

شیاطین کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی ہلاکت کی جگہوں کی طرف جوش دینے کے لیے بھیجتا ہے، چنانچہ ہر شیطان کا اس کے دین اور دل میں حصہ ہوتا ہے، جیسے ہر پرندے کا اس کے گوشت میں حصہ ہوتا ہے اور وہ ہوا جو اسے دور کی جگہ میں پھینکتی ہے، اس کی وہ خواہش ہے، جو اسے اپنا آپ آسمان سے نیچے اور دورترین جگہ میں پھینکنے پر آمادہ کرتی ہے۔''

(کتاب الأمثال، ص 46)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ **کعب احبار** رحمہ اللہ سے **مروی ہے:**

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ عَلٰى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِصِيًّا بِعَدَدِ الْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِينَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِهٖ شِيثَ، فَقَالَ : أَيْ بُنَيَّ! أَنْتَ خَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي، فَخُذْهَا بِعِمَارَةِ التَّقْوٰى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى، وَكُلَّمَا ذَكَرْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاذْكُرْ إِلٰى جَنْبِهِ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ اسْمَهٗ مَكْتُوبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ، وَأَنَا بَيْنَ الرُّوحِ وَالطِّينِ، ثُمَّ إِنِّي طُفْتُ السَّمٰوَاتِ، فَلَمْ أَرَ فِي السَّمَاءِ مَوْضِعًا إِلَّا رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكْتُوبًا عَلَيْهِ، وَإِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَسْكَنَنِي الْجَنَّةَ، فَلَمْ أَرَ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا وَّلَا غُرْفَةً إِلَّا رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَّكْتُوبًا عَلَيْهِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَّكْتُوبًا عَلٰى

نُحُورِ الْحُورِ الْعِينِ، وَعَلٰى وَرَقِ قَصَبِ آجَامِ الْجَنَّةِ، وَعَلٰى وَرَقِ شَجَرَةِ طُوبٰى، وَعَلٰى وَرَقِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَعَلٰى أَطْرَافِ الْحُجُبِ، وَبَيْنَ أَعْيُنِ الْمَلَائِكَةِ، فَأَكْثِرْ ذِكْرَه، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَذْكُرُه فِي كُلِّ سَاعَاتِهَا، صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر تمام انبیا مرسلین کی تعداد کے برابر لاٹھیاں نازل فرمائیں۔ پھر وہ اپنے بیٹے شیث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بیٹا! میرے بعد تُو میرا خلیفہ ہے۔ انہیں تقویٰ اور عروۂ وثقی کے ذریعے پکڑ لے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی لینا۔ میں نے اس وقت عرش کے پائے پر ان کا نام لکھا دیکھا تھا جب میں روح اور مٹی کے درمیان تھا۔ پھر میں نے آسمانوں کا چکر لگایا تو ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو۔ میرے رب نے مجھے جنت میں بسایا، تو میں نے جنت میں کوئی محل یا کمرہ نہیں دیکھا، جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جنت کی حوروں کے سینوں پر لکھا دیکھا، جنت کے محلات کی اینٹوں پر، طوبیٰ درخت کے پتوں پر، سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر، نور کے پردوں کے اطراف پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا۔ تُو ان کا ذکر کثرت سے کیا کر، کیونکہ فرشتے ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔''

(الدّیباج للخَتَّلي : 112، تاریخ ابن عساکر : 281/23)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن خالد دمشقی ہاشمی کے بارے میں ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ .

''یہ جھوٹ بولتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل : 244/7)

② شریح بن عبید نے کعب احبار کا زمانہ نہیں پایا۔

❀ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْهُ .

''شریح نے کعب رحمہ اللہ کا زمانہ نہیں پایا۔''

(تَهذيب الكمال : 8/324-325)

③ محمد بن زفر اصبہانی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

④ زکریا بن یحییٰ مدائنی کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ .

''میں اسے پہچان نہیں پایا۔''

(مَجمع الزّوائد : 10/125-126)

⑤ صاحب کتاب اسحاق ختلی کے متعلق دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

''قوی نہیں۔''

(سؤالات الحاكم : 58)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات الحاكم : 58)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِي كِتَابِهِ (الدِّيبَاجِ) أَشْيَاءُ مُنْكَرَةٌ .

''اس کی کتاب ''دیباج'' میں بہت سی منکر روایات ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 343/13)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

۞ سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يُرْفَعُ إِلَّا بِزَكَاةِ الْفِطْرِ .

''بلاشبہ ماہ رمضان آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے، جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے، اوپر نہیں چڑھتا۔''

(العِلَل المُتناهية لابن الجوزي : 8/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عبید بصری ''مجہول'' ہے۔

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المُتناهية : 8/2)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ صِيَامُ الْعَبْدِ مُعَلَّقًا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَتّٰى تُؤَدَّى زَكَاةُ فِطْرِهٖ .

''بندے کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں، تا آنکہ وہ اپنا صدقہ فطر ادا کر دے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 175/10)

سند سخت ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا، آخر سند تک سماع کی تصریح چاہیے۔

② عبدالرحمٰن بن عثمان کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا!

③ عین ممکن ہے کہ عبدالرحمٰن بن عثمان اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے مابین ایک یا زیادہ واسطے گرے ہوں۔

④ محمد بن ابی السری عسقلانی ''کثیر الغلط'' ہے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔''

(العِلَل المتناهية : 8/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ

مِّنْ شَبَهٍ، فَقَالَ لَهُ : مَا لِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ فَطَرَحَهُ، ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ : مَا لِي أَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهُ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهُ؟ قَالَ : اتَّخِذْهُ مِنْ وَّرِقٍ، وَّلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا .

''نبی ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا، اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے آپ سے بتوں کی بدبو کیوں آ رہی ہے؟ اس نے انگوٹھی پھینک دی۔ پھر آیا اور لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کو جہنمیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں، اس نے وہ بھی دے پھینکی اور عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! کون سی انگوٹھی پہنوں؟ فرمایا: چاندی کی، یاد رہے کہ انگوٹھی میں ایک مثقال (وزن) سے زائد چاندی استعمال نہیں کرنی۔''

(سنن أبي داود : 4223، السّنن الكبرٰى للنّسائي : 9442، سنن التّرمذي : 1888)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن مسلم مروزی ابوطیب کا معاملہ واضح نہیں ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ حَدِيثُهُ، وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 165/5)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ اسے ''الثقات'' (۷/۴۹) میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

يُخْطِىءُ وَيُخَالِفُ .

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۴/ ۴۱۵) فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ رَجُلٌ ضَعِيفٌ.

''اس کی سند میں ضعیف راوی ہے۔''

❀ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(السّنن الکبریٰ للنّسائي، تحت الحدیث: 9442)

سوال: کیا سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حبشی نے کیا تھا؟

جواب: ثابت نہیں۔ یہ روایت مسند احمد (۶/ ۴۲۷)، سنن ابی داود (۲۰۸۶) اور سنن نسائی (۳۳۵۲) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے، زہری کا عنعنہ ہے۔

معجم کبیر طبرانی (۲۳/ ۲۴۵) وغیرہ والی سند شدید ضعیف ہے۔

۱۔ ابوبکر بن ابی مریم سخت ضعیف ہے۔

۲،۳۔ محمد بن مصفی اور بقیہ دونوں تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں، آخر سند تک سماع کی تصریح چاہیے۔

صحیح مسلم (۲۵۰۱) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔ اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں واقدی کذاب کے قول پر مؤرخین کا اتفاق کوئی معنی نہیں رکھتا۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا عرفہ میں موجود حاجی یوم عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں؟

جواب: حجاج کرام اگر مشقت محسوس نہ کریں، تو عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں، اس بارے میں ممانعت والی روایت ثابت نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ .

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں (حاجیوں کے لیے) یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔''

(سنن أبي داود : 2440، سنن ابن ماجه : 1732)

سند ضعیف ہے۔ مہدی بن حرب عبدی ''مجہول الحال'' ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ .

''میں اسے نہیں پہچانتا۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 337/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ .

''میں اسے نہیں پہچانتا۔''

(سؤالات أبي داود : 473)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(المُحلّٰی بالآثار : 439/4)

❀ اس حدیث کے بارے میں حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَسَانِيدَ جِيَادٍ أَنَّهُ لَمْ يَصُمْ يَوْمَ عَرَفَةَ وَلَا يَصِحُّ عَنْهُ أَنَّهٗ نَهٰى عَنْ صَوْمِهٖ .

''اس روایت پر متابعت نہیں کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جید سندوں سے یہ ضرور ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرفہ میں) یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا، مگر یہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرفہ میں) یوم عرفہ کے روزہ سے منع کیا ہو۔''

(الضّعفاء الکبیر :298/1)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''اس حدیث سے حجت نہیں لی جائے گی۔''

(المُحلّٰی بالآثار : 439/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وُكِّلَ بِالشَّمْسِ تِسْعَةُ أَمْلَاكٍ يَرْمُونَهَا بِالثَّلْجِ كُلَّ يَوْمٍ، لَوْلَا

ذٰلِكَ مَا أَتَتْ عَلٰى شَيْءٍ إِلَّا أَحْرَقَتْهُ.

''سورج پر نو (۹) فرشتے مامور ہیں، جو (اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے) روزانہ اس پر برف پھینکتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا، تو سورج جس چیز پر بھی روشنی ڈالتا، اسے جلا کر راکھ کر دیتا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 7705، العَظمة لأبي الشّيخ : 1153/4)

جواب: روایت ضعیف و منکر ہے۔ عفیر بن معدان ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ يَكْثُرُ الرِّوَايَةَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَنَاكِيرِ مَا لَا أَصْلَ لَهٗ لَا يُشْتَغَلُ بِرِوَايَتِهٖ.

''یہ ضعیف الحدیث ہے، اس نے سلیم بن عامر عن ابی امامہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے بکثرت منکر روایات روایت کی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی روایت میں مشغول ہونا جائز نہیں۔''

(الجرح والتّعديل : 36/7)

مذکورہ روایت بھی اسی سند سے ہے، لہٰذا ''منکر و بے اصل'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَامَ نُوحٌ الدَّهْرَ إِلَّا يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى، وَصَامَ دَاوُدُ نِصْفَ الدَّهْرِ، وَصَامَ إِبْرَاهِيمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَامَ الدَّهْرَ

وَأَفْطَرَ الدَّهْرَ .

''نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ پورا سال روزے رکھے، داود علیہ السلام نے آدھا سال روزے رکھے اور ابراہیم علیہ السلام نے ہر مہینے تین دن کے روزے رکھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے (ثواب کے اعتبار سے) پورا سال روزے رکھے اور (حقیقت میں تقریباً) پورا سال روزے چھوڑے۔''

(سنن ابن ماجه : 1714، المُعجم الكبير للطّبراني : 133، شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 3563، واللّفظ لهٗ)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن لہیعہ ضعیف و مختلط ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِبْنُ لَهِيعَةَ، أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَقْبَلُونَ شَيْئًا مِّنْ حَدِيثِهٖ .

''اکثر اہل علم ابن لہیعہ کی کوئی بھی حدیث قبول نہیں کرتے۔''

(التّمهيد لما في الموطّا من المَعاني والأسانيد : 254/12)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالْاِتِّفَاقِ لِاخْتِلَالِ ضَبْطِهٖ .

''ابن لہیعہ حافظے کی خرابی کی بنا پر بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(خُلاصة الأحكام : 625/2)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَلْأَكْثَرُ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''اکثر اہل علم ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 13/7)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اِبْنُ لَهِيعَةُ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''ابن لہیعہ کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 365/10)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ جَمَاعَةٌ .

''محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(الجَوْهَر النّقِيّ : 286/3)

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مِمَّنْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(فتح المُغيث :221)

❀ حافظ ابراہیم بن موسیٰ ابو اسحاق ابناسی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(الشّذ الفياح من علوم ابن الصّلاح :201/1)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِ .

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(طَرح التّثريب : 64/6)

❁ **حافظ سیوطی** رحمہ اللہ **کہتے ہیں:**

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''ابن لہیعہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(تدريب الرّاوي : 294/1)

(سوال): درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ **سیدنا عبداللہ بن عباس** رضی اللہ عنہما **سے مروی ہے:**

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔''**

(مصنّف ابن أبي شيبة : 294/2، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 496/2، المعجم الكبير للطّبراني : 393/11)

(جواب): سند سخت ضعیف ہے، ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ''متروک الحدیث'' ہے۔ جمہور نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

❁ **علامہ قدوری حنفی** رحمہ اللہ **نے ''کذاب'' کہا ہے۔**

(التّجريد : 203/1)

❁ **علامہ زیلعی حنفی** رحمہ اللہ **لکھتے ہیں:**

هُوَ مَعْلُولٌ بِأَبِي شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، جَدِّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ

ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ، وَلَيَّنَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ، ثُمَّ إِنَّهٗ مُخَالِفٌ لِّلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ : كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ قَالَتْ : مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''یہ روایت ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول (ضعیف) ہے، جو کہ امام ابوبکر بن ابوشیبہ کا دادا ہے۔اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔امام ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل میں اسے کمزور قرار دیا ہے۔نیز یہ روایت اس صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے، جس میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کے بارے میں سوال کیا،تو آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔''

(نصب الرّاية : 153/2)

اس روایت کے متعلق علمائے احناف کی آراء:

(۱) علامہ انور شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَحَّ عَنْهُ ثَمَانُ رَكْعَاتٍ، وَأَمَّا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً، فَهُوْ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ وَعَلٰى ضَعْفِهِ اتِّفَاقٌ .

''آٹھ رکعات تراویح رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہیں اور بیس رکعت کی روایت ضعیف ہے، اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔''

(العَرف الشّذي :166/1)

(ب) علامہ عبدالشکور فاروقی صاحب نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(علم الفقہ، ص198)

(ج) مفتی دارالعلوم دیوبند عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

''ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:249/1)

(د) علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيْفٌ بِأَبِي شَيْبَةَ، مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ، مَعَ مُخَالِفَتِهٖ لِلصَّحِيحِ .

''حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ ابو شیبہ (ابراہیم بن عثمان) بالاتفاق ضعیف ہے، نیز یہ حدیث (صحیح بخاری و صحیح مسلم کی) صحیح (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا) کے بھی خلاف ہے۔''(منحة الخالق : 66/2)

یہی بات علامہ ابن ہمام حنفی(فتح القدير : 81/46)، علامہ عینی حنفی(عمدة القاري : 177/17)، ابن نجیم حنفی(البحر الرائق : 62/6)، ابن عابدین شامی حنفی(رد المحتار : 521/1)، ابو الحسن شرنبلانی حنفی (مراقي الفلاح : 442)، طحاوی حنفی (حاشية الطّحطاوي على الدر المختار :295/1)وغیرہم نے بھی کہی ہے۔

❀ امام صالح بن محمد جزرہ رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب : 21/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 254/4)

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ جِدًّا، لَّا تُقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ.

''یہ حدیث سخت ضعیف ہے، اس سے حجت ودلیل قائم نہیں ہوسکتی۔''

(المصابيح في صلاة التّراويح : 17)

احمد یار خان گجراتی صاحب اپنی کتاب ''جاء الحق'' (۲ / ۲٤۳) میں ''نمازِ جنازہ میں الحمد شریف تلاوت نہ کرو۔'' کی بحث میں امامِ ترمذی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ منکرِ حدیث ہے۔''

لیکن اپنی اسی کتاب (۱/٤٤۷) کے ضمیمہ میں مندرج رسالہ ''لمعات المصابیح علی رکعات التراویح'' میں اس کی حدیث کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ یہ منصفانہ رویہ نہیں ہے، واللہ اعلم!

نیز اس روایت میں حکم بن عتیبہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: کیا ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے؟

جواب: اعتکاف مسجد کے ساتھ خاص ہے، مرد اور عورت دونوں مسجد میں ہی اعتکاف کریں گے، اعتکاف ہر مسجد میں ہوسکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة : ۱۸۷)

''تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔''

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمَّ اللّٰهُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا وَلَمْ يَخُصَّ شَيْئًا مِنْهَا .

''اللہ تعالیٰ نے تمام مسجدوں کو شامل کیا ہے، کسی مسجد کو خاص نہیں کیا۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 313/1)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا .

''تمام مساجد میں اعتکاف (کا بیان)''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 2025)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ جَائِزٌ فِي جَمِيعِ الْمَسَاجِدِ عَلٰى ظَاهِرِ الْآيَةِ .

''آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔''

(الإشراف على مذاهب العلماء : 160/3)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا .

''میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 335، صحيح مسلم : 521)

❀ اس حدیث کے تحت علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِمَعْنٰى أَنَّهٗ تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِيهِ، وَإِلَّا فَقَدْ جَاءَ النَّصُّ وَالْإِجْمَاعُ بِأَنَّ الْبَوْلَ وَالْغَائِطَ جَائِزٌ فِيمَا عَدَا الْمَسْجِدَ، فَصَحَّ أَنَّهٗ لَيْسَ لِمَا عَدَا الْمَسْجِدِ حُكْمُ الْمَسْجِدِ ...... فَصَحَّ أَنْ لَا اعْتِكَافَ

إِلَّا فِي مَسْجِدٍ .

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پوری زمین میں نماز جائز ہے، ورنہ تو نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ پیشاب و پاخانہ مسجد کے علاوہ ہر جگہ جائز ہے، لہٰذا یہ بات درست ہے کہ مسجد کے علاوہ مقامات کا مسجد والا حکم نہیں ہے، یہ بھی درست ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار : 428/3)

③ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں ہو سکتا ہے، جس میں نماز با جماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

④، ⑤ امام حکم بن عتیبہ اور امام حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْتَكَفُ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يَجْمَعُونَ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں کیا جا سکتا ہے، جس میں لوگ با جماعت نماز پڑھتے ہوں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے، جس میں نماز با جماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ .

''اعتکاف اس مسجد میں درست ہے، جس میں نماز کی جماعت ہوتی ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا قِلَابَةَ اعْتَكَفَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهٖ .

''امام ابوقلابہ رحمہ اللہ نے اپنے علاقے کی مسجد میں اعتکاف کیا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 89/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالِاعْتِكَافِ فِي مَسَاجِدِ الْقَبَائِلِ .

''قبائل کی مساجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، أَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ الْاعْتِكَافُ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ يُجَمَّعُ فِيهِ .

''ہمارا اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك :313/1)

تنبیہ:

① سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

''اعتکاف صرف تین مسجدوں میں ہی جائز ہے؛① مسجد حرام،② مسجد نبوی، ③ مسجد بیت المقدس (اقصیٰ)۔''

(شرح مشکل الآثار : 201/7، ح :2771، السنن الکبریٰ للبیهقي : 519/4)

اس کی سند ضعیف ہے،سفیان بن عیینہ مدلس ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے عنعنہ کو مضر سمجھتے تھے۔

(علل ابن أبي حاتم :488/1)

لہٰذا حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء:۱۵/۸۱) کا اسے ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے منسوخ قرار دیا ہے۔

(شرح مشکل الآثار : 20/4)

اس روایت پر متقدمین ائمہ میں سے کسی نے عمل نہیں کیا۔ بلکہ سارے مسلمان متفق نظر آتے ہیں کہ اعتکاف کسی بھی مسجد میں ہوسکتا ہے۔

② سیدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ کا قول (مصنف عبدالرزاق :۸۰۱۴) عبدالرزاق بن ہمام اور سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز دوسرا قول (مصنف عبدالرزاق : ۸۰۶۱) عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ سعید بن مسیّب کے قول (ابن ابی شیبہ:۳/۹۰) میں قتادہ مدلس ہیں۔

⑤ عطاء بن ابی رباح کا قول (مصنف عبدالرزاق :۸۰۱۹) عبدالرزاق کے

عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلْحَاجِّ الرَّاكِبِ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوهَا رَاحِلَتُهُ سَبْعِينَ حَسَنَةً، وَالْمَاشِي بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعَ مِائَةِ حَسَنَةٍ .

''جو سواری پر سوار ہو کر حج کرے، تو سواری کے ہر قدم پر اسے ستر نیکیاں ملتی ہیں اور جو پیدل حج کرے، تو ہر قدم پر سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 12522)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اسے ''مرسل'' قرار دیا ہے۔

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ هٰذَا حديثٌ صَحِيحٌ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(عِلَل الحديث : 826)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (البقرة : ١٩٦) ''اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ کو مکمل کرو۔'' کی تفسیر میں فرمایا:

مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ أَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ أَهْلِكَ .

''حج کو مکمل کرنے میں سے ہے کہ آپ اپنے گھر سے احرام باندھیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 8929، شعب الإيمان للبيهقي : 3736)

جواب: سند ضعیف ہے۔ جابر بن نوح حمانی ''ضعیف'' ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 338/2)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا محل نظر ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الحديث : 8928)

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(شرح مشكل الوسيط : 323/3)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَنَدُهٗ وَاهٍ .

''اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔''

(المهذّب في السّنن : 1771/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ .

''جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف حج یا عمرے کا احرام باندھا، اس

کے پہلے اور بعد والے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے یا (فرمایا:) اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔‘‘

(سنن أبي داود: 1741)

جواب: روایت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن ابی سفیان ’’مجہول الحال‘‘ ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ’’الثقات: (۷/۵۹۷)‘‘ میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَيْخٌ مِنْ شُيُوخِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَيْسَ بِالْمَشْهُورِ.

’’اہل مدینہ کے شیوخ میں سے ایک شیخ ہے، یہ مشہور نہیں ہے۔‘‘

(الجرح والتّعديل: 155/9)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ’’مستور‘‘ کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب: 7560)

روایت کے بعض طرق میں سلیمان بن سحیم اور حکیمہ کے درمیان یحییٰ بن ابی سفیان کا واسطہ ذکر نہیں۔ یہاں واسطہ ذکر نہ کرنا وہم اور غلطی ہے۔

② حکیمہ کا سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

③ سند اور متن میں اضطراب بھی ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ الرُّوَاةُ فِي مَتْنِهِ وَإِسْنَادِهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا.

’’راویوں نے اس حدیث کے متن اور سند میں شدید اختلاف کیا ہے۔‘‘

(مختصر سنن أبي داود :508/1)

۞ اس حدیث کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث میں متابعت نہیں کی گئی۔''

(التاريخ الكبير :161/1)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت کو سخت ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(المحلی بالآثار : 60/5)

۞ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(بيان الوهم والإيهام : 209/2)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

''اس کی سند قوی نہیں۔''

(المَجموع : 200/7)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ لَا يَثْبُتُ، وَقَدِ اضْطُرِبَ فِيهِ إِسْنَادًا وَمَتْنًا اضْطِرَابًا شَدِيدًا .

''یہ حدیث ثابت نہیں، اس کی سند اور متن میں شدید اضطراب ہے۔''

(زاد المَعاد : 267/3)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ : إِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

”کئی حفاظ حدیث نے فرمایا: اس کی سند قوی نہیں۔“

(تهذيب السّنن : 284/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(البدر المُنير : 97/6، التوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 58/11)

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(التّعليق المُمجّد : 235/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةٌ أَوْ لِمَنْ بَعْدَنَا؟ قَالَ : بَلْ لَكُمْ خَاصَّةٌ .

”میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا حج کو فسخ کرنا (یعنی حج قران کو حج تمتع میں تبدیل کرنا) ہمارا خاصہ ہے یا ہم سے بعد والے بھی حج فسخ کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، یہ آپ لوگوں کا خاصہ ہے۔“

(سنن أبي داود : 1808)

جواب: سند ضعیف ہے۔ حارث بن بلال بن حارث کی توثیق نہیں۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا نَعْرِفُ هٰذَا الرَّجُلَ .

”ہم اس راوی کو نہیں پہچانتے۔“

(مسائل عبد اللّٰه : 758)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(المُحلّٰی بالآثار : 99/5)

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ حَالُهٗ .

''یہ مجہول الحال ہے۔''

(بيان الوهم والإيهام : 468/3)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ حَدِيثٌ فِي أَنَّ الْفَسْخَ كَانَ لَهُمْ خَاصَّةً .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں کہ حج کو فسخ کرنے کا جواز صحابہ کا خاصہ تھا۔''

(مسائل أبي داود : 1918)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ لَا يُكْتَبُ .

''اس حدیث کو (متابعت وشواہد میں بھی) نہ لکھا جائے۔''

(زاد المعاد : 179/2)

❀ مزید فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَشْهَدُ بِاللّٰهِ أَنَّ حَدِيثَ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ هٰذَا، لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ غَلَطٌ عَلَيْهِ .

''ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ والی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے ثابت نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کی طرف اس کی نسبت غلط ہے۔''

(زاد المعاد : 179/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَافِيَةٌ فَاقْبَلُوا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَتَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ نَسِيًّا، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾(مريم : ٦٤)

''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال کیا، وہ حلال ہے، جسے حرام قرار دیا، وہ حرام ہے اور جس کے متعلق کچھ نہیں کہا، وہ رخصت ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول کریں، کیونکہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھول گیا ہو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾''تیرا رب بھولتا نہیں۔''

(سنن الدّارقطني : 2066، مسند البزّار [كشف الأستار] : 123، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 3419)

جواب: سند ضعیف ہے، رجاء بن حیوہ کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَتُهٗ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مُرْسَلَةٌ.

''رجاء کی سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔''

(تهذيب التّهذيب : 266/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۹۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کا عرش مخلوق ہے؟

جواب: قرآن، حدیث اور ائمہ اہل سنت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ عرش الٰہی مخلوق ہے۔ لغوی اعتبار سے عرش بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا عرش مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش سے جدا اس کے اوپر بلند ہے، نیز متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، استوا اور نزول کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس کا عرش پر استوا اور نزول ایسے ہے، جیسے اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے، اس پر ایمان واجب ہے۔

عرش حق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی کرسی سے الگ مخلوق ہے، عرش کی جسامت اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عرش کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے، احادیث میں اس کے پائیوں کا ثبوت ہے۔ عرش الٰہی پر ایمان لانا اُمور غیبیہ میں سے ہے، کیونکہ عرش کی مکمل صفات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ کا عرش آسمانوں پر ہے، اس کا انکار کفر ہے۔

جہمیہ جیسے گمراہ فرقے عرش سے مراد بادشاہت لیتے ہیں، یہ باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے عرش کو پیدا کیا، عرش کے بعد پانی پیدا کیا، اس کے بعد عرش پر بلند ہوا۔ اللہ تعالیٰ عرش یا دیگر مخلوقات کا محتاج نہیں۔ عرش الٰہی کو فنا نہیں۔

قرآن وحدیث میں عرش الٰہی کی تخلیق اور اس کی صفات کا ثبوت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾(البروج : ۱۵)

''اللہ تعالیٰ بزرگی والا اور عرش کا خالق و مالک ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾(التّوبة : ۱۲۹)

''اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے۔''

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... إِشَارَةً إِلَى أَنَّ الْعَرْشَ مَرْبُوبٌ وَكُلُّ مَرْبُوبٍ مَخْلُوقٌ .

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ عرش کا رب ہے اور جس کا رب ہو، وہ مخلوق ہوتی ہے۔''

(فتح الباري : 405/13)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾(المؤمنون : ۱۱۶)

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ عزت والے عرش کا رب ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾(النّمل : ۲۶)

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ عظمت والے عرش کا رب ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ﴾(غافر : ٧)

”جوفرشتے اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش کے اردگرد ہیں۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾(هود : ٧)

”پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش (آسمانوں کے اوپر) پانی پر تھا۔“

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِذَا أَنَا بِمُوسٰى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ .

”اچانک میں (روزمحشر) دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔“

(صحيح البخاري : 2412، صحيح مسلم : 2374)

❀ اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي إِثْبَاتِ الْقَوَائِمِ لِلْعَرْشِ دَلَالَةً عَلٰى أَنَّهُ جِسْمٌ مُرَكَّبٌ لَهُ أَبْعَاضٌ وَأَجْزَاءٌ وَالْجِسْمُ الْمُؤَلَّفُ مُحْدَثٌ مَخْلُوقٌ .

”عرش کے پائے ثابت ہیں، جو اس بات پر دلیل ہیں کہ عرش مرکب جسم ہے، جس کے اجزاء ہیں۔ مرکب جسم مخلوق ہوتا ہے۔“

(فتح الباري : 405/13)

❀ سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى .

”اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، پھر اس پر بلند ہوا۔“

(مسند الإمام أحمد : 12/4، مسند الطيالسي : 1189، سنن التّرمذي : 3109، سنن ابن ماجه : 182، الأسماء والصفات للبيهقي : 864، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٤١) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(العُلو، ص 19)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَقَاوِيلُ أَهْلِ التَّفْسِيرِ عَلٰى أَنَّ الْعَرْشَ هُوَ السَّرِيرُ، وَأَنَّهٗ جِسْمٌ مُجَسَّمٌ، خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَمَرَ مَلَائِكَتَهٗ بِحَمْلِهٖ .

''مفسرین کے اقوال کے مطابق عرش سے مراد تخت ہے، یہ مجسم جسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو اسے اٹھانے کا حکم دیا ہے۔''

(الأسماء والصّفات : 272/2)

❀ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَدْءُ الْخَلْقِ الْعَرْشُ وَالْمَاءُ وَالْهَوَاءُ .

''(اللہ تعالیٰ کی) ابتدائی تخلیق عرش، پانی اور ہوا ہے۔''

(الأسماء والصّفات : 806)

❀ امام ابن ابی زمنین مالکی رحمہ اللہ (٣٩٩ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ قَوْلِ أَهْلِ اَلسُّنَّةِ : أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ الْعَرْشَ .

''اہل سنت والجماعت کا (اجماعی واتفاقی) عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کو پیدا کیا۔''

(أصول السنّة، ص 88)

❁ امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (۲۹۷ھ) فرماتے ہیں:

تَوَافَرَتِ الْأَخْبَارُ عَلٰی أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰی عَلَيْهِ بِذَاتِهٖ، ثُمَّ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ فَصَارَ مِنَ الْأَرْضِ إِلَی السَّمَاءِ وَمِنَ السَّمَاءِ إِلَی الْعَرْشِ، فَهُوَ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ وَفَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ مُتَخَلِّصًا مِّنْ خَلْقِهٖ، بَائِنًا مِّنْهُمْ، عِلْمُهٗ فِي خَلْقِهٖ، لَا يَخْرُجُونَ مِنْ عِلْمِهٖ.

”احادیث متواترہ اس پر دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہوا، چنانچہ وہ آسمانوں کے اوپر اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے علیحدہ وجدا ہے، اس کا علم اس کی مخلوق میں ہے، وہ اس کے علم سے باہر نہیں ہو سکتے۔“

(كتاب العرش، ص 2)

سوال: اللہ تعالیٰ کی کرسی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمان و زمین سے وسیع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے۔ اللہ کی کرسی سے مراد وہی کرسی ہے، جسے لغت میں کرسی کہا جاتا ہے، البتہ اس کی مکمل کیفیت اور ہیئت اللہ کے علم میں ہے، اس پر ایمان واجب ہے۔ اس کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماع سلف میں موجود ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (البقرة : ۲۵۵)

”اللہ تعالیٰ کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔“

العظمۃ لابی الشیخ (۵۵۲/۲، وسندہ حسن) میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرسی سے مراد موضع القدمین (پاؤں رکھنے کی جگہ) ہے۔ کئی اسلاف کی یہی تفسیر ہے۔ یا کرسی سے مراد حقیقی کرسی ہے، جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

✿ مشہور لغوی امام، ابو منصور ازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ رِوَايَةٌ اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى صِحَّتِهَا، وَالَّذِي رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْكُرْسِيِّ أَنَّهُ الْعِلْمُ، فَلَيْسَ مِمَّا يُثْبِتُهٗ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ .

”(عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی موضع القدمین والی) اس روایت کے صحیح ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ کرسی سے مراد علم ہے، تو اسے ائمہ حدیث ثابت نہیں سمجھتے۔“

(تہذیب اللّغة : 33/10)

کرسی کی تاویل علم، قدرت، عرش عظیم، عرش اور ساتویں آسمان کے دربان سے کرنا درست نہیں، اسلاف اُمت میں سے کسی سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ لَا يُفْنِيهِمَا ...... أَيْضًا وَإِنَّهُمَا لَمَخْلُوقَانِ

”عرش اور کرسی کو اللہ تعالیٰ فنا نہیں کرے گا، نیز یہ دونوں مخلوق ہیں۔“

(متن القَصيدة النّونية، ص 12)

سوال: کیا یہ سوال کرنا جائز ہے کہ (این اللہ؟) اللہ کہاں ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کس جہت میں ہے، اس بارے میں سوال کرنا جائز ہے اور جواب میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات کرنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اس کا علم وقدرت تمام مخلوقات کو محیط ہے، یہ ائمہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے، کتاب وسنت کی واضح نصوص اور آثار سلف اس پر دال ہیں۔

❀ سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعىٰ غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَابِيَّةِ، فَاطَّلَعَتْ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

”میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوابیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔ میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟

بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کردیں، یہ مؤمنہ ہے۔''

(صحیح مسلم: 537)

۞ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

مَعَانِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَاضِحَةٌ يَّسْتَغْنِي عَنِ الْكَلَامِ فِيهَا، وَأَمَّا قَوْلُهٗ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، فَعَلٰى هٰذَا أَهْلُ الْحَقِّ.

''اس حدیث کا مفہوم واضح ہے، جس پر مزید کلام کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کہ اللہ کہاں ہے؟ اور لونڈی کا جواب کہ آسمانوں کے اوپر ہے، اہل حق کا یہی عقیدہ ہے۔''

(التَّمهيد: 80/22)

۞ نیز لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ لِلْجَارِيَةِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَعَلٰى ذٰلِكَ جَمَاعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُمْ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَرُوَاتُهُ الْمُتَفَقِّهُونَ فِيهِ وَسَائِرُ نَقَلَتِهٖ، كُلُّهُمْ يَقُولُ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهٖ : ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه : ٥)، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ وَعِلْمُهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

''اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لونڈی سے کہنا کہ اللہ کہاں ہے؟ اسی پر اہل سنت والجماعت ہیں، جو کہ اہل حدیث، حدیث میں فقہ رکھنے والے رواۃ اور تمام ناقلین ہیں۔ وہ صرف وہی بات کہتے ہیں، جو اللہ نے اپنی

کتاب میں نازل فرمائی ہے:﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ: ٥)اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔''

(الاستذکار : 337/7)

❀ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) لکھتے ہیں:

فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَلَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، وَلَوْ كَانَ عَبْدًا، فَأُعْتِقَ لَمْ يُجِزْ فِي رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ، إِذْ لَا يَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ أَمَارَةَ إِيمَانِهَا مَعْرِفَتَهَا أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، وَفِي قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكْذِيبٌ لِّقَوْلِ مَنْ يَّقُولُ : هُوَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، لَا يُوصَفُ بِ «أَيْنَ»، لِأَنَّ شَيْئًا، لَّا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ يَّسْتَحِيلُ أَنْ يُّقَالَ : أَيْنَ هُوَ؟ وَلَا يُقَالُ : أَيْنَ إِلَّا لِمَنْ هُوَ فِي مَكَانٍ، يَّخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ.

وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا يَدَّعِي هٰؤُلَاءِ الزَّائِغَةُ، لَأَنْكَرَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهَا وَعِلْمَهَا، وَلٰكِنَّهَا عَلِمَتْ بِهٖ، فَصَدَّقَهَا رَسُولُ اللّٰهِ وَشَهِدَ لَهَا بِالْإِيمَانِ بِذٰلِكَ، وَلَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ كَمَا هُوَ فِي السَّمَاءِ لَمْ يَتِمَّ إِيمَانُهَا حَتّٰى تَعْرِفَهٗ فِي الْأَرْضِ كَمَا عَرَفَتْهُ فِي السَّمَاءِ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ اللہ زمین میں نہیں، بلکہ آسمانوں کے اوپر ہے، مومن نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا شخص غلام ہو اور آزاد کر دیا جائے، تو مومن گردن کی آزادی میں کام نہیں دے گا، کیونکہ وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر نہیں مانتا، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ نے اس (لونڈی) کے ایمان کی نشانی ہی اس کی اس معرفتِ الٰہی کو قرار دیا ہے کہ اللہ آسمانوں پر ہے، آپ ﷺ کے سوال کہ اللہ کہاں ہے؟ میں ان لوگوں کی بات کی تکذیب ہے، جو اللہ کو ہر جگہ مانتے ہیں، کیونکہ جو چیز ہر جگہ موجود ہو، اسے ''کہاں'' سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ جس چیز سے کوئی جگہ خالی نہ ہو، اس کی بابت یہ پوچھنا محال ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ''کہاں'' کا سوال اسی چیز کے متعلق کیا جائے گا، جو ایک جگہ میں ہو اور دوسری جگہ میں نہ ہو۔ اگر بات اسی طرح ہوتی، جس طرح یہ گمراہ لوگ دعوی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس لونڈی کی بات کو غلط قرار دیتے اور اسے تعلیم دیتے، لیکن اس نے اس حقیقت کو جان لیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تصدیق کی اور اس وجہ سے آپ نے اس کے ایمان کی گواہی بھی دی۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرح زمین میں بھی ہوتا، تو لونڈی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہونا تھا، جب تک وہ اس کے زمین میں ہونے کا بھی اقرار نہ کر لیتی، جیسا کہ اس نے اسے آسمانوں پر مانا تھا۔''

(الرّد علی الجهمية، ص 46-47)

❁ نیز لکھتے ہیں:

قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، دَلِيلٌ

عَلٰى أَنَّهَا لَوْ لَمْ تُؤْمِنْ بِأَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ لَمْ تَكُنْ مُؤْمِنَةً، وَأَنَّهٗ لَا يَجُوزُ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ إِلَّا مَنْ يَّحُدُّ اللّٰهَ أَنَّهٗ فِي السَّمَاءِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ .

''رسول اللہ ﷺ کا اسے مؤمنہ قرار دینا دلیل ہے کہ اگر وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم نہ کرتی، تو وہ مؤمنہ نہ ہوتی، نیز یہ کہ مومن گردن کی آزادی میں وہی غلام یا لونڈی کام دے سکے گی، جو اللہ و رسول کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم کرے۔''

(نقض الإمام الدّارمي على بشر المريسي :1/226)

❁ مزید لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيُ كُلُّهَا تُنَبِّئُكَ عَنِ اللّٰهِ أَنَّهٗ فِي مَوْضِعٍ، وَأَنَّهٗ عَلَى السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، وَأَنَّهٗ عَلَى الْعَرْشِ دُونَ مَا سِوَاهُ مِنَ الْمَوَاضِعِ، قَدْ عَرَفَ ذٰلِكَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَآمَنَ بِهٖ وَصَدَّقَ اللّٰهَ بِمَا فِيهِ، فَلِمَ تَحْكُمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ أَيُّهَا الْعَبْدُ الضَّعِيفُ بِمَا هُوَ مُكَذِّبُكَ فِي كِتَابِهٖ، وَيُكَذِّبُكَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَوَ لَمْ يَبْلُغْكَ حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ لِلْأَمَةِ السَّوْدَآءِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، فَهٰذَا يُنَبِّئُكَ أَنَّهٗ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَكَيْفَ تَتْرُكُ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُولُهٗ وَتَخْتَارُ عَلَيْهِمَا فِي

ذٰلِكَ قَوْلَ بِشْرٍ وَالثَّلْجِيِّ وَنُظَرَائِهِمَا مِنَ الْجَهْمِيَّةِ .

”یہ تمام آیات اللہ کے متعلق آپ کو آگاہ کرتی ہیں کہ وہ ایک جگہ میں ہے اور وہ جگہ آسمانوں کے اوپر ہے، نہ کہ زمین پر، نیز وہ عرش پر ہے، نہ کہ کسی اور جگہ پر۔ یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہو جاتی ہے، جو قرآن پڑھتا ہے، اس پر ایمان لاتا ہے اور اس میں موجود اللہ کے جملہ فرامین کی تصدیق کرتا ہے۔ اے کمزور انسان! تو اللہ پر وہ حکم کیسے لگاتا ہے، جسے اللہ اپنی کتاب میں اور اس کا رسول اپنے فرامین میں غلط قرار دیتا ہے یا آپ کو وہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ فام باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ کہا: آسمانوں کے اوپر۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مومنہ ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں۔ تو آپ کیونکر بشر اور ثلجی جیسے جہمیوں کی باتیں راجح قرار دیتے ہو، اللہ اور رسول ﷺ کو چھوڑ کر۔“

(النّقض على بشر المريسي :1/145-146)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

هٰكَذَا رَأَيْنَا فِي كُلِّ مَنْ يُّسْأَلُ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ يُبَادِرُ بِفِطْرَتِهٖ وَيَقُولُ : فِي السَّمَاءِ، فِي الْخَبَرِ مَسْأَلَتَانِ : إِحْدَاهُمَا : شَرْعِيَّةُ قَوْلِ الْمُسْلِمِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ وَثَانِيهِمَا : قَوْلُ الْمَسْئُولِ : فِي السَّمَاءِ، فَمَنْ أَنْكَرَ هَاتَيْنِ الْمَسْأَلَتَيْنِ، فَإِنَّمَا يُنْكِرُ عَلَى الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”جس سے بھی پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی فطرت

کے مطابق یہی کہے گا کہ آسمانوں میں ہے۔اس حدیث میں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان کے لیے یہ پوچھنا مشروع ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ جس سے سوال کیا جائے ،اس کا یہ کہنا بھی مشروع ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ان دو باتوں کا انکاری مصطفیٰ ﷺ کی بات کا انکاری ہے۔''

(العلوّ، ص 26)

✿ علامہ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (٦٠٠ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ أَجْهَلُ جَهْلًا، وَأَسْخَفُ عَقْلًا، وَأَضَلُّ سَبِيلًا مِّمَّنْ يَّقُولُ: إِنَّهٗ لَا يَجُوزُ أَنْ يُّقَالَ: أَيْنَ اللّٰهُ، بَعْدَ تَصْرِيحِ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ بِقَوْلِهٖ: أَيْنَ اللّٰهُ؟.

''اس سے بڑا جاہل، کم عقل اور گمراہ کون ہوسکتا ہے، جو صاحب شریعت (محمد رسول اللہ ﷺ) کی واضح صراحت کے بعد بھی کہے کہ أَيْنَ اللّٰهُ ''اللہ کہاں ہے؟'' کہنا جائز نہیں؟''

(الإقتصاد في الإعتقاد، ص 89)

بعض اس واضح نص کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں سوال اللہ کے مکان کا نہیں، بلکہ اس باندی کے دل میں رب تعالیٰ کی عظمت اور علومرتبت کا ہے اور اس کے جواب کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے، بلکہ مراد علومرتبت ہے۔

بعض اس حدیث کی یوں تحریف کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے باندی سے پوچھا کہ کیا تو اللہ کو خالق، مدبر اور فعّال سمجھتی ہے؟......وغیرہ

قرآن، حدیث اور سلف صالحین کے روشن فہم اور فطرت سلیمہ کے ہوتے ہوئے ان

تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں۔حق وہی ہے، جسے سلف نے اختیار کیا، کیونکہ وہ سب سے زیادہ قرآن اورحدیث کی نصوص کو سمجھنے والے تھے۔ائمہ محدثین نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کی دلیل لی ہے۔

سوال: امام ترمذی رحمہ اللہ اورآپ کی جامع کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔''ترمذ'' سمرقند میں واقع ہے، اسی مناسبت سے آپ کو ''ترمذی'' کہا جاتا ہے۔ترمذی میں مشہوراعراب تاءاورمیم کا کسرہ ہے۔اَلتِّرْمِذِيُّ

آپ رحمہ اللہ بالاجماع ثقہ امام ہیں۔آپ لاریب فقیہ اور مجتہد ہیں۔کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ جَمَعَ وَصَنَّفَ وَحَفِظَ وَذَاكَرَ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ کا شماران محدثین میں ہوتا ہے، جنہوں نے حدیث جمع کیں،اس پر کتابیں تصنیف کیں،احادیث حفظ کیں اوران کا مذاکرہ کیا۔''

(الثقات : 153/9)

❀ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثِقَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، لَهٗ كِتَابٌ فِي السُّنَنِ، وَكَلَامٌ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ ...... مَشْهُورٌ بِالْأَمَانَةِ وَالْعِلْمِ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ بالاتفاق ثقہ ہیں،سنن پرآپ کی ایک کتاب ہے،نیز جرح وتعدیل کے باب میں بھی آپ رحمہ اللہ کے اقوال موجود ہیں ......آپ رحمہ اللہ

امانت اور علم میں مشہور ہیں۔"

(الإرشاد : 829)

۞ حافظ سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ يُقْتَدٰى بِهِمْ فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ، صَنَّفَ كِتَابَ الْجَامِعِ وَالتَّوَارِيخِ وَالْعِلَلِ تَصْنِيفَ رَجُلٍ عَالِمٍ مُتَفَنِّنٍ، وَكَانَ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِي الْحِفْظِ وَالضَّبْطِ .

"امام ترمذی رحمہ اللہ ان ائمہ میں سے ہیں، جن سے علم حدیث میں راہنمائی لی جاتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے جامع، تاریخ اور علل پر کتابیں لکھیں ہیں، جو آپ کے عالم اور اہل فن ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ حفظ اور ضبط میں آپ رحمہ اللہ ضرب المثل ہیں۔"

(الأنساب : 42/3)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثِقَةٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

"امام ترمذی رحمہ اللہ بالاجماع ثقہ ہیں۔"

(میزان الاعتدال : 678/3)

۞ امام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كِتَابُهُ أَنْفَعُ مِنْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ، وَمُسْلِمٍ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَقِفُ عَلَى الْفَائِدَةِ مِنْهُمَا إِلَّا الْمُتَبَحِّرُ الْعَالِمُ، وَكِتَابُ أَبِي عِيسٰى يَصِلُ إِلٰى فَائِدَتِهٖ كُلُّ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ مفید ہے، کیونکہ صحیحین سے صرف ماہر عالم فائدہ اٹھاتا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔''

(تاريخ الإسلام للذّهبي : 617/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

كِتَابُ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ عِنْدِي أَفْيَدُ مِنْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، قُلْتُ : لِمَ؟ قَالَ : لَا يَصِلُ إِلَى الْفَائِدَةِ مِنْهُمَا إِلَّا مَنْ يَّكُونُ مِنْ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ التَّامَّةِ وَهٰذَا كِتَابٌ قَدْ شَرَحَ أَحَادِيثَهٗ وَبَيَّنَهَا فَيَصِلُ إِلٰى فَائِدَتِهٖ كُلُّ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمَا .

''امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ مفید ہے۔ میں (محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ) نے پوچھا: وہ کیسے؟ فرمایا: صحیحین سے صرف ماہر ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں احادیث کی شرح کر دی ہے اور اس کے مطالب کو واضح کر دیا ہے، اس لیے اس کتاب سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے، خواہ وہ فقیہ ہوں، محدث ہوں یا کوئی اور۔''

(التّقييد لابن نقطة، ص 98، شروط الأئمة السّتة لابن الطاهر المقدسي، ص 24، جزء فيه خمس أحاديث لابن بلبان، ص 42)

❀ مزید فرماتے ہیں:

كِتَابُ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ أَحْسَنُ كِتَابٍ صَنَّفَ فِي الْإِسْلَامِ،

وَأَقْرَبُهُ مَأْخَذًا لِاهْتِدَاءِ الْمَرْءِ إِلٰى مَا يُرِيدُهُ سَرِيعًا بِلَا مُشَقَّةٍ، وَكَلَامُهُ عَلٰى فِقْهِ الْحَدِيثِ الَّذِي يُورِدُهُ فِيهِ حَسَنٌ .

”امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب اسلام میں لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے بہتر ہے، اس سے استفادہ کرنا بہت آسان ہے، کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے احادیث کی جوفقہ بیان کی ہے، وہ بہت عمدہ ہے۔“

(الأربعون على الطّبقات لعلي بن المفضل المقدسي، ص 326، واسطة العقد الثمين في أسانيد الكتب التي انعقد على صحتها إجماع المسلمين للحافظ أبي عبد اللّٰه محمد بن مرزوق، ص 117)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْأَئِمَّةِ طَافَ الْبِلَادَ وَسَمِعَ خَلْقًا مِنَ الْخُرَاسَانِيِّينَ وَالْعِرَاقِيِّينَ وَالْحِجَازِيِّينَ .

”امام ترمذی رحمہ اللہ ان ائمہ میں سے ایک ہیں، جنہوں نے (طلب علم کے لیے) ملکوں کے سفر کیے، آپ رحمہ اللہ نے خراسان، عراق اور حجاز کے کئی ایک ائمہ سے سماع حدیث کیا۔“

(تَهذيب التّهذيب : 387/9)

❀ نیز ”ثقہ حافظ“ بھی کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 6206)

امام ترمذی رحمہ اللہ ضبط واتقان اور حفظ میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے حجاز میں محمد بن یحییٰ بن ابی عمر عدنی، بصرہ میں محمد بن بشار بندار، محمد بن مثنیٰ،

عمرو بن علی فلاس وغیرہ، واسط میں ابو الشعثاء علی بن حسن، کوفہ میں ابو کریب علی بن منذر، بغداد میں حسین بن صباح، احمد بن حسان، احمد بن منیع، ری میں ابو زرعہ، خراسان میں علی بن حجر، محمد بن علی بن حسن، قتیبہ بن سعید اور محمد بن یحییٰ نیشاپوری رحمہم اللہ سے سماع حدیث کیا۔

آپ رحمہ اللہ نے امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج قشیری، امام ابو محمد عبد الرحمٰن بہرام سمرقندی اور ابو الحسن ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کے پاس امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح کے علاوہ کئی دوسری کتابیں بھی تھیں، جن سے آپ بھرپور منتفع ہوئے۔

محدثین کی ایک بڑی جماعت نے آپ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا ہے۔

بعض متاخرین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کو ''متساہل'' قرار دیا ہے، ہمارے مطابق یہ بات علی الاطلاق درست نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کو اصطلاحات حدیث سے بھر دیا ہے، بعض اہل علم آپ کی اصطلاحات کو سمجھنے سے قاصر رہے، یوں امام رحمہ اللہ کو ''متساہل'' باور کیا۔

تنبیہ:

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الایصال'' میں امام ترمذی رحمہ اللہ کو ''مجہول'' کہا۔ پھر ایک رسالہ بنام ''الباہرہ'' لکھا، جس میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی مدح وثنا کی۔ جو دلیل ہے کہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے متعلق ''مجہول'' کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کو پہچان لیا تھا۔

جامع الترمذی:

جامع ترمذی کی چھ روایات ہیں؛ ① ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشی ② ابو ذر محمد بن

ابراہیم ③ ابو محمد حسن بن ابراہیم قطان ④ ابو حامد احمد بن عبداللہ تاجر ⑤ ابوالحسن وذاری ⑥ ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل محبوبی مروزی رحمہ اللہ (۳۴۶ھ)

آخری روایت سب سے زیادہ مشہور ہے۔

سنن ترمذی کے نسخوں میں سب سے معتبر نسخہ ابو الفتح عبد الملک بن عبد اللہ کروخی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ) کا ہے۔

جامع ترمذی ہر دور میں متداول رہی ہے۔اہل علم سے اس کتاب کی خدمت کی ہے، اس کی شروحات لکھی ہیں، جن میں علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ کی عارضۃ الاحوذی، حافظ ابن سید الناس کی ''النفح الشذی'' علامہ سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ، حافظ عراقی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی شروحات ہیں۔ دور حاضر میں محدث محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحفۃ الاحوذی نامی عدیم النظیر شرح لکھی ہے، جس میں پہلوں کا علم جمع کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح فی الباب پر بھی اہل علم نے کتابیں لکھیں ہیں، فی الباب کی تقریباً تمام روایات کی تخریج کر لی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ ائمہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے۔آپ رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں صفات باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ذکر کیا ہے۔دوسرے لفظوں میں اس کتاب میں اہل حدیث کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے۔

امام رحمہ اللہ نے جہمیہ ،معتزلہ، رافضہ،خوارج،مرجئہ، اشاعرہ،قدریہ اور اہل الرائے وغیرہ کا رد کیا ہے۔

آپ کی جامع کا نام «اَلْجَامِعُ الْكَبِيرُ الْمُخْتَصَرُ فِي السُّنَنِ الْمُسْنَدَةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعْرِفَةِ الصَّحِيحِ وَالْمَعْلُولِ وَمَا

عَلَيْهِ الْعَمَلُ» ہے۔

جامع ترمذی چونکہ فقہی ترتیب پر مشتمل ہے، اس لیے بعض نے اسے سنن ترمذی کا نام دیا ہے، بعض نے صحیح الترمذی کہا ہے، یہ دونوں نام تغلیباً ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث سنی ہیں، جیسا کہ سنن ترمذی میں جن دو احادیث کے متعلق خود امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعَ مِنِّي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ هٰذَا الْحَدِيثَ .

''یہ حدیث مجھ سے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے سنی ہے۔''

(سنن التّرمذي : 3303، 3727)

امام ترمذی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح عالی سند بھی رکھتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے (سنن ترمذی: ۲۲۶۰) میں ایک ''ثلاثی الاسناد'' حدیث نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ایک سو باون (۱۵۲) کتابیں جمع کی ہیں۔ جن میں ''علل صغیر'' بھی شامل ہے۔ سنن ترمذی میں کل تین ہزار نو سو چھپن (۳۹۵۶) احادیث مذکور ہیں، یہ وہ احادیث ہیں، جو امام رحمہ اللہ نے مکمل باسند ذکر کی ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فی الباب کے تحت کئی احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، اگر انہیں جمع کیا جائے، تو جامع ترمذی کی احادیث کی تعداد مسند احمد بن حنبل کے قریب پہنچ جائے۔

سنن ترمذی رحمہ اللہ کا ایک امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ پر دلالت کرنے والی جتنی روایات ہیں اور جن صحابہ سے مروی ہے، ان کا نام فی الباب کے تحت ذکر کر دیا ہے، تاکہ استفادہ کرنے والے کے لیے آسانی ہو اور کتاب کا حجم بھی نہ بڑھے۔

امام رحمہ اللہ تقریباً ہر حدیث پر اپنی تحقیق و تحکیم پیش کرتے ہیں۔ احادیث کا اختلاف

ذکر کرتے ہیں، قرائن کی بنیاد پر راجح احتمال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ حدیث کے موصول اور مرسل و منقطع ہونے کی بھی نشاندہی کرتے ہیں، رواۃ حدیث کی پہچان کراتے ہیں، ان کے نام، کنیت، علاقہ، قبیلہ وغیرہ ذکر کر دیتے ہیں۔ رواۃ پر جرح و تعدیل پر مبنی کلام کرتے ہیں۔ جرح و تعدیل کے حوالہ سے ائمہ علل کے اقوال بھی ذکر کر دیتے ہیں، یوں جامع ترمذی علوم حدیث، اسماء و رجال اور جرح و تعدیل کی بہترین کتاب ہے، نیز ائمہ و فقہا کا فقہی مذہب بھی ذکر کر دیتے ہیں، اس میں راجح رائے کی نشاندہی فرما دیتے ہیں، آپ رحمہ اللہ نے تمام ائمہ فقہا کے اقوال کی سندیں ''علل صغیر'' میں ذکر کر دی ہیں۔ اپنی جامع میں موقوفات اور مقطوعات بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ روایت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں، بعض مقامات پر حدیث کی مخفی علتوں پر مطلع کرتے ہیں۔ جامع ترمذی میں تفسیر کا وافر حصہ موجود ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الْجَامِعِ عِلْمٌ نَافِعٌ، وَفَوَائِدُ غَزِيْرَةٌ، وَرُؤُوْسُ الْمَسَائِلِ، وَهُوَ أَحَدُ أُصُوْلِ الْإِسْلَامِ.

''جامع ترمذی علم نافع، بے پایاں فوائد اور اہم اور بنیادی مسائل پر مشتمل کتاب ہے، جامع ترمذی اسلام کے اصولوں میں سے ایک ہے۔''

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء: 13/274)

امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں جا بجا حسن صحیح، حسن غریب، حسن اور غریب کی اصطلاحات ذکر کرتے ہیں۔

''حسن صحیح'' کے معنی میں کئی اقوال ہیں، راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ سند کے کسی راوی

کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے، بعض اسے حسن الحدیث خیال کرتے ہیں اور بعض صحیح الحدیث۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے حسن صحیح کہہ دیا۔ اس اعتبار سے عبارت یوں ہوگی: حسن او صحیح۔ اختصار کے لیے ''او'' کا لفظ حذف کر دیا، واللہ اعلم!

کبھی کبھی ''حسن صحیح غریب'' یا ''حسن غریب صحیح'' بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس میں بھی اس احتمال کی طرف اشارہ ہے کہ سند کا کوئی راوی حسن الحدیث ہے یا صحیح الحدیث۔ غریب کہہ کر یہ فائدہ دیا کہ اس سند کے کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہے، جس کی متابعت نہیں۔ یا یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ایک اعتبار سے حسن لذاتہ ہے اور ایک اعتبار سے صحیح لغیرہ ہے، کیونکہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ سے بنتی ہے۔

''حسن غریب'' سے مراد حسن لذاتہ ہے اور ''حسن'' سے مراد حسن لغیرہ ہے، کیونکہ حسن لغیرہ، حسن لذاتہ سے بنتی ہے۔ یہ محدثین کی اصطلاح ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کی ''حسن'' کی خاص اصطلاح بھی ہے، آپ رحمہ اللہ ''ضعیف'' روایت پر بھی ''حسن'' کا لفظ بول دیتے ہیں، وہاں محدثین والی ''حسن'' مراد نہیں۔

یاد رہے کہ کسی اصطلاح کا معنی اگر مصنف خود بیان کر دے، تو فبہا ونعمت۔ اگر بعد والے اہل علم تتبع اور استقرائے تام سے اصطلاح کا معنی واضح کریں، تو کئی ایک احتمالات باقی رہ جاتے ہیں۔

وفات:

امام ترمذی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات ۲۷۹ھ میں ''ترمذ'' میں ہوئی، رحمہ اللہ تعالیٰ!